تاریخی نام

آبلہ حرارت عشق

ارمغان گدا

ہیر رانجھا قیس منظوم

مصنّفہ
جناب مولانا مولوی صوفی محمد عبد الغفور صاحب قیس چشتی قادری
نقشبندی۔ بوڑیوی
مرید و خلیفہ جناب مولانا مولوی شاہ سید صوفی محمد حسین صاحب مرادآبادی دام فیضہم

حسب فرمائش شیخ محمد یامین محمد احمد پبلشرز و تاجران کتب
سہارنپور
سنہ ۱۹۱۹ء

باہتمام حافظ فیاض الدین پرنٹر
ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ میں چھپا

قیمت فی جلد ۱
بار دویم

موجودہ فہرست کتب دکان شیخ محمد یامین تاجر کتب سہارنپور

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ

ضیاء القلوب ۳ر غذائی روح ۳ر
" اردو ۴ر گلزار معرفت ۲ر
جہاد اکبر ۱ر تحفۃ العشاق ۱ر
ارشاد مرشد ۱ر دردنامہ ۔ر
کلیات امدادیہ ۱۲ر وحدۃ الوجود ۱ر

تالیفات حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہم العالی

امداد السلوک ترجمہ رسالہ مکیہ ۴ر
ہدایۃ الشیعہ بجواب اعتراضات شیعہ ۳ر
جیبی زبدۃ المناسک ور مسایل احکام حج ... ۳ر
لطائف رشیدیہ استفسارات متعلق آیات قرآنی مع پردہ مروجہ شرفاء ہند ... ۱ر
کراہت جماعت ثانیہ تکرار جماعت کی کراہت ... ۱ر

رسالہ تراویح بیس رکعت تراویح کا احادیث صحیح سے ثبوت اور غیر مقلدین کا رد ... ۱ر
رسالہ جمعہ اہل حدیث کے فتوے ثبوت جمعہ در قریٰ کا جواب ۱ر
رسالہ وقف۔ اوقات قرآنی کا احادیث سے ثبوت ... ۔ر
فتویٰ میلاد ... ۱ر
سبیل الرشاد چند مسایل ۱ر
ہدایت المعتدی بحث قرأت فاتحہ ۲ر و ۲ر
البراہین قاطع علی ظلام انوار الساطعہ و بدعت میں ایسی مبسوط اور عجیب کتاب نہ دیکھی نہ سنی بدعت و سنت میں امتیاز کیلئے ایک واقعی معیار اور کافی ذریعہ ہے جس قدر مروجہ رسوم ہیں ان سب کی مفصل تحقیق درج ہے ... ۱۲ر

تالیفات حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہم

صفائی معاملات ... ۱ر
جزاء الاعمال ... ۱ر
مکتوبات امدادیہ ... ۳ر
فروع الایمان ... ۱ر
تحقیق تعلیم انگریزی۔ انگریزی پڑھنے کے منافع و مضار ۔ر
رونمائی مثنوی ... ۔ر
حق السماع۔ گانا سننے پر محققانہ مضمون ... ۱ر
مجموعہ خطب ماثورہ ...
علاج القحط والوبا
رسالہ تجوید القرآن ...
اصلاح الخیال نیچریہ خیالات کی اصلاح ...
طریقہ مولد ...
رسالہ علم غیب ...

درخواستیں شیخ محمد یامین تاجر کتب سہارنپور آنی چاہئیں

مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ

جو عاشق ہوا۔ اور پاکبازی سے بسر کی اور مر گیا وہ شہید ہے

تاریخی نام

آبلہ حرارت عشق

۱۳۱۷ یا

ارمغان گدا ۱۳۱۷ھ

المعروف بہ

ہیر رانجھا قیس بوڑیہ منظوم اردو

مصنفہ جناب مولانا مولوی صوفی محمد عبد الغفور صاحب قیس چشتی قادری
نقشبندی بوڑیوی و مرید و خلیفہ جناب مولنا سید شاہ صوفی محمد حسین صاحب
مراد آبادی دام افضالہم و مصنف طریق الکاملین، فقر نامہ محمدی، تہذیب الابرار و غیرہ و غیرہ

حسب فرمائش جناب شیخ محمد یامین صاحب تاجر کتب سہارنپور
باہتمام حافظ فیاض الدین ابو العلائی سٹیم پریس آگرہ میں چھپا

یافتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ وہی ہے۔ کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ ظاہر و باطن
کے جاننے والا وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہی اللہ جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
بادشاہ ہے۔ بہت پاک (ہر عیب سے) سلامت امن دینے والا پناہ میں لینے والا غالب
خود مختار صاحب عظمت کفار کے شریک لانے سے اُسکی ذات پاک ہے۔ وہی اللہ سبکا
پیدا کرنیوالا نئی سے نئی چیز کا بنانیوالا صورتگر ہے۔ اُسی کے اچھے نام ہیں آسمان اور
زمین میں جو شے ہے اُسی کی پاکی بول رہی ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے
اُسنے عالم موجودات کو پیدا اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے۔ اور انسان کو ایک
بوند سے پھر اسکے تمام اعضا ایک انداز پر رکھے پھر اُسمیں روح ڈالی پھر اسکو پیدا کیا۔
پھر اُسپر ہدایت کی راہ آسان کی پھر اُسے دنیا سے اُٹھا لیا پھر اُسے قبر میں رکھدیا پھر
جب چاہیگا اُٹھا لیگا۔ مومنوں کو بہشت بریں مرحمت فرمائیگا مشرکوں کو دوزخ کی آگ میں جلائیگا
ایمان مومن کا خوف اور رجا میں ہے ایمان عاشق کا رضا و تسلیم میں جسمیں خوف و رجا
نہیں وہ مومن نہیں جسمیں رضا و تسلیم نہیں وہ عاشق نہیں۔

خدائے تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت حاصل کرنیکے لئے پیدا کیا ہے ضروری ہے کہ وہ اُسکا عاشق بنکر ہر چیز میں اُسکا جلوہ دیکھے تجلّی الٰہی کے کثیف حصہ سے آگ پیدا ہوئی آگ کے کثیف حصہ سے ہوا اور ہوا کے کثیف حصہ سے پانی پانی کے کثیف حصہ سے جھاگ جھاگ سے مٹی بنگئی ان ہی اربع عناصر کی ترکیب سے انسان حیوان اور تمام اشیاء ناسوتی کی پیدائش ہوئی ہر چیز میں اُسی تجلّی کا ظہور ہے کل مظاہر میں وہی ظاہر ہے مگر وہ از روئے ماہیت اپنی کنہہ اور الطف ہونیکے چشم حس پر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ اُسکو عقل و وہم اور حواس ہی پاسکتی ہیں نہ وہ قیاس ہی میں آسکتا ہے کیونکہ یہ سب محدث ہیں اور محدث محدث ہی کو پا سکتا ہے چونکہ وہ (اللہ) قدیم ہے اسلئے وہ محدثات کو نہیں مل سکتا لیکن وہ تمام موجودات کی حقیقت اور باطن ہے اہلِ باطن اشخاص اُسکو چشم باطن سے دیکھہ سکتے ہیں کیونکہ وہ چشم بھی وہی ہے اور وہ وجود بھی وہی ہے۔ **جامی**

خویشتن را بخویش بنمائی	مصنف	خود تماشا و خود تماشائی	
دیکھہ اپنے میں آپ کو بھائی		خود تماشا ہے خود تماشائی	

اس مقام پر دوئی اُٹھ کر وحدت ہی وحدت جلوہ آرا ہو جاتی ہے عاشقانِ کامل پر ان رموز کا کھلنا بہت آسان ہے مگر عشق حقیقی بدون عشق مجازی کے حاصل نہیں ہوتا حدیث شریف میں آیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِیْقَةِ یعنی عشق مجازی عشق حقیقی کا پل ہے چنانچہ جسکو عشق مجازی نہوا ہو اُسکا دعویٰ عشق حقیقی میں سراسر باطل ہے۔ مگر عشق مجازی صادق ہو عشق نفسانی نہو کیونکہ عشق نفسانی فسق ہے جو جہنمیوں کا کام ہے ایک چیز نہایت خوبصورت ہے اگر قانون شرعی کے موافق ہم کو اسکا عشق ہے تو جائز ہے اور اگر اُس کے

۱؎ عشق نفسانی وہ ہے جس میں للّٰہیت نہ پائی جائے۔ بلکہ خواہشات نفسانی کے پورا کرنیکے لئے کیا جاوے یہ عشق پائدار نہیں ہے۔ چنانچہ ہندی مثل ہے کام ہوا دکھ بسرا۔ بڑھیا آوے جاوے جہاں مطلب نکلا اور الگ۔ محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح۔

خلاف ہے تو فسق اور حرام ہے دنیا میں کوئی صورت کا عاشق ہے کوئی سیرت کا محض صورت ہی صورت کا عاشق فاسق ہوسکتا ہے نیک سیرت کا عاشق فاسق نہیں ہوسکتا۔ بدصورت کا عاشق ہی فاسق ہوجاتا ہے جہاں تک ہو اس سے بچیں اور عشق صادق کے ذریعہ سے عشق الٰہی حاصل کریں ظاہر سے گذر کر باطن کو تلاش کریں مثنوی ہذا میں عارفانہ قوت کو خرچ کریں تاکہ اصلی مدعا حاصل ہو مواقع رموز عاشقانہ و عارفانہ و نصیحتانہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں ظاہری قصہ ہیر و رانجھا کو چھوڑ کر مطابق استعارات کے لب لباب لیکر روحانی و جسمانی و نفسانی و شیطانی عناصری بحث کو سمجھیں صرف ظاہری قصہ پر کانوں کی سماعت کو بیجا خرچ نہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لکھوں پہلے توحید ربّ شکور / کہ ہے شیوۂ بندگانِ غفور

منزہ ہے وہ ذات رب العلا / شراکت میں جسکی نہیں دوسرا

ہے اللہ بس اسکا اک اسم ذات / بہت نام ہیں ماسوا فی الصفات

وہی ہے گا رحمٰن وہی ہے رحیم / وہی ہیگا قدوس و مالک حکیم

مہیمن وہی مومن اور سلام / وہی ذوالجلال وہی ذوالکرام

ہے متکبر خالق و بارئ / لطیف و خبیر و ولی ھادئ

وہی حیّ و قیوم و محیی و ممیت / علی و کبیر و حفیظ و مقیت

حسیب و عزیز و کریم و رقیب / سمیع و بصیر و علیم و مجیب

حلیم و عظیم و صبور و شکور / مقدم موخر رشید و غفور

عفو و رؤف و غنی و صمد / معید اور مبدی و محصی احد

قوی مقتدر اور قادر و سبیل
ہے رزاق و فتاح و برّ و جلیل

ہے منعم مجید اور باعث شہید
بدیع اور باقی و وارث حمید

ودود و عدل اور توّاب ہے
کہیں مالک الملک وہّاب ہے

مصوّر و معزّ و مذلّ و قدیر
کہیں ہے وہ قہار بہرِ شریر

کہیں قابض و باسط و نافع
کہیں نور و ہم خافض و واسع

وہی اوّل و آخر و واجد
وہی ظاہر و باطن و واحد

کہیں والی متعالی و جامع
کہیں مغنی و معطی و مانع

کہیں رافع و ضارّ ستّار ہے
کہیں صادق و حق و غفار ہے

حکم ہے کہیں احکم الحاکمیں
کہیں مقسط و منتقم اور متیں

کہیں دافع ہر بلیّات ہے
کہیں کافی ہر مہمّات ہے

کہیں قاضی حاجات و شافی ہی وہ
کہیں رافع درجات و کافی ہی وہ

وہی جملہ خلقت کا معبود ہے
ہیں ساجد سبھی اور وہ مسجود ہے

بجز اُسکے ہے کون ذرّہ شریک
وہی ہے وہی وحدہٗ لاشریک

گلستانِ وحدت کا ہے گُل وہی
ہے بلبل وہی شورِ قلقل وہی

اُسی کی ہے مینا اُسی کی شراب
اُسی سے ثواب و اُسی سے عذاب

وہی ہوش ہے اور وہی بے ہشی
وہی قیل و قال اور وہی خامشی

وہی اوم الیشور سچا نند ہے
ہری ہر دیالو دیا وند ہے

جدھر دیکھئے اُسکا نزدیک و دور
اُسی نور مطلق کا ہے سب ظہور

اگرچہ ہے پنہاں پہ ظاہر ہے سب
ہمارے دلوں سے وہ باہر ہے کب

ہر ایک چیز میں ہے وہی جلوہ گر
چہ ذرّہ چہ انجم چہ شمس و قمر

اُسی نے کئے ماہ و مہر منیر
بنایا اُسی نے ہے ذرّہ حقیر

ستارے کئے زینت آسماں
ہوئے رونق ارض انسان و جاں

ہوا نور سے اُسکے سب کا ظہور
وہی آشکارا ہے نزدیک و دور

مگر چشم ظاہر کی ہے کیا مجال
اُسے دیکھ پائے جو مثل ہلال

نہو شمع یا مہر یا ماہتاب
تو اندھی ہے یہ چشم ظاہر خراب

لگا ناک آنکھوں کے آگے جبھی
کہ ظاہر کرے اُن کی یہ کور گی

اُسی آگے آتا و جاتا ہے دم
مگر دیکھ سکتی نہیں یک قلم

یہ محسوس ہے جوں جان انھیں لی ہے
یہ ممکن نہیں چشم حس دیکھ لے

مگر ہاں جو باطن کی آنکھیں کھلیں
عجب کیا جو اُسکی جھلک دیکھ لیں

نہیں کچھ عبادت پہ یہ منحصر
کہ وہ عابدوں ہی کو آوے نظر

نہیں زہد ہی پر یہ موقوف ہے
کہ زاہد ہی دیکھا کرے بس اُسے

عبادت کا اور زہد کا ہے حجاب
جبھی تو وہ ہوتے نہیں کامیاب

عملیات والے بھی مہجور ہیں
کہ اعمال میں اپنے مستور ہیں

کرامات والے بھی محروم ہیں
کرامات میں اپنی مکتوم ہیں

مگر ہیں جو عشاق اور اہل دل
نہیں ہیں وہ ان کی طرح پا بگل

وہ ہر لحظہ کرتے ہیں دیدار حق
نہیں مدعی گو کہ اس کو ادق

انہیں گر نہ جلوہ وہ آوے نظر
تو اک آن میں جائیں جی سے گذر

نہیں عالم خلق سے اُن کو کام
رہیں گو کہ ناسوت ہی میں مدام

ہے خلوت انہیں انجمن میں سدا
سفر در حضر اُن کا ہے مرحلہ

زمیں پہ ہیں پر لامکاں سے ہیں دور
خودی سے ہیں غائب خدا کے حضور

وہ ہر طرف سنتے ہیں آوازِ یار
وہ ہر شے میں پاتے ہیں اسرار یار

ہر ایک چیز ہے اُن کو دیدار حق
ہر آواز ہے ان کو گفتار حق

ہر اک برگ نخلِ گلستان کا ہے دفتر مگر اُن کو عرفان کا

ہے ہر سو سے آتی انہیں بوئے دوست ہے آگے سدا اُنکے بس روئے دوست

اُسی دوست نے عشق پیدا کیا کہ ہر ایک کو اپنا شیدا کیا

کیا حسن یوسُف کو جب دم عطا زلیخا ہوئی اُسکے اوپر فدا

جو عذرا کو اُس نے کیا گلعذار تو وامق ہوا اُسپہ سینہ فگا

ہوا شکل لیلی میں وہ جلوہ گر تو مجنوں ہوا قیس شوریدہ سر

سکھائے جو شیریں کو شیریں کلام کیا تلخ فرہاد کی جاں کا کام

ہوا صاحباں میں جو عکس نگار لیا چھین مرزا کا صبر و قرار

جلالی میں دیکھی جو وہ آب و تاب تو روڈا ہوا اُسکے پیچھے خراب

ہوا سوہنی میں جو پرتو فگن تو مہوال ڈوبا بہ چاہ ذقن

نہ کچھ آدمی ہی پہ موقوف ہے فرشتے بھی اس چاہ میں آ جھکے

شجر اور حجر اور سب جانور محبت میں ہیں اُس کی خستہ جگر

پڑی گل میں نکہت جو اس گل کی آ تو بلبل ہوا اُسکے اوپر فدا

عطا سرو کو کی جو آزاد گی تو قمری کو وہ طوق گردن ہوئی

چمک میں چمک جب وہ آئی نظر تو اڑکر ملا اُس سے آہن جگر

جو کی نور شمع میں جلوہ گری تو پروانہ نے اُسپہ آ جان دی

جو کی نور مہتاب میں شب کو غور تو عاشق ہوا قیس اُسپر چکور

بھنور عشق میں اُس کے کالا ہوا وہ پر داغ ہجراں سے لالہ ہوا

اُسی کا ہے نرگس کو بھی انتظار اُسی کی ہے بس یاسمیں پر بہار

ہے جویاں اُسی کی تو سورج مکھی اُسی کی ہے لاجو کو شرمندگی

اُسی کا ہے صد برگ دیوان عشق نفرماں میں اسکا ہے فرمان عشق

اُسی نورِ مہتاب کی تاب ہے ◦ جو خوشرنگ گلشن میں گلاب ہے

حنا میں وہی آبسا بن کے رنگ ◦ اُسی کا تو ہے نیل میں رنگ ڈھنگ

وہی باغ عالم کا ہے نخلبند ◦ وہی نقش قدرت کا ہے نقش بند

وہی سیر کرتا ہے اپنی یہاں ◦ بجز اُسکے ہے کون اے میری جاں

الآن کما کان اُسکو ہے زیب ◦ وہی ہے خداوند روز حسیب

ہے لیس کمثلہٖ شیٔ کی شاں ◦ اُسی کو سزاوار جانِ جہاں

یہی شان ہے جو حسینوں میں آ ◦ کیا کرتی ہے روز فتنے بپا

اِسی شان پر جان دیتے ہیں سب ◦ اِسی آن پر آن دیتے ہیں سب

اِسی کا تو عالم بنا ہے غلام ◦ اِسی سے تو گھٹتا ہے ماہِ تمام

اِسی سے تو یہ نورِ خورشید ہے ◦ یہی ہے محرم یہی عید ہے

اِسی کا پڑا ہیر پر پرتوا ◦ تو رانجھا ہوا اُسکے اوپر فدا

بس آگے قلم کو کہاں تاب ہے ◦ جو کچھ وصف اس شان کا لکھ سکے

قلم ہو گیا بسکہ بے دستگاہ ◦ نہ لکھی گئی جب کہ حمدِ الٰہ

لگا کہنے یوں ہو کے وہ سرنگوں ◦ کہ میں روسیاہی سے لاچار ہوں

سزاوار ہے اُس کو کبر و منی
کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

نعت سرور کائنات حضرت محمدؐ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
معہ تعریف ہر چہار یارؓ و آئمہؒ شریعت و طریقت

محمدؐ نبی ختم المرسلیں ۔ حبیب خدا اشرف العالمیں
بنا جسکی خاطر یہ کون و مکاں ۔ وہ ہے کون ہے سیدالمرسلاں
وہ ہے مظہر حق ہر دو سرا ۔ حبیب خدا اشرف الانبیا
ہے بزم رسالت کا مالک تمام ۔ شفیع جزا شاہ خیر الانام
اگرچہ کیا سب سے پیچھے ظہور ۔ مگر سب سے پہلے اُسیکا تھا نور
لقب اُسکا طٰہٰ و یٰسین ہے ۔ کہ لولاک میں جاہ و تمکین ہے
وہی مالک الملک عرفان ہے ۔ وہی عارفوں کا دل و جان ہے
شہادت کی وہ ایک اُنگلی اُٹھا ۔ اُسی نے تو شق القمر تھا کیا
اُسی پاس آتا تھا روح الامیں ۔ اُسی کی تو سجدہ ہے یہ سب زمیں
اُسی پہ تو قرآن نازل ہوا ۔ وہی ہاں وہی تو ہے کشف الدجیٰ
سراپا تھا وہ نور رب العلا ۔ جبھی تو نہ سایہ تھا اُس نور کا
اُگایا تھا پتھر سے اُسنے درخت ۔ تِرایا تھا پانی پہ وہ سنگ سخت
درخت اُسکی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ لگے سب درختوں کو بھی پھل نئے
غلام اُسکے دیں جبکہ مُردے جِلا ۔ کریں ایسے آقا کی تعریف کیا
مگر یہ مسیحوں کا ہے وہ مسیح ۔ کرے جو غلط جانیوں کو صحیح
نبوت ولایت کا سرتاج ہے ۔ کیا تو فلک جسنے معراج ہے
جو تھا لاتعین کا وہ مرتبہ ۔ تو آ اس تعین میں ظاہر ہوا

ہے پہلا تعیّن یہ وحدت سے پُر   ہیں مجمل یہاں لعل و مرجان و دُر

یہیں عالم امر کا ہے وجود   یہیں عالم خلق کی ہی ہے بود

جمع ہے اسی میں تو عالم مثال   بجز اسکے سب کچھ ہی خواب و خیال

سمجھ عالم امر قرآن کو   سمجھ عالم خلق اکوان کو

انہیں دو مقاموں میں انسان ہے   مثالی کہیں گر تو شایان ہے

خلاصہ ہے قرآں کا اُم الکتاب   ہے بسم اللہ فاتحہ کا لب لباب

ہے بسم اللہ کا مغز بس حرف بے   جو بے کا ہے نقطہ اُسے ذات لے

جو ہے ذات میں روح کامل میں ہے   جو ہی روح کامل ہیں وہ ولیں ہے

ہے کامل وہی سب سے پہلے مگر   جو سب کاملوں کا ہوا راہبر

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اُسی کو دیا حق نے علم لدن   وہی تو ہے محبوب خالق ہی سُن

اُسی کے لئے ہے یہ سب کچھ بنا   نہ ہوتا جو وہ پھر تو کچھ بھی نہ تھا

اُسی نے دیا احدیت کا پتا   وہی واحدیت کا ہے رہنما

وہی جسم ہے اور وہی جان ہے   وہی شاہِ دیں بیخ ایمان ہے

جو اُس سے پھرا وہ خدا سے پھرا   جو اُس سے ملا وہ خدا سے ملا

پڑھو دوستو اُس پہ پیہم درود   کہ ہے رحمت خاص ربِّ ودود

حبیبِ خدا کے ہیں پھر چار یار   جنھوں نے کیا کاخ دیں استوار

ابوبکرؓ صدیق و عادل عمرؓ   ہیں عثمانؓ غنی و علیؓ شیر نر

پڑھو اُن پہ اور آلؓ و اصحابؓ پر   صلوٰۃ و تحیات آٹھوں پہر

جو ہیں اُنکے پیچھے وہ چاروں امام   خدا اُن پہ رحمت کرے بالدوام

یکے بو حنیفہؒ دوم شافعی   سوم حنبلؒ و مالکؒ انجمی

رہیں رحمت حق میں دائم غریق
سکھایا ہے لوگوں کو اچھا طریق

جو ہیں غوث اعظمؓ وہ پیران پیر
وہی سارے ولیوں کے ہیں دستگیر

دوم ہیں جو خواجہؒ بزرگ اسے اجی
نبیؐ نے کہا جنکو ہند الولی

سوم ہیں جو وہ خواجۂ نقش بند
جہاں کو کیا آپ نے وعظ و پند

چہارم ہیں وہ شیخ مرشد شہاب
جنھوں نے مریدوں کو کر کامیاب

بچاروں کو خالق سے ملوادیا
رہِ معرفت اُن کو دکھلادیا

خدا اُن پہ رحمت کرے تا جزا
بہم پہنچے دل کا مرے مدعا

جو ہیں سیّد شاہ محمد حسینؒ
وہ ہیں روح روح اور میری دل کا چین

وہی ساقیٔ بزم عرفان ہے
وہی ملک معنی کا سلطان ہے

وہی سالکوں کا سراجِ منیر
وہی ہے میرا پیر روشن ضمیر

اُسی کے تو ہوں میکدہ میں میں مست
اُسی نے پلایا تھا جام الست

اُسی کی تو ہے ہوش سی مجھکو ہوش
اُسی کا تو ہوں عبد حلقہ بگوش

وہی تو ہے ہادی میرا رہنما
وہی تو ہے حامی میرا باخدا

وہی تو ہے خورشید نور لقا
اُسی کا تو ہے بدر شمس الضحیٰ

اُسی سے تو مہتاب لیتا ہے نور
اُسی نے کیا قیس لیلیٰ کو چور

خدایا سلامت اُسے رکھ مدام
بحق محمدؐ علیہ السلام

سبب تصنیف

میں جو سے غفوری کو جب لکھ چکا
تو کہنے لگا اک میرا دلربا

سم عشق حقیقی تو تم لکھ چکے
مجازی بھی اظہار اب کیجیے

نہیں جسکو عشق مجازی ہو — تو کب وہ حقیقی کو ہے جانتا

مگر فسق کو عشق کہتا ہے جو — تو دونوں جہاں میں وہ مقہور ہو

یونہی عشق کو فسق جس نے کہا — سزا اسکا سزاوار ہے نا سزا

غرض سنکے یہ بات اس یار کی — نہ سوجھی کوئی راہ انکار کی

اٹھا کر وہیں خامہ دلپذیر — لگا لکھنے میں عشق رانجھا و ہیر

وزن شعر کا لکھدیا اس اصول — فعولن فعولن فعولن فعول

بہ اقوال شعرائے نامی سلے — حسن جان کر میں نے وہ بھی لئے

جہاں میں سخنور جو ہیں خوش کلام — مرا سب کی خدمت میں پہنچے سلام

وہ جس شعر میں دیکھہ پائیں خطا — کریں میرے اوپر خدا را عطا

زباں روک لیں نکتہ چینی سے سب — کریں خردہ گیری نہ وہ بے سبب

جو ہیں وہ سخندان شیریں کلام — نہیں ان سے ہرگز چھپا یہ مقام

کہ علم سخن سخت دشوار ہے — سراسر طبیعت کو آزار ہے

وزن قافیہ جبکہ ہوتا ہے تنگ — تو کھوتا ہے شاعر کے دل کی امنگ

خور و نوش سے بھی ہو بیزار دل — رہے فکر و افکار میں مضمحل

نہیں پائخانہ بھی آتا اسے — کہ ہو قافیہ تنگ آکر جسے

کرے عرق ریزی جو دو دو پہر — تو شاید کوئی شعر ہو پر اثر

مگر وہ جو ہیں خود پسندان دہر — بلاشک رکھیں گے روا مجھ پہ قہر

خطا ایک ہوگی بتا دینگے نو — کرینگے مری جنس گندم کی جو

نہیں عیب پوشی سے مایہ انہیں — جو طرز خودی ہے یہ بھایا انھیں

اسی واسطے ہوں سے لاچار میں — کری سب مصیبت یہ اظہار میں

خطا ہو ہی جاتی ہے انسان سے — سبب ہے یہ سہو و نسیان سے

آغاز داستان مثنوی ہذا

پلا ساقیا بادۂ خوش گوار — مجھے مثنوی اب یہ لکھنی ہے یار
پلا دے کوئی ساغر دل نواز — نشہ میں لکھوں تاکہ الفت کا راز
بظاہر لکھوں عشق رانجھا و ہیر — بمعنی لکھوں عشق رب قدیر
مجھے یاد ہے مثنوی کا کلام — لکھا مثنوی میں ہے یہ لا کلام
خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں
بہت خوب ہے یہ کہ اسرار یار — کرے اور قصوں میں اظہار یار
بہانا کیا میں نے بھی ہیر کا — وگرنہ یہ سب ہے اور ہی ماجرا
محباں ذرا کھول کر گوش جاں — سنو ہیر و رانجھے کی یہ داستاں
ہزارا ہے اک شہر پنجاب میں — بھرا ہے محبت کے اسباب میں
وہاں موجو جٹ ایک زمیندار تھا — کہ سب قوم کا اپنی سردار تھا
پسر سات تھے اسکے نو دختریں — بہت حسن بخشا تھا حق نے انھیں
اُسی سے تھا رانجھا تولد ہوا — مگر حسن تھا اسکا سب سے سوا
تھی موجو کو رانجھے سے الفت کمال — کہ تھا حسن میں وہ جو یوسف مثال
اُسے اُسکی اماں بھی کرتی تھی پیار — حسینوں کا ہر ایک ہے خواستگار
حسد بھائیوں کو مگر اُس سے تھا — برادر تھے یوسف کے جیسے خفا
وہ تھے چاہتے اسکو دیویں نکال — پدر کا ہونا ہم پہ ہر دم خیال
مگر باپ کے سامنے اے فتا — کسی کا نہ رانجھے پہ بس چل سکا
حسد سے زمانہ یہ معمور ہے — قدیمی یہی اس کا دستور ہے
جہاں دیکھتا ہے یہ دو دل ملے — تو کرتا ہے فی الفور انکو جدے

تھا راہو اسو جو کا انتقال — ہوا دل پہ رانجھے کے صدمہ کمال

شب و روز روتا تھا رانجھا ہمیش — پڑا دن جو یہ اسکے آیا تھا پیش

ابھی غم پہ اسکا ہوا تھا نہ کم — پڑا ماں کے مرنیکا جو غم پہ غم

کروں اسکے غم کا اگر کچھ بیاں — تو ہوں ہفت افلاک گریہ کناں

نہ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا تھا وہ — غم و درد میں ان کے روتا تھا وہ

اٹھیں جسکے سر سے یہ ماں باپ یار — تو کیونکر نہ ہو غم میں سینہ فگار

مگر بھائی سب اسکے مسرور تھے — کہ تھے وہ خدا سے یہی چاہتے

جو حاصل ہوا ان کا یہ مدعا — لگے کرنے ہر روز اس پہ جفا

رانجھے کا ہیر کو خواب میں دیکھنا

جسم روح محبت

جفا پر جفا اور ہوتی ہے کیا — کیے عشق نے آکے فتنے بپا

کہ اک دن جو رانجھا کہیں سو گیا — نظر آ گئی اسکو اک مہ لقا

اگر حسن کی اسکے دوں کچھ مثال — تو حوران جنت کو ہو انفعال

درخشان و تابان و زہرہ جبیں — رخ زیب و گلرنگ و نقشہ حسیں

بھرا چاہ سے تھا وہ چاہ ذقن — کہ آب معلق نہ ہو خندہ زن

کرشمہ چکاں تھی وہ چشم سیاہ — کہ سرمہ سے جسمیں حیا کی نگاہ

گل رخ پہ وہ خال بلبل مثال — گویا بیت ربی میں حبشی بلال

وہیں پیچ آئی کہوں یا صد فتنا — تو تھے سلک گوہر وہ دانت یکجا

وہ پیچی الف پا کہ پہلا تھا وہ — دیا پھول گل کا کھلا یا حسد

نمک پاش میگوں و بادہ چکاں — لب لعل مرجان یا آتش فشاں

سیہ بار زلف چلیپا کمند — متاع دل و جاں کو جس سے گزند

دیا پیکر ایمان سے وہ نجائے — جو اسلام کے سلسلہ میں نہ آئے

کروں جعد مشکیں کی تعریف کیا — کہ سے پیچ در پیچ فکر رسا

پڑا پیچ جو اسکی قسمت کا آ — کہ کہنے لگی اسکو وہ دل ربا

کہ رانجھے میں تجھپر سے واری گئی — اُتارے کی صورت اُتاری گئی

تو آرام میرا ترے چین میں — لگا بیٹھی اب تجھسے دو نین میں

ترا نام رانجھا میرا نام ہیر — ہیں محتاج تیری تو میرا فقیر

مگر کی نہ رانجھے نے کچھ قیل و قال — کہ بیخود تھا وہ اسکا محو جمال

ابھی تک ہوا تھا نہ وہ سیر وصل — کھلی آنکھ یک لخت با شور فصل

گیا اٹھ پلنگ سے مگر دل اداس — غم و درد فرقت ہوا سے قیاس

نہ وہ گاؤ بیٹھیں چرانے گیا — ہوا گھر کے کاموں سے بھی جی خفا

مگر ہیر کا نام ورد زباں — لگا رہنے رانجھا کے روز و شباں

اگر بانسلی بھی بجاتا تھا وہ — وہی نغمہ ہیر گاتا تھا وہ

زمین کا بٹارا اور رانجھے کا ہل جوتنا کھیت بنجر میں اور [illegible] دینا اکبری بھاوج کا

جسم — ایام مشقت

ہوئے فوت رانجھے کے جو والدین — تو بھائی نہ دیتے تھے رانجھے کو چین

اُدھر وہ بھی کرتا نہ تھا گھر کے کام — نظر آگئی تھی جو ماہ تمام

اگر ہیر کا اس کو ہوتا پتا — کہ کس شہر میں ہے وہ ماہ لقا

تو بیدار ہوتے ہی وہ خواب سے — پہنچتا اسی شہر میں جاوے

مگر کیا کرے سخت مجبور تھا — جو پڑتی رہی سر پہ سہتا رہا

عداوت لگے رکھنے بھائی سبھی — نہ آرام دیتے تھے اُس کو کبھی

یہاں تک کہ اک روز کر کے فساد — سبھی بانٹ لی باپ کی جائداد

اور اک کھیت رانجھے کو بھی دیدیا — جو بنجر قدیمی تھا خالی پڑا

ہوئی جبکہ تقسیم وہ جائداد — تو رانجھا لگا کرنے موجو کو یاد

یہ کہتا تھا رورو جو ہوتا وہ اب — تو ملتا مجھے کھیت بنجر یہ کب

نہ پھر ہیر کا وصل بھی تھا محال — کہ ہر طرح تھا اُسکو میرا خیال

غرض پھر کیا اُسنے صبر اختیار — بناچار اُٹھا واں سے وہ یار

کیا اُسنے تیار قلبہ[1] شتاب — گیا جوتنے کھیت بنجر خراب

نہ جانے تھا وہ قلبہ رانی[2] کا کام — پڑے ہاتھ پانو میں چھالے تمام

ہوا دھوپ میں وہ بچارا ظہیر — لگا کہنے رو رو گریباں کو چیر

کہ اے باپ میرے تو ہی اب کہاں — پڑیں تیرے بیٹے پہ یہ سختیاں

جو آکے دیکھتا اپنے رانجھے کا حال — تو شاید تجھے ہوتی رقت کمال

کبھی کہتا تقدیر کو کیا کروں — کبھی کہتا بیلیوں کو بس چھوڑ دوں

غرض حال رانجھے کا بیحال تھا — اسی غم میں دل اسکا پامال تھا

دیا چھوڑ بیلوں کو اُسنے شتاب — گیا بیٹھ سائے میں وہ دل کباب

یہ بیٹھا ہی تھا چھوڑ کر ہل ابھی — کہ اتنے میں بھاوج بڑی آگئی

لگی کہنے رانجھے سے ہو کر خفا — نہیں چلتا ہل تجھ سے او بیحیا

کما کر بھلا کسطرح کھائے گا — عبث ٹھوکریں کھا کے مر جائیگا

نہیں چلتا افسوس اب تجھ سے ہل — پرے چل نکھٹو یہاں سے نکل

---

[1] قلبہ ہل ۱۲ منہ — [2] قلبہ رانی ہل چلانا ۱۲ منہ

اگر ایسا نازک ہے تو جا کے جھنگ — ابھی ہیر کو بیاہ لا بے درنگ
تجھے خواب آنے لگے ہیر کے — یہ پاسے پڑے تیری تقدیر کے
سنا جھنگ کا نام رانجھے نے جب — کہا اکبری سے کہ جاتا ہوں اب
اُسی وقت رانجھے نے باندھی کمر — ہوئی بھائیوں کو بھی اُسکے خبر
کہ رانجھا چلا آج پردیس کو — خفا بھائیوں اور بھاوج سے ہو
سبھی دوڑ کر بھائی آنے لگے — بناوٹ سے باتیں بنانے لگے
کہا سب نے رانجھے سے مت جا کہیں — ترا بیاہ کر دیں گے بھائی یہیں
کہا بھاوجوں نے بھی اے دیورا — خدا کے لئے تو یہاں سے نہ جا
ترے ہم سبھی زیر فرمان ہیں — دل و جان سے تجھ پہ قربان ہیں
عزیزو! تمھارا بڑا ہوشیار — سمجھتا تھا ہیں سب یہ فتنہ شعار
کہا میں نہ ہرگز رہوں گا یہاں — مجھے دیکھنی ہے وہ جانِ جہاں
یہی آگیا میرے دل میں خیال — پیوں ہیر سے لیکے جامِ وصال
یہاں آب و دانہ ہے مجھ کو حرام — پڑا ہیر کے جھنگ سیالے سے کام
بغل میں دبا کر کے پھر بانسلی — غرض جھنگ کی راہ رانجھے نے لی
بچارا وہ لے بانسلی یوں چلا — کنھیا تھا کُبجان کے گھر جوں چلا
چلم چل چلم چل ہوئی جب کہ شام — کیا ایک مسجد میں شب کو مقام

تعریف مسجد و مدرسہ اسلامیہ

کہوں اُسکو مسجد یا بیت العتیق — ہوئی جو کہ تربیت میں اُس کی رفیق
یہ ادنیٰ ہے وصف اُسکا خوش خصال — کہ اقصیٰ سے دیجائے اسکی مثال

کُبجان کرشن کنھیا کی محبوبہ کا نام ہے ۱۲ منہ

تہا اک مدرسہ اسمیں بس فیض عام　　کہ تھا درس و تدریس کا انتظام
معلّم اتالیق فاضل دریس　　اطبا و قاضی و مفتی جلیس
تھا ہوتا وہاں درس فقہ و اصول　　سبق بعض کا صرف و نحو و فصول
حدیث اور صحاح اور قاضی قطب　　معارج نبوت معانی خطب
پڑھے کوئی مجموعہ سلطانیاں　　فتاوی برہنہ و حفظ قران
مشارق و مشکوٰۃ اور کافیے　　تھا مسلم کا پڑھتا کوئی حاشیہ
کوئی حیرت الفقہ زرّاویہ　　شرح ملّا تفسیر شاہا تبیہ
کوئی مولوی معنوی کی کتاب　　کوئی کیمیائے سعادت کا باب
گلستاں کوئی بوستاں کا سبق　　پڑھے تھا بچارا کوئی نام حق
کوئی حمد باری و مصدر فیوض　　کوئی گنج اور منتہے العروض
کریما کوئی مقیما کوئی　　پڑھے کوئی دستور و انشا کوئی
کوئی طوطی نامہ و دانش بہار　　کوئی نورتن اور مینا بازار
کوئی غنیۃ الطالبین پڑھ رہا　　فصوص الحکم کوئی عربی دعا
سکندر کوئی سام نامہ پڑھے　　کوئی پند نامہ زلیخا پڑھے
بلاغت ادب اور منطق حساب　　کوئی پڑھتا تجوید و ہیئت کا باب
رمل ہندسہ کوئی علم جفر　　ہدایہ کوئی کوئی نور البصر
کوئی علم طبی کا ماہر ہوا　　کوئی برق اثر آسپہ ظاہر ہوا
قصص اور قصائد مناقب کوئی　　پڑھے تذکرہ حکمت و طب کوئی
کفایہ کوئی طب اکبر کوئی　　پڑھے کوئی قانون علوی علی
کوئی چیستاں اور ظرائف کوئی　　تحائف کوئی اور لطائف کوئی
کرے تھا کوئی باغ اکبر کی سیر　　کوئی داغ صاحب کے دفتر کی سیر

پڑھے کوئی دیوان حافظ کھڑا
کوئی باغ طیبہ کی دیکھے بہار
نتیجہ کوئی دیکھے عیاش کا
کوئی شکوۂ بیوہ پڑھنے لگا
پڑھے ہے کوئی جوئے غفوری کا باب
کوئی عشق کی وہ تمازت پڑھے
لوامع ذبیح کوئی پڑھنے لگا
کوئی عاشق زار مثل اویسؓ
لکھائی کا احوال گردوں سنا
کوئی لایا تختی اچھی پوت کر
کوئی خط کنہ پر تھا ابجد نویس
کوئی لکھتا املا عبارت کوئی
کوئی لکھتا آداب و رقعے مدام
تواریخ عالم کا ناقل کوئی
دکھانے لکھائی سب استاد کو
لکھا جسنے اچھا اُسے مرتبا
اور استاد کے ہاتھ سے وہ مگر
کسی کا اُسیوقت مرکب بنا
جو قمچی کی اوپر سے نوبت جھڑی
کسی کو وہاں گوشمالی جو دی
کسی کے لگے ہاتھ پر سات ردل

جلالی کا پڑھتا کوئی شعرہ
لگا شوق سے پڑھنے جوبن بہار
پڑھے کوئی تزباچہ ترسدا
مرقع کوئی حفظ کرنے لگا
کوئی ارمغان دل سے ہو فیضیاب
کوئی دلبروں کی شکایت پڑھے
رقابت کا ناول کوئی دیکھتا
لگا شوق سے پڑھنے دیوان قتیلؔ
تحیر میں ہوں منشیان قضا
کوئی لایا وصلی نئی گھوٹ کر
کوئی مشق خوشخط پہ بید نویس
قصص اور ہندی حکایت کوئی
لکھتے کوئی مکتوب خط تھام تھام
غبی تھا کوئی اور عاقل کوئی
پہنچتے غرض اپنی سب داد کو
تھا شاباش و تحسین کا تحفہ دیا
جو بد خط تھے پاتے سزا بیشتر
پکڑوا کے کان اُسپہ پتھر دھرا
برسنے لگی آنسوؤں کی جھڑی
تو آواز طنبورا آنے لگی
حساب اور املا گیا ہو کے بھول

طپانچے کسی کے سہی کر دیا
کسی کو شکنجے میں دے کے کھچا
غرض کیا لکھوں سب سزاؤں کی حال
مجھے خوف آتا ہے اُس روز کا
جو احکام داور سے مفرور ہوں
ڈرو دوستو قہر شاہی سے اب
کرو تم مناجات حق سے مدام
غرض وقت خفتاں (عشا) میاں جی نے آ
کہی پھر اذاں اور پڑھائی نماز
کہ جوں کوئی مزدور کر اپنا کام
پھر انجھا بجانے لگا یا تسلی
میانجی نے پر اُس کو دھمکا دیا
ستاتے ہیں ملّا یہ ہر ایک کو
زباں زوریاں ان کی گر تم سنو
ملا ایک مُلّا مجھے بھیڑ تھل
اسی طرح سب کو ستاتا تھا وہ
اپاہج تھا وہ دیدۂ علم سے
غرض حال ملا ملانوں کا یار
گھروں میں جو لوگوں کے جاتے ہیں یہ
رہے خواہ دوزخ میں مُردہ مدام
کسی کو ملے جا سے خلد بریں

کسی کو دیا پائے باچان بنا
بچارا کرے تھا پڑا ہائے ہا
کہ ڈر جائینگے سن کے نازک خیال
ملے ناسزاؤں کو جس دن سزا
تو بیشک وہ اُس روز مقہور ہوں
رہو دور اس روسیاہی سے اب
کہ تا تم کو بخشے وہ دارالسلام
دیا اُس مسافر کو کھانا کھلا
دعا کو کیئے ہاتھ سب نے دراز
کرے مختتانہ طلب وقت شام
لگی جس کی آواز مسافر کو بھلی
جبھی تو بچارا وہ چپ ہو رہا
نہیں جانتے کچھ بد و نیک کو
تو راستے نمط بیٹھ کے سر دھنو
تعصب سے تھا اُسکے باطن پہ پل
جہالت پہ جب اپنی آتا تھا وہ
سند جھل کی تھی جو پائی اُسنے
سہے ابتر بہت آج کل دل فگار
سبق اور ہی کچھ پڑھاتے ہیں یہ
انھیں اپنے پر حلوہ مانڈہ سے کام
مگر یہ کہیں دوزخی بالیقیں

نہیں جانتے یہ خدا کو غفور
جبھی کھینچتے ہیں یہ اپنے کو دور

تجھے کیا پڑی قیس خاموش رہ
جو ہے بات کہنے کی وہ جلد کہہ

فراغت ہوئے جب وہ پڑھکر نماز
تو مسجد سے سب چل پڑے پاکباز

مگر رہ گیا وہ بچارا غریب
جسے آج غربت میں لائے نصیب

محبت میں زلف سیہ فام کی
شب غم ہوئی رات آرام کی

ستارہ صبح کا ہوا جلوہ گر
اُٹھا بستر اُسنے باندھی کمر

رانجھے کا دریائے چناب پر بانسلی بجانا اور لڈن ملاح کی عورتوں کا اُس پر عاشق ہونا

پلا ساقیا آب دریا جمن
کہ ہوں بحر الفت میں میں غوطہ زن

مجھے ساحل مدعا دے دکھا
نہ گرداب ہجراں میں غوطہ کھلا

غرض اُٹھکے مسجد سے رانجھا چلا
مگر دل میں کرتا گیا یہ دعا

کہ یارب ملا مجھ سے اب ہیر کو
بدل دے تو فرقت کی تحریر کو

ملا جلد اب میرے دلدار کو
شفا بخش الفت کے بیمار کو

مرا ہیر سے جلد کر دے ملاپ
میرے پاس جھٹ چلی آئے آپ

مجھے اُسکی نظروں میں مقبول کر
دل اُسکا میرے دل سے مشغول کر

یہی کہتا جاتا تھا وہ راہ میں
تھا ڈوبا ہوا ہیر کی چاہ میں

اُسے راہ میں ایک دریا ملا
جو تھا قلزم و نیل سے بھی سوا

جمن اور گنگا کو کیا تاب ہے
سمندر بھی جس آگے پا آب ہے

مگر شاہ نہر لوڑیہ کی ضرور
بڑھی اُس سے رتبہ میں عبد الغفور!

کہ ہے پانی اسکا جوں آب حیات ۔۔۔ کیا جس نے وہ چشمہ خضرؑ بات
مگر پل پہ اسکے بنا نا نہ گھر ۔۔۔ وگرنہ ہے پھر جان کا بھی خطر
جو گھر اپنا پل پہ بناتا ہے یار ۔۔۔ تو اک روز جی سے وہ جاتا ہے یار
غرض پہنچا رانجھا جو دریا اوپر ۔۔۔ اُسے ایک کشتی پھر آئی نظر
بہت آدمی اُسپہ اسوار تھے ۔۔۔ وہ ملاح بھی خوب طرار تھے
تھا اک ناخدا نام لڈن جمیل ۔۔۔ بہت سنگدل تھا وہ مرد بخیل
کہا اُسکو رانجھے نے اے کامگار ۔۔۔ مجھے بھی خدا کیلئے کر تو پار
کہا ناخدا نے کہ پیسہ تو دے ۔۔۔ ترے ہم خدا کو نہیں جانتے
کیا ہم نے کشتی کو بہر شکم ۔۔۔ نہ پیسے بنا کر سکیں پار ہم
جو دیوے نقد ہم اسکو کرتے ہیں پار ۔۔۔ زبردست مغرور ہوتے ہیں خوار
نہ مفلس کو ہرگز کریں پار ہم ۔۔۔ کہ ہیں ڈوم بھاٹوں سے بیزار ہم
کیا جب نہ رانجھے کو دریا سے پار ۔۔۔ ہوا بس وہ مایوس و مغموم و زار
ہوا غم کے مارے وہ گریہ کناں ۔۔۔ مصیبت میں ہر شخص روتا ہے ہاں
کسیکا کوئی غم میں ساتھی نہیں ۔۔۔ قضا بھی مصیبت میں آتی نہیں
خدایا زمانہ وہ کب آئے گا ۔۔۔ مصیبت سے جو ہم کو چھڑوائے گا
ہوا جبکہ غم بیچ رانجھا نڈھال ۔۔۔ اُسے اپنی بنسلی کا آیا خیال
ہزاروں سے جس وقت آیا تھا وہ ۔۔۔ یہی بانسلی ساتھ لایا تھا وہ

رانجھے کی بانسلی کی تعریف

نہ تھی بانسلی ناوک غم تھی وہ ۔۔۔ نہ دل چھیدنے میں بھی کچھ کم تھی وہ
بھلا کشن بنسی کی ہے کیا مجال ۔۔۔ کرے نے سر رانجھے کی خنجر قتل و قتال

بندھے اُسمیں ریشم کے تار اسطرح
کہ ہوں حلقۂ زلف لیں جسطرح

پڑے اسمیں چاندی کے چھلّے کئی
حقیقت میں اُنگلی تھی وہ ہیر کی

پڑی اُس میں بلّور کی چوڑیاں
گویا ہیر کی تھی کلائی عیاں

گولائی میں نخے اسکی موتی جڑے
گویا ہیر پہنے کھڑی دو لڑے

سریلی تھی آواز اور اچپلی
گویا ہیر بولے تھی اسمیں چھپی

جو لیتا تھا سُد اُسکے منہ سے لگا
تصور میں چومتے تھا منہ ہیر کا

پھراتا تھا بنسلی پہ جو اُنگلیاں
گویا پیٹ پر ہیر کے تھی رواں

کہوں بانسلی اُسکی یا ہیر میں
اسی غم میں بیٹھا ہوں دلگیر میں

اُسے بانسلی کہنا زیبا ہے کب
صفت ہیر کی ہو عیاں جسمیں سب

نہ تھی بانسلی ہیر ثانی تھی وہ
ہزارے کی یوں تو نشانی تھی وہ

بجاتا تھا وہ جس جگہ بانسری
تو سننے کو آتے تھے جن و پری

وہ جسوقت ہوتا تھا نغمہ سرا
تو غیرت میں آتی تھی اندر سبھا

کہاں تک کروں وصف بنسلی کا میں
جسے سنکے زہّاد روتے رہیں

وضو شیخ صاحب کا بھی ٹوٹ جا
جو اس بزم عیش میں آئیں ذرا

مگر جذب یہ کار عشّاق ہے
سرافیل سننے کا مشتاق ہے

بھری جسمیں ہوئے صدائے الست
تو کیوں ہوں نہ روحانیاں سنکے مست

نہاں جس میں وہ عہد میثاق ہو
تو وہ کیوں نہ مرغوب آفاق ہو

چھُپا ہے اسی میں تو وہ نفخ صور
اسی کا تو تتمہ ہے یوم النشور

یہی تو ہے وہ گریۂ سوز عشق
یہی تو وہ سوزش ہے دلدوز عشق

یہی تو ہے لیلیٰ کا نور نظر
یہی تو ہے مجنوں کا سوز جگر

یہی تو ہے یوسف کا حسن لقا
یہی ہے زلیخا کا عشق و وفا

اسی پہ تو شیدا ہے یہ مرغ جان / یہی تو ہے گلزار خوبی کی شان
نہیں ہے یہ وہ بانس کی بانسلی / مگر گریۂ عارفان و ولی
شکایت یہ کرتی ہے یوں ہجر کی / شکایت یہ کرتی ہے یوں ہجر کی
کہ جب سے ہوئی ہوں میں بن سے جدا / سبھی روتے ہیں سنکے نالہ میرا
جگر جس کا فرقت سے صد چاک ہو / سناؤں اسے اپنے میں درد کو
بچھڑ جائے جو اپنے دلدار سے / نہ کیسے بھلا پھر وہ نالہ کرے
طلب ہے اُسے ہو کہ پھر بھی ملوں / کوئی شکل ملنے کی پھر دیکھ لوں
میرا نالہ سب نے سنا ہے مگر / میرے بھید سے سب رہے بیخبر
میرا بھید دانا سمجھتا ہے سب / مگر ہے جو ناداں وہ ہے بوا لعجب
میرا راز باطن وہ پاتا نہیں / کہ وہ گوش ظاہر میں آتا نہیں
یہاں سنتے ہے مرد کامل مراد / جسے بانس تونے کیا اعتقاد
سماعت اگر گوش باطن میں ہو / تو ممکن نہیں راز اسے راز جو
مگر گوش حس سے تو لیتا ہے کام / جو ہیں ایسی باتوں سے بہرے مدام
غرض بانسلی وہ بجانے لگا / جدائی کا قصہ سنانے لگا
بجی بانسلی اُسکی واں اس قدر / ہوئے وجد میں خواجگان و خضر
مسافر سفینہ پہ تھے جو سوار / گئے بھول سب اپنے شہر و دیار
اُسی طرف کشتی کے بھی کان تھے / سبھی مرد و زن اسکے حیران تھے
نہ گریاں تھے سن سنکے کچھ ناخدا / وہ دریا بھی نالاں ہوا باخدا
تھا واں پہ دو عورتوں کا گذر / ہوا تھیں مگر حسن میں جوں قمر
اُسی ناخدا کی تھی وہ عورتیں / ہوا عشق رانجھے کا دل سے اُنھیں
لگیں کہنے رو رو کے اے نوجوان / خدا کے لئے ہم پہ ہو مہرباں

ہمیں بھی تو یہ بانسلی دو ستا
جسے سنکے روتا ہے چھوٹا بڑا

مقدم ہمارا رچھا نا کرو
ہمیں اپنی دل خواہ مانا کرو

چلو گھر پہ آرام فرمایئے
گھڑی دو گھڑی میں چلے جایئے

یہ دو دل ہمارے تمھارے نہیں
پر اب یہ تمھارے ہمارے نہیں

مکاں گو ہمارا تمھارا نہیں
پر اب وہ تمھارا ہمارا نہیں

یہ جوبن ہمارا تمھارا نہیں
مگر اب تمھارا ہمارا نہیں

تمھیں حسن حق نے دیا ہی کمال
تمھیں پر تو شیدا ہے ہیر سیال

تمھارا ہی تو اسکو آیا تھا خواب
تمھارا ہی تو اسکو ہے پیچ وتاب

یہی بانسلی ہے وہ جس کی صدا
سنی خواب میں ہیر نے دل کشا

لگا کہنے رانجھا کہ تم کون ہو
مجھے حال سے اپنے ماہر کرو

لگی کہنے سب کچھ ہیں پر کچھ نہیں
کجا مہر گیتی کجا مہ جبیں

تمھیں حق نے بخشا وہ حسن وجمال
شگفتہ ہوئی جس پہ ہیر سیال

سنا ہے کہ تم اُسکے آئے تھے خواب
کہ جوں ماہ کے خواب میں آفتاب

اُسے بانسلی تم سناتے رہے
بڑی دیر تک یوں رجھاتے رہے

یہاں تک کہ وہ تم پہ مائل ہوئی
بنا خوردہ شمشیر گھائل ہوئی

دل وجان سے تم پہ قربان ہے
ہمیشہ تمھارا اُسے دھیان ہے

پتہ آپ کا اُسنے ہم کو دیا
جو ہیں دیکھتی یہ ہی نقشہ تھا

سفینہ پہ اُس کا بچھا ہے پلنگ
یہ ملنے کا تم سے نکالا ہے ڈھنگ

کہ ہفتہ میں اک بار آتی ہے وہ
تمھیں پوچھ کر ہم سے جاتی ہے وہ

کیا پھر تو رانجھے نے شکر خدا
کہ ہے میری عاشق بھی وہ مہ لقا

کیا بعض نے ہے یہاں یہ کلام
سفینہ میں آئی وہ ماہ تمام

گویا ون تھا وہ ہیر کی سیر کا
مگر تھی غرض یہ ہی اسے خوش لقا

کہ رانجھا کسی روز آوے وہاں
تو دیدار وہ اسکا پاوے وہاں

تو رانجھے کو بس ہوگئی رات لیٹ
تو کشتی پہ لے آئے اسکو دو کس

پلنگ ہیر کا دیکھ خالی پڑا
رہا لیٹ اسپر وہ مرد خدا

اسی جا اسے ہیر آکر ملی
وہیں پہ ملاقات پہلی ہوئی

روایت نہیں ہے یہ پر معتبر
مگر یہ ملی باغ میں آن کر

تعریف باغ ومکان ہیر

پلا ساقیا بادۂ گل مجھے
چہکنا ہے اب شکل بلبل مجھے

جو اس باغ عالم میں آیا ہوں میں
یہی دل میں ارمان لایا ہوں میں

پیوں تجھ سے لیکر شراب وصال
ملے مجھ سے خود آکے وہ خوشجمال

غرض بیٹھ کشتی میں رانجھا غریب
ہوا پار چناب سے بانصیب

مطیع کرلیا اسنے لڈن جھبیل
نہ کشتی لگانے میں کی اسنے ڈھیل

اتر کر وہ کشتی سے آگے چلا
تو خضر طریقت ہوا رہنما

نظر آیا رانجھے کو پھر ایک باغ
تھا فردوس کو جسکی غیرت سے داغ

ارم رشک میں رہ گیا دیکھکر
ہزیمت کا اپنی ہوا اس کو ڈر

عجب تھا وہ گلزار رشک بہار
ریاض و ریاحین سے مشکبار

کروں اسکی تعریف میں کیا بیاں
کہ ہو جسکا مداح سارا جہاں

مگر خیر لکھتا ہوں قدرے قلیل
کہ رضواں نہ تا اسکو سمجھے ذلیل

کھڑے سرو شمشاد واں متصل
کہیں سنبل و کیلا تھے خندہ دل

گلاب و چنبیلی کہیں رائے بیل
کہیں موگرا موتیا کی جھمیل

کہیں سوسن و سیوتی کی بہار
حقیقت میں وہ پھول نرگس نہ تھے
کہیں جوہی داؤدی و سکھ چرن
کسی جا پہ صد برگ کی تھی بہار
جو سچ پوچھتے ہو نہ لالہ تھا وہ
کہیں زعفران و سعصفر کہیں
نہ سورج مکھی تھی نہ وہ زعفران
کہ عشاق کا رنگ ہوتا ہے زرد
کسی جا پہ شبو و چنپا کھلی
کسی طرف صعتر کہیں کاسنی
کہیں ہار سنگار کی تھی جھک
کہیں پہ وہ مولسری اشرفی
کہیں تھا درختوں کا اک جھمگھٹا
کسی جا بہی اور شریفے انار
روش ایکطرف بخاروں کی تھی
کسی طرف انگور وا نجیر تھے
شریفے کہیں اور کروندا کہیں
کسی جا تمر ہندی سوسن کہیں
کہیں بیر پیوندی و سنترے
کسی طرف لوکاٹ نورنگیاں
چھوہارا کہیں اور خرما کہیں

کہیں چشم نرگس میں آیا خمار
نمونے تھے وہ ہیر کی آنکھ کے
کسی جا پہ نسرین کہیں نسترن
کسی طرف لالہ کھڑا داغدار
دل داغ رانجھا سے کالا تھا وہ
کسیطرف سورج مکھی گردشیں
تھا نقشہ وہ بس شکل رانجھا عیاں
بشکل ہزارا سے دیکھ زرد
گویا ہیر کی تھی وہ چنپا کلی
بنفشہ کسی جا لگی فاسشنی
کہیں تازگی حنا کی لہک
کہیں گل دوپہری کہیں گلرخی
لگے سیب و امرود اور فالسے
کہیں ناشپاتی لگی خوشگوار
سپستاں کہیں اور کہیں گوندلی
کہیں بیل شہتوت و جمیر تھے
ترنج اور کمرخ کسوندا کہیں
کٹھل اور بٹھل اور جامن کہیں
کہیں بید مجنوں کہیں کمسرے
کہیں نار کھوپا کہیں جپالیاں
کہیں لیچی اور آلوچا کہیں

کسی طرف کشمش منقے کہیں
کہیں جوز ہندی و بادام تھے
کہیں نخل آموں کے جوں لوٹے
کسی طرف بمبئی دیسی کہیں
کسی طرف دھنیا کہیں سونفیا
کسی طرف لڈوا کہیں لیموا
کہیں بارہ ماسی و لنگڑا اکھڑا
کہاں تک درختوں کے بتلاؤں نام
کہیں طوطی و قمری و عندلیب
کہیں کوئل و مور کا شور تھا
کہیں فاختہ اور پیتا غریب
پپئی اور بیا اور ممولا کہیں
چڑے تھا کہیں گاؤ عنبر فگن
کسی جا تھا چیتل و گوزن کہیں
کہیں موش خرما پھرے شاخ شاخ
کسی طرف اونٹوں کی بیٹھی قطار
کسی طرف بینڈھا کہیں گورخر
قفس میں کہیں شیر بھی قید تھا
کہ تھا باغ وہ سیر کا بس تمام
زبردست را تھا یہاں آئیگا
اُسے ڈال لیویگی وہ قید میں

کسی طرف شفتالو و یاسمین
کہیں چار مغز اور کیلے لگے
کہیں مالدہ اور سیندوریہ
کہیں گل شکر اور کہیں انگبیں
الائچی کہیں اور کہیں وردیا
کسی طرف طوطا پری کا کھڑا
کسی طرف زردہ بھی ٹپکے پڑا
نہوں ایک عرصہ میں بھی جو تمام
چہکتی با آوازِ خوش ہر لبیب
پپیہا کہیں کبک و تیتر لوا
کہیں لال پیلی کبوتر عجیب
کہیں ققنس و لپوہ تھا کہیں
گیا چوکڑی بھول آہو ختن
کسی جا تھا لنگور و بوزن کہیں
کہیں فیل خانہ کہیں دیو لاخ
کہیں گاؤ اور گاؤ میشیں تھی یار
کہیں بربری بکریاں بیشتر
اُسے قید کرنے میں اک بھید تھا
سمجھ مدعا اس کا اے نیک نام
نہیں شیر سا چھوٹنے پائے گا
بنایا تجھے قید کا بھید میں

تھا اُس باغ میں اک مکاں ہیر کا
کہ معمار گردوں کی تعمیر کا

بلندی کی اُسکے اگر دوں مثال
تو پہنچے ابھی لامکاں تک خیال

جو اظہار کچھ اُسکی تزئین کروں
قزل ارسلاں کو ابھی مات دوں

مکاں پہ تھے گل اور بوٹے ہوئے
کہیں حوض فوارے چھوٹے ہوئے

کہیں ساون بھادوے کی بہار
خیاباں کہیں اور کہیں جوئبار

نسیم سحر اُسکے پھولوں میں آ
کھلایا کیا روز اک گل نیا

کہیں حوض میں مچھلیاں بیشتر
سنہری تھیں ناک میں لال پر

لب حوض گملے دھرے پُر بہار
گلِ نوشگفتہ قطار در قطار

جو تھا وہ چمن گلبدن ہیر کا
گل انواع تھے اُسمیں فرحت فزا

وہ تھی نوجواں جسطرح مہ لقا
تھا ویسے ہی گلشن ہرا اور بھرا

نہیں اسمیں آیا تھا گلچیں کا دم
خزاں بھی تھی بالکل وہاں کالعدم

وجہ اُسکی یہ تھی سنو تم ذرا
ہر اک گلشن حسن تھا ہیر کا

گلِ رخ و نارنج پستان پہ
نہ یکدست پہنچا کوئی دست پر

نہ ٹوٹا ابھی پھول رعنا رکا
نچوڑا نہ شربت کبھی انار کا

نہ عنّاب لب پہ ہی دنداں لگے
نہ سیب ذقن ہی سے ٹوٹے مزے

سمجھ باغ کو ہیر نے آپ سا
مکاں تھا وہ سونے کا بنوا لیا

بچھا اک پلنگ اسمیں عشرت مآب
کیا کرتی تھی ہیر آ اسپہ خواب

بچھونا تھا مخمل کا اُسپہ بچھا
سرھانا سرھانے دھرا جال کا

اسی جال میں ہوگا رانجھا اسیر
یہی تو ہے وہ دام تزویر ہیر

تھے گل تکیے دونوں طرف نرم نرم
رخ ہیر سے جن کو آتی تھی شرم

مسہری کا عالم فلک اوّلیں
نظر آسماں کی ہو جس پر نگیں

بچھا اُس مکاں بیچ دیبا کا فرش
خواصیں جو آئی تھیں ہمراہ ہیر
لگے جھاڑ و فانوس گو واں ہزار
شمع کی وہاں شب کو حاجت نہ تھی
علاوہ ازیں اُس مکاں بیچ یار
نہ تھی کچھ ضرورت بھی قندیل کی
تھا خورشید ساں حسن ہیر سیال
مکانِ منور خواصیں وہ ہیر
اُجالا ہوا آپ ایسا انتشار
دیا یہ کہ تن برج قرطاس کا
دیا یہ کہ اولی ہی سمجھا اُسے
دیا یہ کہ وہ اُن کا داغی غلام
دیا یہ کہ جو نور ان سے بچا
ضرورت جسے کچھ پڑے نور کی
یہی تو ہے مہتاب وہ نور بخش
کبھی آسمانوں پہ اس کا مقام
کبھی چشم عاشق میں پیکِ نظر
بجز سیاہی چشم و گیسو وہاں
مگر انکی پستاں کا ہے اشتباہ
ہمیں اس سے کیا ہی وہ پردہ کی چیز
وہ سیاہی جو تھی چشم و گیسو میں یار

کسی طرف قالینِ زیبا کا فرش
لگا تھیں وہیں انجمن دلپذیر
مگر انکے آگے تھے وہ شرمسار
پہ تھی حسن میں اُن کے تابندگی
جڑے لعل تھے سقف میں بیشمار
کہ ہر خواص تھی رشک مہتاب سی
شب تار کی واں نہ گلتی تھی دال
وہ لعل درخشاں جو دیکھے کشیر
دیا چاند کو اُنکی زلفوں پہ وار
ستاروں کی صورت فلک پر لگا
تصدق کیا دور پھینکا اُسے
کرے خال کو دور سے ہی سلام
پہ بالائے طاقِ فلک دھر دیا
تو دیتی سے نہ لاکر اُسے چاندنی
حسینوں کو جس نے کیا ماہ وش
کبھی ہے زمیں سے بھی نیچے خرام
کبھی دل میں ہے عارفوں کے گذر
ہوئی تھی نہ سینہ پہ ابتک عیاں
کہ تھی سوسنی وہ نہ ہو جائیں سیاہ
وہ ہو سوسنی یا کہ ہو سیاہ تیز
اجالے کا ہاتھ اسکے تھا اقتدار

کہ کافر سے ہوتی ہے مومن کی قدر — اندھیرے سے ہوتی ہے چاندنی کی قدر
ہوئی قدر جینے کی بھی موت سے — کہ ہے قدر ذاتوں کی بھی گوت سے
ہے عورت کی بھی قدر گھونگٹ سے یار — جو انمرد کی قدر ہمت سے بار
شکاری کو دھوکہ کی ٹٹی سے قدر — ہے بیٹے کو بھی اپنی ہٹی سے قدر
شب تار سے قدر بدر منیر — ہے مہتاب سے قدر مہر منیر
ہے صحت کی بھی قدر امراض سے — محبت کی ہے قدر اعراض سے
ہوئی قیس سے حسن لیلیٰ کی قدر — ہے شیریں سے فرہاد شیدا کی قدر
ہے رانجھے کو بھی ہیر جٹی سے قدر — جو ہے حسن کی مانگ پٹی سے قدر
شب قدر جس وقت ہوئی تمام — تو مشرق سے نور آتا بہر سلام
تو انگڑائی لیکر کے اٹھتی تھی ہیر — سوئے خانہ جاتی تھی وہ دلپذیر
وہ گھر جاکے ماں باپ کو کر سلام — کیا کرتی تریخن میں اپنا مقام
جو ہمجولیوں بیچ جاتی تھی وہ — گھما اپنے چرخے کو گاتی تھی وہ
وہاں چھوپ ریلی سے پاتی تھی سب — کہ بھر کتیاں سوت لاتی تھی سب
پھرا باگ اے قیس فن سخن — بہت سیر کی تو نے باغ کہن
ہوا ہیر سے ایسا مشغول تو — کہ رانجھے کو بالکل گیا بھول تو
لکھا وصف تو باغ اور ہیر کا — سنا رانجھے کا بھی تو کچھ ماجرا

رانجھے کی ہیر سے پہلی ملاقات اور قول و قسم اور عہد و پیمان محبت مضبوط ہونے

پلا ساقیا بادۂ جاں شناس — کہ آتی ہے اب ہیر رانجھے کے پاس
وہ رانجھا بھی مرلی بجاتا ہے آج — پری ہیر کا دل لبھاتا ہے آج

دعا اُسکی مقبول ہوتی ہے آج — ملاقات معقول ہوتی ہے آج
یہاں حضرت عشق آتے ہیں آج — تلطف سے تشریف لاتے ہیں آج
محبت بھی آج انکے ہمراہ ہے — پیار اور اخلاص اور چاہ ہے
مگر چاہ کا نام ہے بس بُرا — دیا اسنے یوسف کو چاہ میں جھکا
زہے حضرت عشق کو مرحبا — دیا قیس کو اسنے مجنوں بنا
کیا اس نے فرہاد کو کوہ کن — سنائے اُسے ایسے شیریں سخن
کیا اسنے عزت کو ہموال تھا — دیا اسنے وہیدو سے رانجھا بنا
نظر آیا جسوقت رانجھے کو باغ — معطر ہوا اُس کا دل اور دماغ
سمجھ کر اسے باغ فردوس کا — گھسا اُسمیں جو عابد بے ریا
مکاں دور سے دیکھ رشک بہشت — گیا اُسمیں جوں زاہد خوش سرشت
جو دیکھا تو ہے فرش دیبا بچھا — اور ایک طرف قالین زیبا بچھا
پلنگ پر وہ سونے کے بستر لگا — مسہری کی جھالر رہی فرفرا
تھا رانجھا جو اُسوقت ہارا ہوا — بچارا مسافت کا مارا ہوا
اُسے دیکھکر نیند میں ہو گیا — پلنگ پر وہ سوتے ہی جھٹ سو گیا
پھرا تنے میں تقدیر سے ایلعزیز — جو بالن وہاں آگئی بد تمیز
پلنگ پر اُسے دیکھ سوتا ہوا — لگی کہنے کیوں تجھکو سودا ہوا
تری موت شاید یہاں لائی ہے — یہاں پھرتی تجھ چھک کی دوہائی ہے
تو بیباک ہو کر پڑے یوں یہاں — نہیں ہے تجھے ہائے کچھ خوف جاں
ہوئی سیج پہ تجھ سے گر پر شکن — تو ہو خوار مردہ ترا بے کفن
غضب ہائے افسوس اور ڈھیٹھ مرد — تجھے وار پھینکوں کروں تجھکو رد
پڑا سیج پہ اُسکی کیسا نچنت — نہ دیکھا سُنا کوئی ایسا نچنت

نہیں خوف کچھ تجھکو پٹیل کا ہے
پلنگ پہ جو تو ہیر کے سوتا ہے

نہ ڈر ہے ترے دل میں سلطان کا
کہ دشمن بنے وہ تری جان کا

بڑا سچ پر اُسکی بیباک ہے
بڑا ہی تو اک مرد چالاک ہے

ابھی ہیر سے یہ کہوں گی میں جا
پڑا ہے پلنگ پر کوئی مردوا

اُسے ساتھ یاں باغ میں لاؤنگی
سزا تجھکو میں خوب دلواؤں گی

جگانے لگی کرچہ وہ شور و غل
گئی آنکھ رانجھے کی یک لخت کھل

تراش ایک قمچی پھر آنار کی
خبر خوب لی نارِ بدکار کی

مالن کا فریاد کرنا ہیر سے اور ہیر کا باغ میں آنا

گئی پھر وہ روتی ہوئی نزد ہیر
کہا سن مرے درد و غم کی مشیر

ہے آیا ترے باغ میں کوئی مرد
اُسے وار پھینکوں کروں اُسکو رد

کہیں نیند میں تھا جو وہ ہوگیا
پلنگ پر ترے آنکر سوگیا

بڑا ہی وہ اک مرد چالاک ہے
بڑا سچ پہ نہیں بیباک ہے

منع اُسکو ہرچند میں نے کیا
کہ سلطان و پٹیل کا بھی ڈر دیا

مگر وہ اُسی طرح سوتا رہا
خدا جانے کیا اُسکو ہوتا رہا

ترے نام سے پہ وہ جاگا تھا لتل
مگر ہیر کے اوپر وہ لایا زوال

کہ توڑ اُسنے آنار کی اک چھڑی
مگر اور کوڑے پہ میرے جڑی

بدن سے مرے خون جاری ہوا
مگر وہ ذرا بھی نہ بھاری ہوا

سنا ہیر نے جب کہ یہ ماجرا
تو بولی کہ ہے کون وہ مردوا

مری سیج پہ پاؤں بھی جو دھرے
سزا کا وہ بیشک سزاوار ہے

کہا پھر کہ آ ساتھ تیرے چلوں
چل اُس مرد پہ دانت چلکر دلوں

له ناموزوں ہے کہ عورت کو کہتے ہیں اگرچہ یہ طریقہ قابل اعتراض ہے لیکن ڈرامہ کے بادشاہوں میں جائز سمجھا گیا ۱۲۰

مگر زور سے تو نہ کر بیہدہ کلام
لے اک اشرفی مجھ سے اے نیکنام

چلی آئی پھر ہیر لالن کے ساتھ
جو دیکھا مکاں میں تو بیچی ہے بات

کہ چادر لیئے منھ پہ سوتا ہے وہ
نہ ہنستا ہے وہ اور نہ روتا ہے وہ

کہا سونے والے سے پھر ہیر نے
کہ مارا تجھے تیری تقدیر نے

پلنگ دیکھ خالی ہیرا تو یہاں
جو سویا نہ آیا تجھے خوف جاں

یہ ہے سیج رانجھے کی خاطر بچھی
بھڑک جسکی او نا سزا تو نے کی

تجھے میں ابھی قتل کرواؤنگی
دیا تجھکو تیروں سے چھنواؤں گی

مگر سونے والا نہ دے تھا جواب
پڑا تھا پلنگ پر وہ بدمست خواب

رہی ہیر ہر چند اسکو جگا
سُنے کیا کوئی یار سوتا ہوا

ہوئی جب کہ مجبور وہ مہ لقا
تو قینچی وہی اُسنے بھی لی اُٹھا

کمر پر جو اُسکے لگانے لگی
تو دلمیں بھی کچھ ہول کھانے لگی

یہ آنے لگا اُسکے دل میں خیال
مبادا ہو وہ میرا خوش جمال

خدا اس سیج ہی کا وہ حقدار ہو
نہ میرا ہی مالک و مختار ہو

کبھی کہتی ہوتا اگر وہ صنم
تو ہوتا مرے گھر پہ رنجہ قدم

اُسے باغ عشرت میں آنا تھا کیا
مرے وصل سے دم چرانا تھا کیا

غرض ہو کے بے درد اور درد کھا
بدن سے یونہی اُسکے دی کچھ چھوا

کمر پر جو رانجھے کے قینچی دھری
کہا شکر رانجھے نے پھر اُس گھڑی

کہ تقدیر نے خوب یاری کری
کمر پر جو دلبر نے قینچی دھری

لگا منھ سے رانجھے نے پھر بانسلی
سنائی اُسے ہجر کی بے کلی

کہا پھر ہزارے سے آیا ہوں میں
نذر کو تری دل یہ لایا ہوں میں

مری جان کا تجھ کو ہے اختیار
مجھے زندہ رکھ خواہ دے مجھکو مار

تمنا مرے دل کی حاصل ہوئی
ہو تو مجھ سے یوں آ کے واصل ہوئی

ترے قہر اور مہر کا امتحان
مجھے ہو گیا آج اے میری جان

تری تیغ ابرو کا بسمل ہوں میں
ترے تیر مژگاں کا گھائل ہوں میں

مرا نام رانجھا ہے سن اے پری
یہاں کھینچ لائی محبت تری

ترے پاس خالی میں آیا نہیں
ہے سوغات حاضر یہ جان حزیں

اسے قتل کر چاہے تیروں سے آ
مری جان اب تجھکو ہے اختیار

تو یکلخت ایسی ہوئی باغ باغ
خوشی سے گیا آسماں پہ دماغ

ادھر ہیر کو وہ بھی تکتا رہا
تحیر میں دونوں کو سکتہ رہا

نہ بولے وہ کچھ اور نہ وہ جھک کے
گویا شادی مرگ دونوں ہوئے

بڑی دیر میں انکو آیا جو ہوش
تو مشغول ہونے لگے تا و نوش

نسیم محبت سے ہو شادماں
شگفتہ ہوئی یوں وہ غنچہ دہاں

کہ رانجھے میں تجھ پر سے واری گئی
اتارے کی صورت اتاری گئی

تو آرام میرا تو ہے چین میں
لگا بیٹھی اب تجھ سے دو نین میں

قیامت تلک اب نہ تجھ سے پھروں
ارے رانجھے جیتی رہوں یا مروں

قسم اب مجھے میرے بابل کی ہے
قسم اب مجھے بھائی بیٹھل کی ہے

قسم ہے مجھے بھائی سلطان کی
قسم تجھکو رانجھے تری جان کی

قسم ہے مجھے حضرت عشق کی
قسم تجھکو پنجوں کے ہر صدق کی

قسم دین کی ہے اور ایمان کی
خداوند کنے والی [illegible] کی

کہا پھر یہ رانجھے نے اے مہ لقا
ہمیشہ کو ہوں میں بھی بندہ ترا

قسم ہے مجھے اس ترے پیار کی
قسم دل کی ہے اور دلدار کی

قسم جان کی اور جاں کے مختار کی
قسم تیرے ابروئے خمدار کی

قسم تیری زلفِ معنبر کی جان
قسم پیر کی اور پیمبر کی شان

قسم تیرے مژگاں کے سوفار کی
قسم تیرے گیسوئے بلدار کی

قسم اس ترے روئے مہتاب کی
قسم ہے لبِ لال عناب کی

قسم تیرے رخسار گلرنگ کی
قسم غنچۂ لب دہن تنگ کی

قسم ہے زنخداں کے اس چاہ کی
قسم مانگ یا طور کی راہ کی

قسم تیری مینائے گردن کی ہے
قسم تیرے دو جام سوسن کی ہے

قسم تیرے دندان گوہر تاب کی
قسم ہے مرے قلبِ سیماب کی

کہا ہیر نے اسی میں صدقہ ہوئی
قسم کھانے والے پہ قربان جی

غمِ دین و دنیا فراموش کر
مئے وصل کا جام اب نوش کر

غرض پھر ہم آغوش دونوں ہوئے
لپٹ کر وہیں سیج پہ سو رہے

مگر بدگماں اب کہیں سے یہی
عجب کیا جو رانجھا ہوا ہو وطی

کہیں گو کہ مالن دا آسکے پھیر
کہ اے بدگماں بدگمانی سے ڈر

مگر بدگماں کو نہ آوے یقیں
کہے جائے ایسا تو ممکن نہیں

کہ بارود آتش کے جب پاس ہو
تو جلنے میں اُسکے نہ وسواس ہو

ہے بارود مرد اور عورت ہے آگ
ہمیشہ سے آپس میں ہے انکی لاگ

مگر ہو جو بارود مٹی تمام
عجب کیا ہوئی آگ اس پر حرام

لگا سوت میں گر جلاؤ شراب
تو جلتا نہیں سوت ورا لتہاب

جو گنجان بالوں میں کنگھی کرو
شرارے نکل آئینگے دیکھ لو

مگر بال جلتے نہیں ہیں کبھی
اگرچہ ہے سو آگ انہیں چھپی

اگرچہ ہے پانی میں آتش نہاں
کہ دیتی ہے جیوں سرو لیمیں دھواں

مگر خشک پانی کو کرتی نہیں
حرارت اثر کر گذرتی نہیں

اگرچہ ہے پنہاں ہر اک شے میں آگ — خس خشک ہو یا کہ ہو سبز سا گ
مگر سب سے رہتی ہے وہ متفق — نہیں کرتی تحریق سے اپنی دق
اسی کو تو کہتے ہیں برقی اثر — جو ہر شے میں ظاہر ہوا ہے مگر
مشینیں اسی سے ہیں چلتی تمام — یہی تار برقی میں دیتی ہے کام
یہی شمس میں ہی مہتاب میں — یہی خاک میں اور یہی آب میں
یہی باد میں ہے یہی نار میں — یہی دشت میں ہی گلزار میں
یہ ادنیٰ سی ہے قدرتِ کردگار — ہوئی شکل برقی میں جو آشکار

شلا ہیر ورا تجھے کوائی فلیس تو — کدھر کی لگا کر لئے اب گفتگو
ہمیں ہو گیا اب یہ بالکل یقیں — خطا کچھ ہوئی اس سے صادر نہیں

نظر ایک ہے لیک رشتہ کئی — نہیں دیکھتے سب کو پر ایک ہی
کہیں ماں کو ماں اور بہن کو بہن — کہیں دخت کو دخت اور زن کو زن
بہن بھائی سے گو کہ رکھتی ہے پیار — مگر عشق شوہر سے کچھ اور پیار
محبت ہے گو ماں کی بیٹے کے ساتھ — مگر عشق شوہر سے کچھ اور بات
پدر سے ہے دختر کو الفت کمال — مگر عشق شوہر کا ہے اور حال
اسی آنکھ سے سب یہ آدمی نظر — مگر فرق رکھتی ہیں باکدگر
یہی تو ہے برزخ وہ لا یبغیاں — تعجب ہے مانے نہ گر بدگماں
ابھی آنکھ دونوں نے جھپکی ہی تھی — خروس سحر نے اُدھر بانگ دی
کہ اُٹھ جاؤ اے سونے والو ذرا — عبادت کرو اپنے حق کی ادا
چلا شیخ مسجد کو کرکے وضو — برہمن نے کی دیر کی جستجو
تجارت کو تاجر روانہ ہوا — تو ان کو بھی سونا روا نہ ہوا
اُٹھے دونوں آنکھیں وہ ملتے ہوئے — موذن پہ پر دانت دلتے ہوئے

کہ افسوس تونے کیا ہے غضب — قیامت سہے یہ تیرا شور و شغب
برہمن سے کہتے کبھی ہو خفا — دیا تونے ناقوس محشر عجب
کبھی کہتے پڑھ کر نمازِ فجر — یہ مانگو دعا حق سے اے دادگر
نہ ہو ہجر کا ہم پہ نازل عذاب — سدا وصل سے ہم رہیں کامیاب
غرض کر وضو اور پڑھ کر نماز — یہ کہنے لگے ہاتھ کرکے دراز

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

خدایا نبیؐ پر ہو تیرے درود — کہ ہر ذات سے جسکی ہم سب کو سود
الٰہی تو ہے سب کا پروردگار — غریبوں کا صاحب ہے اور غمگسار
عطا تونے گوہر کو کی آب و تاب — کیا تونے پتھر کو لعل خوش آب
زمیں خشک کو تونے پانی دیا — لگی کھیتیاں جس سے سب لہلہا
کئے نور سے تونے پیدا ملک — جنوں کو کیا نار سے منسلک
بنایا ہمیں خاک نمناک سے — مگر قطرۂ آب ناپاک سے
ابھی ہم نہ پیدا ہوئے تھے مگر — کہ بھیجا ہمارے لئے شیر تر
مہرباں کیا ہم پہ ماں باپ کو — کہ تا پرورش میں بھی دقت نہو
نہ کی شیر مادر پہ جب اکتفا — ہمیں دانت تونے کئے پھر عطا
غذائیں بھی دیں پھر نئی سے نئی — پہننے کو پوشاک اچھی ملی
سکونت کو بستی میں دی ہم کو جا — دیا سیر کو گلشن پر فضا
اگر تیری ہم پر عنایت نہ ہو — کسی کی بھی ہرگز حمایت نہ ہو
عبادت کی گو تجھ کو حاجت نہیں — مگر تجھکو پوجیں ہیں سب ہر کہیں
اگر ہم عبادت نہ تیری کریں — تو کیا فائدہ اپنے جینے سے لیں

جو حاصل نہ تیری کریں معرفت — تو بہتر ہے مرجائیں ہم بدصفت
شریعت سے گر ہم رہے بے خبر — تو ہم سے تو اچھے ہیں سب جانور
نہ آوے طریقت اگر اپنے ہاتھ — تو اس زندگی سے تو مرنا ہی مات
حقیقت نہ گر اپنی ہم پر کھلے — تو ہم سیر ہیں اپنی اس جان سے
الٰہی تو ہے کل شی قدیر — خبر سب کی رکھتا ہے تو ای خبیر
ہمارے دلوں کے ارادے تمام — نہیں ہیں چھپے تجھسے ای ذوالکرام
ترا تا ہے ڈوبے تو اے خدا — جلاتا ہے مُردے کو تو اے خدا
شفا تو ہی دیتا ہے بیمار کو — عطا تو ہی کرتا ہے نادار کو
گناہوں سے ہر وقت ہم کو بچا — خطا بخش اور راہ سیدھی دکھا
نہ اُن کا کہ جن پر ہوا ہے غضب — مگر راہ اُنکی جو ہیں حق طلب
ہمیں کفر اور شرک سے دور رکھ — دل انوار رحمت سے معمور رکھ
ہمارے نہ عصیاں پہ کر کچھ خیال — نظر اپنی رحمت سے رکھ ذوالجلال
بچا دام تزویر شیطان سے — اُٹھانا ہمیں ساتھ ایمان کے
ترا آسرا ہم غریبوں کو ہے — مدد تیری ہم کم نصیبوں کو ہے
کریں ہیں تجھی کو عبادت خدا — تجھی سے مدد مانگتے ہیں سدا
مصیبت سے فرقت کی ہم کو بچا — اگر ہو جدائی تو جلد ہی ملا
سدا سب کی سنتا ہے تو التجا — ہماری نہ کیا تو سنیگا دعا
بھروسہ ہے ہمکو تری ذات کا — گماں کچھ نہیں ہم کو اوقات کا
ترا لطف ہووے تو ہم شاد ہوں — غم و رنج دوری سے آزاد ہوں
تجھے ہے خبر غیب کی بس مدام — نہ ہوگا کبھی ہم سے فعل حرام
مگر یوں تو ہر دم خطا وار ہیں — معافی کے تجھ سے طلبگار ہیں

اگر تو نہ بخشے ہمارے گناہ
تو انجام ہو جائیں گے ہم تباہ

ترے فضل سے ہیں ہم امیدوار
تجھے لطف کرتے نہیں لگتی بار

ترے نام پر عشق ہم نے کیا
نہ ہوگا کبھی فسق ہم سے ذرا

دعا ہو یہ مقبول رب انام
بحق محمد علیہ السلام

بحق ہمہ انبیا اولیا
بحق ہمہ اصفیا اتقیا

پانچ پیروں کا تشریف لانا اور رانجھے کا بانسلی بجانا اور ہیر کا رانجھے کے ساتھ نکاح پڑھنا

پلا ساقیا وہ شراب طہور
شریعت میں آئے نہ جس سے قصور

پلا دے مجھے بادۂ نیک خو
کہ دیدار حق کی ہے جستجو

دعا کا سبق کر رہے تھے ابھی
کہ آئے وہاں پانچ حق کے ولی

تو رکھ یاد ان اولیاؤں کے نام
تھے اوّل نبی خضر علیہ السلام

دوم تھے شکر گنج بابا فرید
کہ ہو ان پہ رحمت خدا کی مزید

سوم تھے زکریا وہ ملتان کے
خدا ان سے راضی رہے پے بہ پے

چہارم بخاری تھے سید جلال
کہ ہو ان پہ راحم وہ ایزد تعال

قلندر تھے پنجم وہ شہباز لال
کرے رحمت ان پہ بس ذوالجلال

خضر نے کلاہ ایک رانجھے کو دی
شکر گنج نے بخشا رومال بھی

دیئے بیلے شہباز نے بے دریغ
جلال بخاری نے بخشی تھی تیغ

مرحمت ہوا زکریا سے عصا
یہ رانجھے کو پانچوں سے تحفہ ملا

کہا پھر خدا تجھ پہ ہے مہرباں
نکاح تیرا پڑھنے کو آئے یہاں

غرض پھر خضرؑ نے برائے خدا
یہ لیکہ شاہد وہ چاروں ولی
پڑھا اُن بچاروں کا باہم نکاح
تھی اکطرف مالن کھڑی دیکھتی
ہوئی شاد دل ہیں وہ ہیر سیال
یہاں تک خوشی اُسکے دل کو ہوئی
تھی رانجھے کے بھی دلکو فرحت کمال
بجانے لگا وصل کی بانسلی
خدا کی بھی وہ حمد گانے لگا
کبھی انبیاؤں کی تعریف تھی
کبھی نعت احمدؐ سنانے لگا
کبھی اولیاؤں کی توصیف تھی

رانجھے کا چروالگی کے کام پر مقرر ہونا

جہاں سلیئے تاں رسئے دے پیار یادلاں دا بھیت نہ دسئے۔

آہ ماہتاب

ہوا جبکہ روشن وہ شمس جہاں
ہوئی جس سے جانوں میں وہ روشنی
اُجاگر ہوا اور مہتاب جہاں (روحانی چاندنی)
نہ دیکھیں کہیں اور نہ ایسی سنی
اگر ہو منور مہتاب جہاں (جان کی چاندنی)
گناہوں کا اندھیر ہو عجب پڑا
نہ نکلے کوئی ہم سا ہمراز داں
نہ سوجھے قمر اور نہ شمس الضحےٰ
غرض دن نکلتے وہ روشن خیال
لگی کہنے رانجھے سے اے نیک فال
مرے ساتھ دربار چوچک میں چل
سفارش کروں تا تری بر محل
تجھے نوکری آج دلواؤں گی
زباں کی صفائی میں دکھلاؤں گی
یقیں ہے کہ امید بر آئے گی
ہماری تمھاری گذر جائے گی
مگر یہ کہ چروالگی کے سوا
نہ لینا کوئی کام تم دوسرا
اگرچہ ہو کم رستم معنوی
نہ لینا مگر نوکری فوت کی

میادا کہیں ہوئے لشکر کشی — تو فرقت میں کرنی پڑے خودکشی

سپہ دست کولوں کی دلّا لگی — اگر مل بھی جائے نہ لینا کبھی

اگرچہ تمھیں علم حق نے دیا — بدرسہ نہ بیٹھنا کہیں دیکھنا

مگر آپ تعلیم پاتے رہو — کہ اُمّی لقب ہی کماتے رہو

اگرچہ عقلمند ہو تم ہزار — وزیروں میں ہرگز نہ ہونا شمار

فصاحت میں گو رشک سحبان ہو — مگر ایسے رہنا کہ انجان ہو

اگرچہ محرّر ہو تم خوش قلم — نہ لینا مگر سر پہ لکھنے کا غم

نہیں حاجی چونگیوں کی یہی خوب — غرض کیا کہ دیکھو شمال و جنوب

غرض کیا کمیٹی سے تابع رہو — جو چپڑدانگی ہی پہ قانع رہو

جواب رانجھا با ہیر خوش تدبیر

کہا پھر یہ رانجھے نے ای مہ لقا — نہیں علم میں اسلئے تھا پڑھا

کہ چھوچک کی بھینسیں چرایا کروں — پھر اوقات اپنی گزارا کروں

کہیں جھنگ والے مجھے بالدی — اُجڈ اور گنپڑ احمق اور گاودی

میرا دل گوارا کرے گا کہاں — کہ ہوا اسطرح سے مری کسر شاں

جواب ہیر خوش تدبیر با رانجھا امیر

کہا ہیر نے پھر کہ اے بادشاہ — خدا کے لئے کر نہ مجھ کو تباہ

جو بھینسیں چرانے سے انکار ہے — تو شاید کہ دل مجھ سے بیزار ہے

جواب رانجھا امیر با ہیر خوش تدبیر

کہا پھر یہ رانجھے نے اے مہ جبیں — ترے حکم سے عذر مجھکو نہیں

تو نوکر بنا یا کہ چاکر بنا
مگر وصل کا روز ساغر پلا

ترے در کی ذلت ہے عزت مجھے
ترا قہر ہے جان شفقت مجھے

نہ گر مجھ پہ تو مہربانی کرے
تو ہے کون جو دلستانی کرے

رانجھے کا دربار چھوچھک میں پیش ہونا

غرض ساتھ رانجھے کو وہ لے گئی
یہ پھر عرض خدمت میں کی باپ کی

کہ اے باپ یہ نوجوان باخدا
بہت کار خدمت میں ہے دل چلا

ترے آسرے پر یہ آیا ہے یاں
نہ رکھے جو تو پھر یہ جاوے کہاں

نہیں اسکے سر پر ہیں مادر پدر
خدا جانے رُلتا پھرے گا کدھر

خدا کیلئے اسپہ کچھ رحم کھا
اسے گاؤ بھینسوں کا پالی بنا

جو چھوچھک نے رانجھے پہ ڈالی نظر
تو بولا کہ ہے یہ کوئی سیمبر

کوئی خوبصورت ہے یہ نازنیں
یہ بھینسیں چرانے کے قابل نہیں

ہے زیبا کہ دیوان اسکو بنائیں
دیا میر بخشی کا عہدہ دلائیں

کہا پھر یہ چھوچھک نے انھی سے یار
بتا نام اور ذات شہر و دیار

کہا نام رانجھا ہے جٹ میری قوم
نہ ہوں بھگتیا بھانڈ ہوں نہ ڈوم

ہزارے میں پیدا ہوا تھا غریب
جٹ اب پھراتے ہیں در در نصیب

مرے بھائیوں نے کیا مجھ پہ قہر
لیا چھین سب میرا اسباب و شہر

مری بھابھیوں نے بھی طعنہ دیا
مجھے دیس سے یوں نکالا دیا

چرا تا رہا گاؤ بھینسیں سدا
نہ علم و ہنر مجھکو حاصل ہوا

لگا کہنے چھوچھک بہت خوب ہے
کہ خدمت یہی ہم کو مطلوب ہے

مگر اپنی تنخواہ بھی کھول لے
جو مہینہ میں لینا ہو جو بول لے

کہا دس روپے ماہواری سے کم　　نہ لونگا کبھی آپ سے یک درم

کہا خیر بہتر ہے منظور ہے　　تری نوکری کا جو دستور ہے

کہا روٹی کپڑا ابھی لونگا ضرور　　جو نوکر مجھے آپ رکھیں حضور

کہا روٹی کپڑا ابھی دیوینگے ہم　　نہ ہوگا تجھے اس جگہ کوئی غم

کہا پھر یہ رانجھے نے ہاں خوب ہے　　مجھے نوکری اب یہ مرغوب ہے

اسیوقت چھوچھک نے کاغذ منگا　　لکھا نام و تاریخ اور سب پتہ

کہا پھر کہ جا اپنی بھینسیں سنبھال　　اٹھا کھونڈی کمبل وہ ای نیک فال

چراگاہ میں کل سے جایا کرو　　وہیں اپنی مرلی (بانسلی) بجایا کرو

کہا پھر یہ رانجھے سے آہیر نے　　کیا کام یہ خوب تقدیر نے

ہے بہتر کہ تو بن میں جایا کرے　　وہاں ہیر بندی بھی آیا کرے

کہ بھینسوں میں مرلی بجانا سدا　　مجھے اسطرح سے تو لینا بلا

تجھے چوری کر کھلاؤں گی میں　　جو بادام و پستہ دکھا دونگی میں

ہنسی پر تو لوگوں کی مت جائیے　　مرے سر پہ احسان فرمائیے

تجھے لوگ آکر کے بہکائینگے　　محبت تری تجھ سے چھڑوائینگے

مگر ان کا کہنا نہ تم مانیو　　دغاباز جھوٹے انہیں جانیو

رقیبوں کا ہے کام بس افترا　　نہ کیجو یقیں قول ان کا ذرا

رانجھے کا گاؤ میش کھولکر چراگاہ میں جانا۔ پانچوں ولیوں کا تشریف لانا۔ رانجھے کا بانسلی بجاتا ہیر کا کھیر لیکر رانجھے کے پاس آ

کدہر ہے تو اے ساقی خوش خطاب　　پلادے مجھے جام کو تو شتاب

پلا دے وہی بادۂ نیک خو
جسے ہووے دیدار صلحا نصیب
جو اک دن کرے خدمت اولیا
عجب حضرت عشق کی شان ہے
اگر ہفت کشور کا سلطان ہو
کسی کا نہیں چھوڑتا کچھ گمان
جو رانجھا شہاں ہو تعجب ہے کیا
کیا اسنے فرہاد کو کوہکن
زلیخا پہ کی اسنے جادو گری
نہ کچھ نل و دمن ہی کو تکلیف دی
مجھے بھی اسی نے ہی رسوا کیا
کہاں تک میں گن اسکے گایا کروں
اگر ہوتے جانثر یہ عشاق سب
غرض کھول بھینسوں کو رانجھا چلا
ملے راہ میں اسکو پانچوں ولی
انھیں بانسلی وہ سنانے لگا
خوشی ہوگئے اس سے پانچوں ولی
ملا جو تجھے گاؤ بیٹوں کا کام
تجھے نوان لیغما کھلائے گی وہ
کبھی تو تجھے تھا یہ اس نے کہا
کہ نبیوں کا پیشہ ہے چروا لگی

کہ دیدار صلحا کی ہے جستجو
حقیقت میں ہے خوب اسکا نصیب
ثواب اس کا پاتا ہے بے انتہا
طبع عشق بازوں کی حیران ہے
وبا جسکی گذری ہیں گذران ہو
بناتا ہے دونوں کو یہ ایک سا
کہ جب قیس کو اسنے مجنوں کیا
سنائے اسے ایسے شیریں سخن
جو بیعزتی مصر میں اسکی کی
ستایا تھا وامق و عذرا کو بھی
جو کہتے ہیں بابے (ادر کے) مجھے باولا
نہ عشاق جن کو سنایا کروں
تو پھر مجھکو یہ رنج ہوتا تھا کب
جو خدمت کا یہ کام مجھکو ملا
کہ جنکے سبب عیش حاصل ہوئی
وہیں اپنی بھینسیں چرانے لگا
کہا پھر کہ ہے تیری قسمت بھلی
ملے گی تجھے ہیر اس میں مدام
ترے پاس بن بن کے آئیگی وہ
نہ لینا کوئی کام تو دوسرا
یہی کام کرتا رہا ہر ولی

کہ دنیا کا ریوڑ چراتے رہے
ہمارے نبیؐ سرورِ انبیا
کبھی کوئی مجنون و ساحر کہے
خلیلِؑ خدا کا یہی کام تھا
چراتے تھے موسیٰ علیہ السلام
یہی کام تھا بسکہ یعقوبؑ کا
سے ہے چرواہگی جزو پیغمبری
اگر نوکری اور کرتا قبول
اُسے بھی ترا ہجر کرتا اُداس
مگر اب نہ ہوگے کبھی تم جدا
یہ کہہ سنکے رخصت ہوئے جب پیر
لگی کہنے رانجھے سے ای جانِ من
ہمارے نبیؐ نے ہے فرما دیا
اکیلا ہوا جو کہ غیروں کو چھوڑ
جو بھیڑوں سے ملنا نہیں چھوڑتا
یہ دنیا ہے اس سے بچا چاہئے
کہا پھر یہ رانجھے نے ہاں ٹھیک ہے
تجھی سے ہی مطلب تجھی دہر کا کام
خدا نے کیا ہے یہ پیدا سبب
تجھے کام چرواہگی کا ملا
کہا ہیر نے پھر کہ اے دلفروش
لقب اپنا مجنوں کہاتے رہے
اُنہیں کافروں نے مشاعر کہا
کبھی کوئی جادو کا ماہر کہے
اور ایوبؑ کو اس سے اکرام تھا
بکریوں کا گلہ ہمیشہ مدام
یہی کام اُس حق کے محبوب کا (محمد صلعم)
جبھی تو تجھے ہیر نے ہے یہ دی
نہ ہوتا کبھی وصل اُسکا حصول
کہ مشکل تھا آنا اُسے تیری پاس
ملاقات ہوتی رہے گی سدا
تو حاضر ہوئی ہیر روشن ضمیر
نہ ہونا تو تنہائی سے دل شکن
کہ بد ہمنشینوں سے تنہا بھلا
تو رشتہ لیا اُس نے دلبر سے جوڑ
اُٹھاتا ہے فرقت میں رنج و بلا
اکیلے ہی اس سے رہا چاہئے
مجھے جز ترے اور کیا چاہئے
تری تو یہی چاہت کا بندہ غلام
وگرنہ ملاقات ہوتی یہ کب
کروں شکریہ اسکا میں کیا ادا
ترا جام اُلفت کیا جب سے نوش

زمانے کی مجھکو خبر ہی نہیں
پہر بھیر سے گھر سے ہوں نکلی ہوئی
کہا پھیر یہ رانجھے نے اسے دلربا
محبت جو تو مجھ سے کرتی ہے ہیر
مگر اسکا انجام اچھا نہیں
کہ ہے ذات معشوق کی بیوفا
یہ سنتے ہی پھیر ہیر رونے لگی
کہا پھیر یہ رانجھے نے ای مہ جبیں
یہ رونا تو رانجھے ہی کا کار ہے
کہا ہیر نے ڈرتا ڈرتا
لے اب پھیر میں کرتی ہوں قول استوار
جہاں نہیں میرا ہوئے خانہ خراب
سوا تیرے طالب جو ہوں غیر کی
قسم دیدے گوڑوں کی کہاتی ہوں میں
قسم مجھکو رانجھے ترے پیار کی
اے رانجھے مجھے تیری سر کی قسم
کئے ہیر نے جبکہ قول استوار
کہا ہیر نے پھر تو رانجھے سے یوں
نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
نہیں مکر کرتی ہیں سب بیبیاں
یقین ہوا جبکہ رانجھے کو یار

خیال دگر کا گذر ہی نہیں
پڑی پھیر رہی تھی تجھے ڈھونڈھتی
مجھے خیال آتا ہے اس بات کا
مری بھی تو ہر وقت ہے دلپذیر
کہ شاید نہو کام یہ بہتر ہیں
سدا ان کا پیشہ ہے جور و جفا
کدورت دلی قلبیں ادھونے لگی
تجھے گریہ و زاری زیبا نہیں
نہیں تجھکو رونا سزاوار ہے
مجھے تو نے رانجھے کہا بیوفا
جو بھولوں میں وہ پہلے قول وقرار
جہنم کا محشر میں دیکھوں عذاب
تمنا ویا ہو مجھے سیر کی
نہ دیدے رہیں اور نہ گوڑے رہیں
محبت کی اور تجھ سے دلدار کی
مریجاں محبت کے گھر کی قسم
کیا پھیر تو رانجھے نے کچھ اعتبار
سند قول کی اپنے میں تجھکو دوں
خدا پنج انگشت یکساں نکرد
برابر نہ کی حق نے سب انگلیاں
تو کہنے لگی ہیر اسے دلفگار

آہ! جلوہ

غرض پھر تو رانجھے نے کملی بچھا / کہا ہیر سے بیٹھ اسے دلربا

گئی بیٹھ کملی پہ وہ اُسکے ساتھ / اداسے پکڑ ہاتھ میں اُسکا ہاتھ

محبت سے وہ کھیر آگے دھری / لگے کھانے دونوں وہ بادل خوشی

تعریف کھیر ہیر

کروں کیا میں تعریف اُس کھیر کی / برنج زادی شیر ہم شیر کی

نہ گر گھونٹ رکھتی اُسے وہ پری / تو کچھ اور کی اور بننے کو تھی

برنج اُسمیں آتے ہی کھویا گیا / نہ کھویا کھو برنج دھویا گیا

شکر لب نے ڈالی جسمیں شکر / نہ پھیکا ہو کیوں اُس سے قند مکرر

یہ خوشبو رخ ہیر سے یک بہ یک / پسینہ نہ اُس میں گرا ہو ٹپک

پڑے اُسمیں لچھے وہ بادام کے / کہ بیدام اہل نظر کے لئے

بچھایا ہوا اُس میں دام تمیز / نہ کھاتے تو بچتا ہے جانِ عزیز

پڑے اور کھوپے کے لچھے کئی / تراش اُنکی دیکھی نئی سے نئی

ملے اُسمیں کشمش چھوہارے جو آ / تو لذت کا دونا تھا مزا ہوا

طبق میں قرینہ سے ڈالی ہوئی / ہے دراصل نقل اُسکی بس فیرنی

اگر ایک اُنگلی کوئی اُس سے لے / تو تا حشر اُنگلی ہی چاٹا کرے

ملا قند لبوں میں جو داخل ہوئی / نہ ربڑی کو یہ بات حاصل ہوئی

تراشیدہ پستہ و ورقِ طلا / دکھاتے تھے کیا اپنا جوبن نیا

کبھی چورما لا کھلاتی تھی وہ / کبھی حلوہ تر بناتی تھی وہ

کبھی دودھ چاول تسنجن کبھی / پلاؤ مزعفر مرغن کبھی

غرض کھا کھلا کھیر وہ مہ لقا
روانہ ہوئی پھر بدولت سرا

تھا رسوائی کا خوف اُسکو مدام
چلی جاتی تھی جلد کرکے سلام

مگر رانجھا جاتا تھا گھر شام کو
کہ دن کو نہ کرتا تھا آرام وہ

پسر پچھر جگانے کو وہ آئے تھا
جو تڑکا پہر بھر کا رہ جائے گا

دوپہرے کو پھر ہیر آجائے تھی
صدا بانسلی کی جو سُن پائے تھی

محبت سے کھانا کھلاتی تھی وہ
سدا شیر شیریں پلاتی تھی وہ

گھڑی دو گھڑی سُن سنا بانسری
چلی گھر کو جاتی تھی رشک پری

غرض اُن کا دستور ٹھیرا یہی
جو دونوں کو منظور ٹھیرا یہی

یہی اُن کا ہر روز معمول تھا
بنے کوئی بلبل کوئی پھول تھا

گھڑی دو گھڑی دونوں کرتے تھے چین
محبت تھی مابین جون عین غین

یہاں سے جو تِرَنجن میں جاتی تھی وہ
نہ کچھ کاتتی اور نہ گاتی تھی وہ

جو پوچھا کسی نے یہ کیا خبر تھی
تو بولی نہیں آج اچھا ہے جی

مجھے ابکی دو پہر ہوئی ایسی جاں
جو ہر روز آتی تھیں بیماریاں

فلانی نے کل مجھکو کوسا تھا لال
جبھی سے ہوا ہے میرا غیر حال

ایک عورت کا ہیر کی ماں یعنی ملکی سے ہیر کی چغلی کرنا

بلا سا قیا سا خمِ بغض و کین
اُسے جو تعشق سے واقف نہیں

نہیں ہے جہاں گو کہ یہ پائدار
جو سچ پوچھئے ریگ کی ہے دیوار

کمینے مگر پھر بھی ڈرتے نہیں
وہ خوفِ خدا کچھ بھی کرتے نہیں

ہیں شاگرد شاید وہ شیطان کے
کریں کام جو بغض و بہتان کے

عزیزو ہوا اب جائے افسوس ہے
کہ بجنے کو اب آخری کوس ہے

سمجھ لو کہ ہے یہ صدی چودھویں
قیامت ہے نزدیک اہل زمیں

بس اب لغو غیبت سے باز آؤ تم
خداوند عالم سے شرماؤ تم

ہمارے پیمبر نے فرما دیا
چغل خور کی کب ہے جنت میں جا

کسی نے یہ دی اسکی ماں کو خبر
کہ عاشق ہوئی ہیر رانجھے اوپر

دوپہر سے کو بن بن کو جاتی ہے وہ
کہ پالی کو جوبن دکھاتی ہے وہ

نشتر ساری بستی میں یہ بات ہے
تجھے چاہئے اسکو سمجھا رہے

دیا کا سنا تو نہ اسنے چھوڑ
وہ چرخے کی پہلے ہی دی لاٹھ توڑ

نہ قاضی سے کے پڑھنے کو جاتی ہے وہ
مگر خاک صحرا اڑاتی ہے وہ

نہ تعلیم لی اسنے کچھ دین کی
نہ اسکو خبر اپنے آئین کی

ملکی کا ہیر کو فہمائش کرنا

پھر اتنے میں واں ہیر بھی آ گئی
تو ملکی اسے دیکھ بٹ کھا گئی

مگر ہیر غصہ کو وہ ضبط کر
لگی ہیر سے کہنے اے سیمبر

میں اک بات اب پوچھتی ہوں تجھے
قسم ہے مگر لال سچ سچ کہے

برائی تری آج سنتی ہوں میں
جبھی سے پڑی سر کو دھنتی ہوں میں

کہا ہے وہ کیا بات اے میری ماں
جبھی ہیر سچ سچ کرے اب بیاں

مجھے ہے تعجب یہ اسرار کیا
جو سچ سچ کا تو نے تقاضا کیا

کہا ایک عورت ابھی آئی تھی
شکایت تری مجھ پہ وہ لائی تھی

وہ کہتی تھی مجھ سے یہی واردات
کیا ہیر نے عشق پالی کے ساتھ

سمجھ ہیر یہ کام اچھا نہیں
کہ ہم کو بدنام و رسوا کیں

جواب ہیر

دیا ہیر نے اپنی ماں کو جواب
کہ سنتی ہے نہ ای مادر خوش خطاب

نہیں ہے مجھے عشق کی کچھ خبر
دھرا تھا چھپا تو نے کس جائے پر

ستارا ہے یا برج افلاک ہے
کوئی ہے وہ اکسیر یا خاک ہے

دیا عشق ہے گا کوئی جانور
پرندہ درندہ دیا مادہ نر

کسی علم کا یا کہ جوہر کا نام
زر و سیم کا یا کہ گوہر کا نام

قلمدان ہے کوئی دیا پاندان
زمیں ہے کہیں کی دیا آسماں

دیا بھی مٹھائی جو کھائی ہے ہیں
ترے ہوتے گھر ہیں چرائی ہی ہیں

کیا عشق پائی ہے کس طور ہیں
نہ یہ بات آئی مرے غور ہیں

نہ اس بات کا مجھکو عقدہ کھلا
بتا تو نہیں پوچھوں بابل سے جا

سدا مجھ پہ بہتان لاتی رہی
بُری تو مجھی کو بناتی رہی

جواب ملکی کا

دیا اسکی ماں نے یہ اسکی جواب
کہ سن ایہیری دختر ناصواب

بڑی ہی ہی تو بدکار و عیار ہے
تو مکار ہے ری تو مکار ہے

چتر تر مجھے بھی بتاتی ہے تو
جو یہ حیلہ سازی جتاتی ہے تو

نہیں جانتی عشق کا نام تو
بنی ایسی انجان اوخام تو

بھلا گر نہیں عشق تو نے کیا
تو ملتی ہے کیوں بیٹریں اُس سے جا

تو مدت سے تنیجن میں جاتی نہیں
وہ کتنی پھر اسوت لاتی نہیں

میں سمجھی کہ تو خوب طرار ہے
حقیقت میں رانجھا ترا یار ہے

خدا اسکے نئے اب بھی تو مان لے
نہ بدنام دنیا میں ہم کو کرے

تمنا اگر مرد کی ہے تجھے
مرے گھر میں سامان موجود ہے

خوشی سے تری ہیر شادی کروں
تمہارے کرینگے کہ دم دوں ندوں

ہیر کا اپنی ماں سے عشق کی تعریف بیان کرنا

کہا ہیر نے کھا کے پھر پیچ و تاب
کہ سنتی بھی ہے مادر پر عتاب

نہیں شرم آتی ہے اصلا تجھے
مرے سامنے بات بیجا کہے

نہیں کیا کیا تو نے بچپن میں عشق
جو میں نے کیا مجھکو کرتی ہے دق

کروں عشق کی کر فضیلت بیاں
تو شاید ہو کچھ مجھ پہ تو مہرباں

نہیں عشق سے ہے یہ اک شعبدہ
کہ ہے اسکے نقصاں میں بھی فائدہ

کہ اول تو اللہ کو پیارا ہے عشق
کہ جسنے نبی سے سنوارا ہے عشق

بنے عشق ہی سے زمیں آسماں
فرشتے بنے اور انسان و جہاں

جو دادا تھے آدم علیہ السلام
کیا عشق نے انکے دل میں مقام

وہ حوا ہی سے دل لگاتے رہے
سدا عشق کا گن وہ گاتے رہے

براہیم تھے جو خلیل خدا
کہ دل سرد دنیا سے ان کا ہوا

خدا نے جو تھی آزمائش کری
تو حلقوم بیٹے پہ رکھدی چھری

ہمارے پیمبر علیہ السلام
کہ ہے جن کا عاشق خدائے انام

وہ عشق عائشہ صدیقہ ہی سے کرتے رہے
محبت کا دم انکی بھرتے رہے

زلیخا جو دنیا میں مشہور ہے
کئی عشق یوسف سے مخمور ہے

کیا عشق لیلیٰ نے مجنوں سے تھا
جو باور نہ ہو قیس سے پوچھ آ

کیا عشق شفتوہ سے سرو نے تھا
کیا عشق وامق سے عذرا نے تھا

دمن کی بھی نل سے ہوئی دل لگی
محبت تھی شیریں کو فرہاد کی

جلالی نے رودے سے الفت کری
کیا صاحباں نے تھا مرزا سے عشق
چھبک سے کیا عشق لوستھ نے آ
ہوا چاند پہ دیکھ عاشق چکور
ہوا شیفتہ کاہ پر کہربا
ہوا عشق قمری کو شمشاد سے
کیا عشق تو نے بھی نائی سے تھا
چوچک نے کیا عشق رانجھے سے ہے
نصیحت کی دارو نہ مجھکو پلا
نصیحت تری یہ نہ مانونگی میں
نہیں مجھ سے پھرتا نرا چرخلا
ابالی مری عمر جب تک رہی
مگر اب تو ہے عشق لاگا مجھے
ملی عشق رانجھے سے مجھکو فلاح
تمنا نہیں ہے مجھے بیاہ کی
اے اماں وہی ہے میرا بادشاہ
اے اماں وہی میرا جی جان ہی
ہیں پہلے پہل اسکو دیکھا ہی لال
تجھے پھر کبھی تجھے سن پاؤنگی
ہوئی سن کے خاموش ماں ہیر کی
رہی پر وہ دل بیچ مغموم ہی

ہوئی رستی پنوں کی بھی دوستی
کیا سوہنی نے بھی شیدا سے عشق
ہے پروانہ شمع کے اوپر فدا
اور عاشق گرج پر ہے کوئل و مور
ہوا نکہت گل پہ بلبل فدا
نہ پھل پایا کچھ سرو آزار سے
نہیں کچھ میں کہتی ادب کی ہے جا
منع مجھکو کرتی ہے پھر کس لئے
نہ یہ شربت تلخ مجھکو پلا
کان لنہ نکی اس کو جانوں گی میں
وہ کتنا نہیں سوت کتنی بھرا
میں کاتا کیا سوت کتنی بھری
ہے کتنا بھی دشوار دھاگا مجھے
پڑھا چاہتی ہوں میں اُس سے نکاح
کنیزک میں رانجھے کی جب سے ہوئی
ترقی پہ دن رات ہے اُس کی چاہ
رقیبوں کی جان اُسپہ قربان ہے
نہ لانا ہے بیاہ کا پھر خیال
تو الماس کھا کر کے مرجاؤں گی
سخن ہیر نے دل پہ تاثیر کی
بظاہر اگرچہ نہ کچھ بات کی

ہیر کا سنگار کرنا اور مالیدہ لیکر رانجھے کے پاس مرغزار میں جانا۔ اور ہیر کے چچا کیدو شاہ کی کیفیت

پلا ساقیا جام تلبیس کا
گلو خشک ہوتا ہے ابلیس کا

بہت ہی یہ دنیا دغا باز ہے
نہیں ساز اسکا یہ ناساز ہے

بھرے اسمیں ہیں سیکڑوں مکر و کید
ہزاروں ہوئے دام میں اسکے صید

مجھے اسجگہ پر تعجب ہوا
صلہ مکر کا اس کو ملتا ہے کیا

نبی نے کہا اسکو جیفہ و زور
رہا کر پرے اس سے عبد الغفور!

پھر اک روز وہ ہیر رشک بہار
جوبن کو جلی کرکے سولہ سنگار

بجادی اُدھر اُسنے بھی بانسلی
ادھر اسکی پازیب و جھانجر بجی

اُدھر اُسکی بنسلی کی ٹوٹی تھیں تان
ادھر اسکے جھوبک سے ٹوٹیں تھی کمان

اُدھر اُسکی بنسلی میں ریشم پڑا
ادھر اسکی چوٹی میں موباف تھا

اُدھر اُسکی نظروں میں خیگل سیاہ
ادھر اسکی آنکھوں میں کاجل سیاہ

اُدھر اُسکی بنسلی میں موتی جڑے
گلے میں ادھر ہیر کے دو لڑے

اُدھر اُسکی بنسلی میں حلقو نکے طور
ادھر اسکے چھلے پڑے پور پور

ستارے اُدھر بانسلی میں سے لگے
ادھر ہاتھ میں چوڑیاں تھیں ہری

ادھر دستِ عاشق میں تھی دو کڑے
ادھر بھی گردنمیں جواہر جڑے

گلے میں اُدھر اُسکے تعویذیاں
چمکتے تھے ہنسلی پہ جگنوں بہاں

پڑی جیب پہ تھی ایک چمپا کلی
کہ ہو رشک میں جس سے چنپا کلی

چندن ہار کو دیکھ ہارا تھا چاند
یہ کہ دھکدھکی کو پکارا تھا چاند

کہ ہیکل نے بیکل کیا ہے مزاج
سچے پچلڑی اسکی باندھے گی آج

پڑیں گوش رانجھے میں جو مرکیاں
کرن پھول کا تو نہیں تھا ہل رہا
ادھر اسکے بازو پہ تھا ڈنڈ سا
جو تھے بازو بند اسکے وہ آبدار
وہاں عشق نے جنگ اس سے کیا
جو رانجھے نے ششتر کی جاگیر لی
وہ نوگیریاں اور پہنچیاں عجیب
سمجھو اسکی نقلی کا عالم میں کیا
اسے عشق تھا جو پری ہیر سے
وہ مشکل میں سے تھا علی کا جو نام
جو رانجھے کے پاؤں میں چھالا پڑے
تھی رانجھے کے سر پہ جو دستار بھی
گلے میں تھا رانجھے کے انگا پھٹا
تھا رانجھے میاں کو جو دھوتی سے کام
تھا رانجھے کے پاؤں میں جوتا پڑا
غرض کر کے سنگار و ایرن لگا
کہیں بن میں اسکا کنھیا سا یار
رہی دس قدم جبکہ رانجھے سے ہیر
دکھا چلبلا پن وہ انداز کا
ادھر سے وہ پھیر اسکا رانجھا چلا
بجی اسکی گھڑی خوب واں بانسلی

تو تھیں ہیر کے کان میں بالیاں
دوبالوں کا رتبہ دوبالا ہوا
ادھر ہیر پہنے چھلی نونگا
بندھے اسکے بازو پہ ترتیب وار
پہن ہیر نے یاں پہ جوشن لیا
جہانگیریوں کی بھی تدبیر کی
جو پہونچے پہنچی ہوئی بانصیب
گویا ناک میں عشق کا تار تھا
پری بند پہنے گئے اس لئے
علی بند سے یاں نکلتا تھا کام
پہن ہیر نے پاؤں چھلے لئے
تو شالو لیا اس نے یکبارگی
پہن اسنے جالی کا کرتہ لیا
یہ پہنے تھی لہنگا زری کا مدام
بناتی لیا کفش اس نے چڑھا
وہ دم بھر میں پہنچی اسی بن میں جا
گوالن کا اپنی کرے انتظار
لچکتی چمکتی چلی وہ شریر
چلی اسکی جانب بہ ناز و ادا
مگر بانسلی بھی بجاتا چلا
کہ تال اسکی پازیب و جھانجھر نے دی

خوشی سے پڑی ہیر ناچے گھڑی
کہ اندر سبھا میں بھی ہل چل پڑی

کبھی چال دوشیزگاں کی دکھا
دکھاتی چھنالوں کی رفتا رہا

کبھی چال ستھڑیوں کی بنا
چلن نو عروسوں کا دکھلا دیا

یہی وصف ہے اسکے بیں ناچ کا
کہ ایڑی سے سر اسکا لگ لگ گیا

ٹھمک کی کچھ اسکو تعلیم تھی
فرودست ناچے دیا مور رہی

لیا پھر تو رانجھے نے بنسلی کو تھام
کہ کرنا تھا پھر اُن کو کچھ اور کام

خوشی سے وہ گر کرکے پھر جو چلے
بغلگیر ہو کرکے دونوں ملے

کہا ایسے مکھن سے پلتا ہے شیر
ملی جیسطرح اپنے رانجھے سے ہیر

کہا پھر یہ رانجھے سے ای سوریا
میں لائی ترے واسطے چورما

اسے کھا کے آجائیگا تجھ میں زور
نہ کر اپنے لاغر بدن پر تو غور

اسی بن میں موجیں سدا مارنا
مگر قول اُلفت کو مت ہارنا

ہوئی تھی جو اماں سے گھر واردات
کہی ہیر نے سب وہ رانجھے سے بات

جو رانجھا وہ پھر چوری کھانے لگا
کہ پہلا ہی لقمہ اُٹھانے لگا

نظر دور سے اُس کو آیا فقیر
بہ ظاہر فقیر و بہ باطن شریر

مگر ہیر نے جبکہ دیکھا اُسے
چھپی جاکے بن میں وہ اک پیڑ سے

فقیر آکے رانجھے سے بولا یہی
کہ بابا تری خیر ہووے سخی

خدا کے لئے سن تو میرا سوال
کیا بھوک نے مجھکو اسدم نڈھال

کئی دن سے بابا میں فاقے میں ہوں
اسی پیٹ کے رنج شاقہ میں ہوں

برائے خدا مجھ کو کھانا کھلا
جو کھا کر تری جان کو دوں دعا

جو تھوڑا سا کھانا کھلاوے مجھے
تو مردہ سے گویا جلاوے مجھے

اُسی وقت رانجھے نے کچھ چورما
اُٹھا اُس گدا کے حوالے کیا

لگا دینے اُسکو دعا پھر فقیر
کہ جیتا رہے تو بحکم قدیر

چلا پھر گدا سوئے بستی شتاب
مگر ہیر کو تھا بہت اضطراب

کہا پھر یہ رانجھے سے آ ہیر نے
بگاڑا ہے یہ کام تقدیر نے

ترے پاس آیا تھا جو یہ گدا
اسے رانجھے سمجھے ہے یہ میرا اچھا

کئی سال سے بنگیا ہے فقیر
سمجھتا ہے یہ آپ کو گوشہ گیر

رہے ہے یہ جنگل میں لیل و نہار
کہے ہے کہ بستی سی ہے مجھ کو عار

فلانی جگہ اسکی ہے جھونپڑی
بُرے کام کرتا ہے واں ہر گھڑی

کہیں بھنگ پورہ کہیں کوکنار
کہیں چرس و افیون و گانجے کی مار

مدک اور چنڈو و دھتورہ و آک
نشے سارے کرتا ہے یہ بیباک

فریبی ہے یہ اس کا کیدو ہے نام
کہ ہے بغض و کینہ سدا اس کا کام

بڑا ہی یہ غدّار و مکار ہے
کہ خنّاس و شیطاں کا سردار ہے

اسے رانجھے ذرا مجھکو جلدی بتا
دیا یا نہیں اس کو تو چورما

کہا ہائے چوری تو دیدی ہے میں
یہ سچ بات اب تجھ سے کہدی ہے میں

اُٹھا ہیر نے زکریا کا عصا
گئی دوڑ کیدو کے پیچھے فتا

لیا گھیر رستہ میں جا کر اُسے
کہا مار کر ایک ٹھوکر اُسے

کہ چوری جو رانجھے سے لایا ہے تو
دھرے ڈال پلّو میں اور شت نو

وگرنہ تجھے خوب پیٹوں گی میں
کہ کہا نٹو نہیں بھی پھر گھسیٹوں گی میں

یہ کیدو نے جسدم سنا ہیر سے
لگا کانپنے اس کی تقریر سے

کہ اے ہیر بچی مجھے تو نہ مار
تو یہ چورما پٹا ہے کہ سب بار

نہ بینا میں چھپی تجکو جانوں تھا میں
جو یہ جانتا پھر نہ آتا تھا میں

گئی چورما لے کے جسوقت ہیر
تو کیدو ہوا اپنے دل میں [illegible]

اُدھر رانجھا پالی بھی غمناک تھا
کہے تھا کہ افسوس کھائی دغا

لگی کہنے آہیر رانجھے سے بول
یہ چوری بھلا اُسکو دیدی تھی کیوں

اگر چور ما اس سے لائق نہیں
تو امید جینے کی پاتی نہ میں

سمجھتی تھی میں اُسکے اس باپ کو
وہ چوری دکھاتا مرے باپ کو

تو شرمندگی مجھ کو ہوتی گھنی
یقین تھا کہ ہیرے کی کھائی تھی

کہا پھر یہ رانجھے نے میں کیا کروں
دغا باز لوگوں سے لاچار ہوں

مجھے کیا خبر تھی کہ فتنہ ہے یہ
ہے نیچے بھی اوپر کہ جتنا ہے یہ

کیدو شاہ کا دربار چھوچھک میں ہیر کی چغلی کھانا

نائس (نفس امارہ)

برادر تھا کیدو کا چھوچھک جو یار
کہا اُس سے کیدو نے بالاضطرار

کہ اے بھائی تیری جو دختر ہے ہیر
ہوا عشق اب اُسکا دامان گیر

تمہارا رانجھا جو پالی کیا اُسکو یار
سدا اس سے ملتی ہے لیل و نہار

بدی کا ڈھنڈورا جو پٹ جائے گا
ترا ناک بھی ابھیں کٹ جائے گا

جواب چھوچھک

نائس

کہا پھر یہ چھوچھک نے او بیحیا
مرے سامنے اب تو بکتا ہے کیا

مری ہیر جنگل میں جاتی نہیں
تری عقل میں بات آتی نہیں

سدا اکاتتی ہے وہ تجن میں جا
عبث تو نے بد حرف اُسپر رکھا

نہیں کرتا تسلیم میرا قیاس
تو پھر یوں نہ کہنا کبھی میرے پاس

تجھے شرم آتی نہیں او شریر
بنا ہے پہن سیلیاں کیوں فقیر

خدا کو ابھی تو نے جانا نہیں
یقین پیر و مرشد پہ آتا نہیں

ترے دل میں ہیں کید کیدو بھرے
عبث تونے گبری میں کپڑے رنگے

کبھی جا کے تکیہ میں چھانی ہے بھنگ
کبھی بانواؤں سے کرتا ہے جنگ

کبھی تونے چوری کا پیشہ لیا
فقیروں کو بدنام تونے کیا

اور اب تونے پکڑا ہے چغلی کا کام
تری اس فقیری کو میرا سلام

جو چھوچک کو کیدو نے دیکھا خفا
پشیمان ہو کر وہاں سے چلا

کنوئیں پر چلا آیا وہ عقلِ خام
کہ ہوتا ہے واں خوب چغلی کا کام

کیدو شاہ کا ملکی سے ہیر کی چغلی کھانا

پلا ساقیا بادۂ پُر تگال
کہ ہونے کو ہے میرا افشا ء حال

جواب حضرت عشق ہیں زور پر
مجھے اُنکے بلوہ کا رہتا ہے ڈر

لباس اپنی عصمت کا جلتا ہے آج
مزا عشق بازی کا ملتا ہے آج

نہیں ہوتی پارو و آتش میں قید
کہ ہے مشک اور عشق کا ایک بھید

کبھی درج میں مشک چھپتا نہیں
پتہ اُس کا دیتی ہے خوشبو وہیں

یہی حضرت عشق کا کار ہے
نہانی سے دو چند اظہار ہے

مرے عشق کا راز ابتک چھپا
مگر اب تو خلقت میں شہرہ ہوا

کہاں تک میں اسکو چھپایا کروں
کہ تعلیم زاہد کی پایا کروں

خدا کا نہ جب عشق اوّل چھپا
کہ ہے کُنتُ کنزاً سے یہ مدعا

نہفتہ نہ پھر عشقِ احمدؐ رہا
تو آخر کو تھا لِیْ مَعَ اللہ کہا

نہیں شمس و منصور سے یہ چھپا
اَنَا الحق و قم کی جو نکلی صدا

زلیخا بھی اس کو چھپاتی رہی
مگر پھر بھی مشہور پاتی رہی

رکھا اسکو لیلی نے تھا قید میں
کہ ظاہر ہوا قیس کے بھید میں

چھپایا پہاڑوں میں فرہاد نے
کیا پھر بھی مشہور استاد نے

نہیں نل دمن سے تھا جب یہ چھپا
تو وامق و عذرا کا ہے ذکر کیا

نہ عشقوہ و عروہ سے مخفی ہوا
نہ مرزا بچارے سے تھا یہ چھپا

نہ سسی و پنوں سے تھا یہ چھپا
نہ مہوال و سوہنی سے اخفا ہوا

مجھے عشق کا اپنے ہے کیا عجب
جو ظاہر ہوا ہے یہ منشا رب

غرض ساری بستی میں چرچا ہوا
کہ رانجھے پہ ہے ہیر جٹی فدا

وہ تھا ہیر کی ماں کا ملکی جو نام
کیا اسکو کیدو نے آکر سلام

بڑا افسوس ہو پھر وہ کہنے لگا
سن اے بھاوجہ بات میری ذرا

کہ کچھ ہیر کی بھی خبر ہے تجھے
بری اسکی لگتی ہے عادت مجھے

جو رانجھے سے عشق اسنے پیدا کیا
دل اپنا اسے مفت میں دیدیا

مچی جھنگ سیالے میں اب دھوم ہے
یہ احوال ہر ایک کو معلوم ہے

وہ ہی چوک کے بیچ میں جو کنواں
وہاں ذکر کرتی تھیں پنہاریاں

کہ ملکی نے دی ہیر ہاتھوں سے کھو
پھری ہے وہ صحرا میں دن رات جو

لیا عشق رانجھے سے اسنے لگا
وہ نا کتخدا بن گئی بے حیا

ہے لازم کہ تو قید اسکو کرے
اسے پاس رانجھے کے جانے نہ دے

یہ سن سن کے پھر ہیر کی ماں نے یار
لیا مٹھی نائن کو جلدی پکار

اسیوقت یاں سے تو ترنجن میں جا
بلا کر مری ہیر کو جلد لا

یہ سنتے ہی نائن نے ترنجن میں جا
بلا ہیر کو جلد حاضر کیا

کیا ہیر نے اپنی ماں کو سلام
کیا اسکی ماں نے یہ اس سے کلام

کہ اے ہیر بدنام مت کر مجھے
ترے عشق کا شور گھر گھر میں ہے

ترے بھائی چٹل کو گر ہو خبر
کرے گا ترا بیاہ وہ زود تر

تجھے قید اب گھر میں کر دوں گی میں | یہ زیور سبھی تیرا دھر دوں گی میں

جواب ہیر

کیا ہیر نے پھر یہ اُس سے خطاب | کہ سنتی بھی ہے مادر پُر عتاب

ہمارا نصیبہ بہت زور ہے | جو گھر بیٹھے رانجھے سا پالی ملے

مجھے کیا پڑی لوگ بکتے رہو | عبث دست افسوس ملتے رہو

مگر میں نہ مانوں گی ہرگز کبھی | میں عصمت بھی رانجھے پہ قربان کی

مجھے اُس سے مطلب نہ مجھ سے کام | کہو گرچہ ناکام مجھ کو تمام

ہیر کی ماں کا کلام رانجھے سے

حرارت عزیزی جسم

کہا پھر یہ ملکی نے رانجھے سے جا | یہاں تیرا رہنا نہیں اب روا

ہوا ہے تو بیزار تقدیر سے | کیا عشق تو نے جو ہے ہیر سے

کیا آبرو کو ہماری خراب | بھلا دیکھ دیتی ہوں کیسے عذاب

تجھے جھنگ سے اب نکالوں گی میں | کوئی اور پالی لگا لوں گی میں

رانجھے کا جواب ملکی کو

حرارت عزیزی جسم

کہا پھر یہ رانجھے نے ملکی کو یار | نہیں عذر کچھ مجھ کو اب زینہار

مگر میری تنخواہ کا کر حساب | دلا دے مری کوڑی کوڑی شتاب

ملکی کا کلام چھوچھک سے

حرارت عزیزی سالنس

کہا پھر یہ ملکی نے چھوچھک سے جا | بڑا ہی یہ اک کام بیجا ہوا

جو رانجھے سے یاری کری ہیر نے
سیالوں کی دی شرم اُس نے اُٹھا
جو رانجھے کو کہتی ہوں تو دور ہو
کہ اچھا طلب کا مری کر حساب
ہے بہتر کہ رانجھے کو تو دے نکال
کرو اس کی شادی کہیں زود تر
سہا ہم سے یہ رنج جاتا نہیں

یہ طعنے دلائے ہیں تقدیر نے
نصیحت پہ لڑتی ہے وہ نا سزا
تو یوں بولتا ہے وہ مغرور ہو
مری کوڑی کوڑی دلا دے شتاب
اور اس ہیر کی خوب رکھے سنبھال
نہیں تو ہے عزت کو اس میں خطر
کسی کا ہمیں طعن بھاتا نہیں

لے قہر جو اساس کا جواب آگیا ۱۲۰

جواب چھوچھک
سانس

دیا پھر یہ چھوچھک نے اُسکو جواب
جو محنت پہ اسکی کریں ہم خیال
مگر وہ طلب کا ہے طالب ہوا
طلب بھی میں اسکو دونگا جواب

کیا کام رانجھے نے بالکل خراب
تو دیں بخشش اسکو ہی ہیر سیال
نہ دیں گے اسے ہیر ہم مطلقا
کہوں گا ہے ذلیل دور خانہ خراب

اتفاقاً وہاں رانجھے کا آنا اور چھوچھک کا اُسکو نوکری سے علیحدہ کرنا
ترک ریاضت — سانس — جسم

تو اتنے میں رانجھا وہاں آ گیا
کہ غصہ اُسے آیا تھا اس قدر
اسی غیظ میں کرکے آنکھوں کو لال
تھا بھینسیں چرانے کو رکھا تجھے
کیا عشق بازی کا بازار گرم
بڑا ہی تو اک مرد ناکام ہے

تو چھوچھک اُسے دیکھ بٹ کھا گیا
رہی تھی نہ کچھ پا و سر کی خبر
لگا کہنے رانجھے سے او بد سگال
کہ لذت اُڑانے کو رکھا تجھے
نہ آئی تجھے ہائے افسوس شرم
کیا جھنگ میں تجھکو بدنام ہے

لے جسم کا ترک ریاضت ... ۱۲۰

پناہ تونے جس پیڑ نیچے تھی لی
اسے کمبخت اُسکی ہی جڑ کاٹ دی

ہوا ہے تو بیزار تقدیر سے
کیا عشق تونے جو ہے ہیر سے

اگر زندگی تجھ کو منظور ہو
تو چل میرے آگے سے تو دور ہو

یہ سنتے ہی رانجھے نے ہو کر خفا
وہیں پھینک کاندھے سے کمبل دیا

وہ بھینسیں چرانیکی کھونڈی جو تھی
اُسے بھی تو فوراً وہیں پھینکدی

نہ تنخواہ مانگی و نے کچھ کہا
کیا صبر خاموش ہو چل دیا

مگر دل میں کہتا تھا بارِ خدا
کہاں جاؤں میرا ٹھکانا ہے کیا

سمجھے تھا خدایا کدھر جاؤں میں
کہاں سے پری ہیر کو پاؤں میں

جو دیدار اُس کا نہ آیا نظر
تو روتا رہوں گا یوں ہی عمر بھر

ہزارے کا جانا بھی اچھا نہیں
نہ دیں بھاوجیں مجھکو طعنہ کہیں

کہیں گی نکھٹو یہ آیا ہے پھر
گیا تھا جو اُس کھیت بنجر میں گر

یہی مخمصہ دل میں کرتا ہوا
سیالوں کی بیٹھک میں آیا چلا

اُسی جا کیا اُسنے شب کو قیام
ہوا آسپہ آرام اُس شب حرام

بیقراری[1] ہیر بفراق رانجھا

سُنا ہیر نے جبکہ رانجھا گیا
کھڑے ہی کھڑے وہ گئی لڑ کھڑا

گھٹا غم کی آ اُسکے دل پر گھری
تو آنکھوں سے ساون کی برسی جھڑی

وہ زلفیں جو تھیں اُسکی ناگن مثال
پریشاں کیا اُن کا ایک ایک بال

جو تھے اُسکے رخسار رشکِ گلاب
بنے سوکھکر مثل سوکھے کباب

پرستی تھیں آنکھیں جو واں سرمہ زا
تو چاہِ زنخدان بھی پھر بھر گیا

لگی نوچنے پھر وہ سب سر کے بال
کھسوٹا کیا دیر تک ہر دو گال

[1] ہیر کی دریافت کی وجہ بیقرار ہو جانا ۱۲ منہ

کہاں تک کروں اُسکے غم کا بیاں — یہ غم ہے کہ غم ہو نہ گریہ کناں
اُسے غم نہ کیسے ہو بے انتہا — ہو پہلا ہی غم کا جسے سامنا

رانجھے کا اپنی ملازمت پر پھر واپس آکر مقرر ہو جانا

ایام ریاضت

وہ بھینسیں چورانجھے نے لی تھیں چرا — اُنھیں بھی تو رانجھے ہی سے عشق تھا
ہوا اسقدر اُنکو فرقت کا غم — کہ شب بھر رہی ہجر میں چشم نم
نہ وہ گھاس کھاویں نہ پانی پئیں — نہ چرنے کسی سنگ جا پاکیں
کسیکو نہ دیں دودھ وہ اپنا شیر — لگی رہتی ہر وقت دل میں ظہیر
جو چھوچھک نے بھینسوں کا دیکھا یہ حال — تو سمجھا کہ بے بس ہے ہیر سیال
محبت کریں جس کی حیوان یوں — تو عاشق نہ وا سپہ انسان کیوں
چھراتے ہیں ملکی وہاں آ گئی — تو چھوچھک سے رو رو یہ کہنے لگی
ہمیں لوگ دیتے ہیں اب بد دعا — کہ کی تم نے پالی سے ناحق دغا
وہ بارہ برس سے جو رہتا تھا یاں — نہیں اُس سے پہنچا کسیکو زیاں
سدا بن میں بھینسیں چراتا تھا وہ — نہیں کچھ کسی کو ستاتا تھا وہ
نہ دی اُس بچارے کو تنخواہ بھی — نکالا یوں ہی گھر سے اچھی نہ کی
دیا ہائے کیوں تم نے اُسکو نکال — یقیں ہے کہ آوے گا تم پہ وبال
سنا اور تجربہ کی یہ بات ہے — کہ پالی میں ہوتی کرامات ہے
دیا پھر یہ چھوچھک نے اُسکو جواب — ہوا ہم کو اب دو طرح کا عذاب
جو بھینسیں چرا لے کو رکھا اُسے — تو کہنے لگی بات بیجا اسے
لگے کرنے طعنے سے یوں ہم کو یاد — کہ ہر طرف چرچا کریں نامراد
اور اب جو بچارا گیا وہ چلا — ہمیں لوگ کہنے لگے بیمرا

رفتن ملکی نزد رانجھا و معذرت کردن

مگر خیر اب تو ہوا سو ہوا … منا کر تو رانجھے کو جلدی سے لا
اُسی سے کریں بیاہ ہم ہیر کا … وہ بھینسیں چرایا کرے بس سدا
پسِ مَر رات کو بھی چرایا کرے … وہیں اپنی مرلی بجایا کرے
ہوئیں ہجر میں اُسکے بھینسیں اُداس … نہ پیتی ہیں پانی نہ چرتی ہیں گھاس
بہت زور ہم نے لگایا کیئے … کہ پالی بھی اکثر بلایا کیئے
کسی سے بھی بن میں وہ جاتی نہیں … کسی طور سے گھاس کھاتی نہیں
سنا جب یہ ملکی نے ہو بیجو اس … گئی پھر وہ بیٹھک میں رانجھے کے پاس
بڑی معذرت سے یہ اُس سے کہا … کہ کر عفو رانجھے ہماری خطا
ترے ہجر میں ہیر ہے بیقرار … شب و روز گریاں ہی دولاب وار
نہ کھاتی نہ پیتی نہ سوتی ہے وہ … تجھے یاد کر کے روتی ہے وہ
مری معرفت اُسنے بھیجا سلام … کہا ہے تجھے دست بستہ سلام

جواب رانجھا

بتبسم

دیا پھر یہ ملکی کو اُسنے جواب … میں سمجھا کہ تم آدمی ہو خراب
تمہاری کروں گا نہیں نوکری … طلب میری پچھلی نہیں تم نے دی
اب آگے کو کیا تم سے امید ہے … کہ میری طلب پوری دیدو مجھے
ضمانت اگر ہیر آکر کے دے … تو جاتے میں مجھکو نہیں عذر ہے

جواب ملکی

حرارت غریزی

کہا ہیر اب گھر کو جاتی ہوں میں … ضمانت اُسی کی دلاتی ہوں میں
یہ کہہ سن کے ملکی تو رخصت ہوئی … مگر دل کو رانجھے کے فرحت ہوئی

کہ اچھا خدا نے بنایا سبب	مرے پاس آجائے گی ہیر اب

ہیر کی ملاقات[۱] رانجھے سے

فیضان روحانی جسم پر

چلی آئی ملکی کے ہمراہ ہیر	تو رانجھا لگا کہنے اسے دلپذیر
تری ماں ہوئی مجھ پہ پھر مہرباں	یہاں تک کہ تجھکو بلا لائی یاں
کہا ہیر نے شکر کا ہے مقام	کہ حق نے کیا ہے یہ کیا خوب کام
کہ بچھڑے ہوؤں پھر ملا دئے ہیں ملا	یہ بھینسو کا ظاہر بہانہ کیا
اگر گاؤ بھینسیں نہ ہوتیں اداس	تو یوں کون آتا تھا پھر تیری پاس
مرا گو ضمانت کا دستور ہے	مگر تیری خاطر یہ منظور ہے
اگر اب بھی چلنے میں انکار ہے	تو دل مجھ سے شاید کہ بیزار ہے
یہ سن ہیر سے اٹھ چلا وہ غریب	ہوا اسطرح وصل سے با نصیب
لیا کالی کملی کو مونڈھوں پہ ڈال	وہی اپنی کھونڈی بھی لی پھر سنبھال
غرض چھیڑ بھینسوں کو وہ لے گیا	تسلی دلِ ہیر کو دے گیا
تسلی اسے بھی ہوئی ہجر سے	اسی بن میں پہنچا وہ اے نیک پے
کہ جس بن میں وہ اسکی زہرہ جبیں	کیا کرتی تھی اسکے دل کو متیں
اسی بن میں بھینسیں چرانے لگا	وہیں اپنی مرلی بجانے لگا
ادھر گھول ستو وہ آئی پری	کھلا کر اسے اپنے گھر پھر گئی
تو لے آئی مالیدہ وہ گھر سے یار	کوئی دو بجے دن کے کر انتظار
اسے کھا کے دونوں ہوئے شاد کام	لگے کرنے آئین عشرت تمام
وہ لوٹیں تھے جس طور پہلے مزا	وہی لطف پھر ان کو حاصل ہوا
لگی ہونے پھر وہی عیش و نشاط	وہی اختلاط و خوشی انبساط

[۱] التفات روحانی بہ فیض رسالت

جو ہوتی تھی گرمی تو پنکھا ہلا
پلاتی تھی شربت اُسے برف کا

ابھی ہو رہی تھی یہاں دل لگی
کہ اتنے میں آئے وہ پانچوں ولی

لگے کہنے دونوں سے وہ اولیا
کہ کرتے رہو یاد حق کی سدا

نہ الزام تم عشق کو دیجیو
خدا کی رضا جو لئی مت چھوڑیو

نہ زنہار بدنام ہونا کہیں
بُرائی کا مت بیج بونا کہیں

اسے رانجھے سمجھ حکم تقدیر کا
تری ہیر ہے اور تو ہیر کا

ہیر کے ماں باپ کے کہنے سے قاضی کا ہیر کو فہمائش کرنا

روح — حرارت عزیزی اور رسانس — طبیعت — روح

پلا ساقیا بادۂ گل شتاب
ہی موعظت سے ہوا دل کباب

شراب نصیحت نہ مجھ کو پلا
پرے پھینک اسکو یہ کیا ہے بلا

غرض پھر گئی جھنگ میں بات چل
کہ پھر پالی سے ہیر ہے ہم بغل

یہ چھوچھک نے جب اپنی کانوں سنا
کہ چھوچھک کو غیرت نہیں اب ذرا

بنایا ہے پالی کو بیٹی کا یار
دکھاتا ہے پھر ہم کو منہ نابکار

لگا کہنے دل میں کہ اب کیا کروں
کہ یہ بات ہونے لگی پھر زبون

بلا کر یہ ملکی سے کی پھر صلاح
کہ شادی کرو ہیر کی ہے فلاح

اُسے پاس رانجھے کے جانے نہ دو
یہ پردا زہم پر اُٹھانے نہ دو

میں قاضی کو جا کر بلا لاؤں گا
بہ حسطرح اسکو سمجھاؤں گا

یہاں تو یہ تجویز ہوتی ہی تھی
اُدھر ہیر آکر یہ کہنے لگی

بلانے کی قاضی کے ہی جو صلاح
تو کیا ہیرا رانجھے سے ہوگا نکاح

بہت مجھ پہ احسان فرماؤ گے
مجھے عقد میں اُسکے گر لاؤ گے

رہے گی نہ تم پہ بھی طعنہ زنی
جو یہ بات دل میں تمھارے ٹھنی

سمجھتی ہوں اماں میں سب نیک و بد
یہ ہے ملک پنجاب وہ روسیا
خدایا جو چیتیں کسی کی بدی
ہمیں دیکھ طعنے سے کرتے ہیں یاد
گریباں میں منہ اپنے دیکھیں جو ڈال
یہ ہے ملک پنجاب وہ نابکار
بھلی اور بری یہ دھوکاتے ہیں آپ
پھر اتنے میں قاضی وہاں آگیا
گیا نام تیرا جہاں میں نکل
یہ شہرہ ہے اب شہر میں جابجا
سمجھ ہیر کر باپ پر کچھ خیال
کہ یہ سب سیالوں کا سردار ہے
کہا ہیر نے دل میں این کیا ہوا
سمجھتی تھی میں جسکو فہو المراد

کہ جھنگی سے لگے رکھنے ہم سے حسد
بدی پر ہے چھوٹے بڑے کی نگاہ
نہ روزی ہو روزی انہیں سوز کی
نہیں دیکھتے آپ کو وہ بد نہاد
تو کاہیکو کھیلا کریں گو اچھال
کہ کرتے ہی رہتے ہیں سب کی پچار
لگاتے ہیں آپ اور پچھ [illegible] باتتے ہیں آپ
لگا کہنے اسے ہیر کر کچھ [illegible] رحیا
خدا کے لئے ہیر اب بھی سنبھل
کہ رانجھے پہ ہے ہر [illegible] جتی فدا
خلل اسکی عزت میں [illegible] نکھیانہ ڈال
تری ایسی باتوں سے [illegible] بیزار ہے
یہ کیوں دفتر بند [illegible] ہو لاگیا
تو وہ بات نکلی [illegible] ہیں فساد

سوال ۵۱ روح کا جواب	جواب ۵۱ ہیر	[illegible] بیت [illegible] کو

یہ سنکر دیا ہیر نے یہ جواب
مرا دل کسی طرح پھرتا نہیں
نہیں ننگ و ناموس سے مجھکو کام
نہیں مجھکو لذت حکایات سے
محبت مری اُس سے بس پاک ہے

کہ سنئے ذرا [illegible] سے فضیلت مآب
نصیحت سے [illegible] میری میں گھٹتا نہیں
مگر تو [illegible] رانجھے سے مطلب ہے کام
مرا [illegible] تو رانجھے کی ہی بات ہے
[illegible] شاہ میرا شاہ لولاک ہے

تمھاری نہیں بات یہ دلپذیر — ادب سے ہی خاموش ناچیز ہیر

سہ آب و ہوا کی گفتگو

کلام چھوچھک با ملکی

در بارہ روح

کہا پھر یہ چھوچھک سی ملکی نی تب — نصیحت نہیں مانتی ہیر اب

رہی ہے تو سر اسکا اب پھوڑ دے — کمر اسکی سونٹے سے ہاں توڑ دے

ویا کر علم میری تلوار تیز — اسے قتل کر ہے یہ آشوب خیز

قسم ہے تجھے لیکے فی الفور تیغ — تو کر ہیر کو قتل بس ہے دریغ

سنی جبکہ ملکی نے یہ گفتگو — کہا مجھ سے یہ کام ہرگز نہ ہو

روح کا خطاب عناصر

کلام ہیر با حاضرین جلسہ

آگ ہوا اور طبیعت سے

مخاطب ہوئی ہیر پھر یوں شتاب — کہ سنتے ہو اے حاضرین باب

نہیں عشق کا تم نے سمجھا ہے ڈول — جو سمجھو تو آنے لگے تم کو ہول

پڑھا سینے سے ہے عشق کا قاعدہ — اٹھاتی ہوں اس سے سدا فائدہ

مرے دل میں یہ درد ایسا نہیں — نصیحت کی دارو سے جاوے کہیں

مرے درد دل کی دوا ہے یہی — کہ رانجھے سے ہو جائے شادی مری

مرا اس سے پہلے یہ اقرار ہے — پر اب ہیر قسمت سے لاچار ہے

تمھارا بھی تھا قول اس سے ہوا — کہ ہاں ہم تجھی سے کریں کتخدا

مگر اب کیا ظلم اہل جہول — گئے قول و اقرار سب اپنے بھول

مجھے ایسی باتیں ہیں منظور کب — ہو سکتی ہوں رانجھے سے میں دور کب

مگر اب تو قسمت کا ہے امتحاں — بچی یا گئی عشق رانجھے میں جاں

نہیں قاضی صاحب کو بھی یہ شعور — کہ ہے منزل عشق سے وہ بھی دور

سے جواب طبیعت کا | **کلام قاضی** | روح کو

کہا پھر یہ قاضی نے اسے ہیر ہاں
میں جانوں ہوں سب عشق کی خوبیاں

کہ جس دم کیا عشق لیلیٰ نے تھا
تو کی قید زنجیر اُس کو جفا

نہ عذرا بچاری کو راحت ملی
زلیخا بھی دنیا میں بدنام کی

کیا سوہنی پہ جو اس نے وار
گئی ڈوب دریا میں ہمراہ یار

نہ شیریں سے زنہار تھا یہ ٹلا
کہ سب مصر میں اسکو رسوا کیا

یہ سر بازی ہے عشق بازی نہیں
یہ کچھ بے خبر لال قاضی نہیں

نہ دے جاں کو تکلیف اے ہیر تو
سمجھ لا یکلف کی تفسیر تو

سے جواب روح کا | **جواب ہیر** | طبیعت کو

کہا ہیر نے میں نہیں مانتی
مگر لا تحرک کو ہوں جانتی

نہیں عشق رانجھے کو میں چھوڑتی
عنان محبت نہیں توڑتی

دیا پھر یہ قاضی نے اُسکو جواب
نہ کر ہیر تو اپنی عصمت خراب

کہانی تری جگ میں پڑ جائیگی
و سارنگیوں پہ بھی چڑھ جائیگی

تری بات بیجا یہ کرکے خیال
جو دیویں حکم چوچک کو اے نونہال

اسی دم تجھے قتل کر دے گا وہ
ابھی ہیں تجھے دیکھ بھر دے گا وہ

یہ سن اُسنے قاضی سے ایسا کہا
اگر قتل کرنے میں ہے فائدہ

تو قاضی جی کیوں دیر کرتے ہو تم
کہو تو بھلا کس سے ڈرتے ہو تم

اسی دم مجھے قتل کروائیے
مرے حکم کو آپ فرمائیے

مگر آپ کو یہ بھی واضح رہے
قیامت کو کیا حال ظالم کا ہے

جواب قاضی

جواب ہیر

بھلا چین پاتا ہے ظالم کہیں	نہیں یاد لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمِیْنَ
قیامت کو سب داد پاؤنگی میں	جو پلو گریباں میں ڈالوں گی میں
یہاں انکو یہی ذکر تھا ہو رہا	کہ اتنے میں پھٹمل وہاں آگیا
کہا آپنے ملکی سے غصہ کیسا تھ	دئے ہیر نے کاٹ ہم سب کے ہاتھ
تو گھر سے کہیں اسکو جانے نہ دے	نہ رانجھے کو اس پاس آنا ملے
جو باہر کبھی اسکو دیکھوں گا میں	تو تلوار ہی سے خبر لوں گا میں
کیا اسنے برباد سب ننگ و نام	ہوئی ہم کو شرمندگی اب تمام
اگر ہیر کو تو نہ سمجھائے گی	تو شامت سبھی گھر کی آجائیگی
کہیں آگ اس گھر میں دونگا لگا	کہ سب خانماں ہی کو دونگا جلا
کہا ہیر نے بھائی پھٹمل سے یوں	مرے قتل میں دیر کرتے ہو کیوں
مرے حق میں گر قتل شایاں ہی	تو سر ہیر ارانجھے پہ قربان ہے
کہا پھر یہ قاضی نے سب کو بلا	کوئی ہیر سے اب نہ بولو ذرا
یہ کہنا کسی کا نہیں مانتی	کہیں بھی تو اب یہ نہیں جانتی
گئی بھول یہ ہیر ہی تعلیم گاہ	جہاں پڑھنے جاتی تھی شام و پگاہ
یہی کی ہے اب اپنے دلمیں صلاح	کہ سید سے پڑھوا دیویں اسکا نکاح
وہ بیٹا ہے کھیڑے کے سردار کا	نہ دو ہیر کو بھید اس کار کا

رانجھے کا پانچ پیروں کی فرمائش سے بانسلی بجانا اور طرح طرح کے راگ سنانا معہ ساقی نامہ

حواس خمسۂ ظاہری — گریہ و زاری — نالہ و فریاد

پلا ساقیا ساغرِ امتیاز	کہ سنتا ہے اب نغمۂ دلنواز
وہاں پر جو باتیں تھیں وہ ہو رہی	کسی زن نے رانجھے سے بھی جا کہی

ہوا رنج رانجھے کے دل پر جو یار | لگا کرنے پھر دل میں سوچ و بچار
کہ افسوس یہ مجھ پہ مشکل پڑی | مدد اولیا کی جو ہو اس گھڑی
یقیں ہے کہ سب کام آسان ہوں | کہ شاید وہ میرے نگہبان ہوں
اُسی وقت بنسی بجانے لگا | وہ پانچوں ولی کو بلانے لگا
ہوئے آکے حاضر وہ پانچوں ولی | یہ تعظیم یہ عرض رانجھے نے کی
کہ قاضی و ماں باپ بھائی تمام | یہ ہیں ہیر کے میری دشمن مدام
معاون ہو تم میرے ہر کام میں | ٹلے یہ مصیبت ہوں آرام میں
یہ پانچ میں کہنے لگے اولیا | کہ رانجھے تو اس بات کا غم نہ کھا
مدد کو تری ہیر کی اس زماں | گئے ہیں جو مخدوم جہانیاں
تو اس بات کا دل میں کچھ غم نہ کر | ابھی تو ترے پاس ہیں ہم مگر
تری بانسلی کا ہمیں شوق ہے | اسی واسطے ہم کو یہ ذوق ہے
خوشی سے سنا ہم کو دو چار راگ | تو پھر دیکھنا تیرے کھلتے ہیں بھاگ
یہ رانجھا لگا کہنے پھر ہاتھ جوڑ | کہ بیٹھو ذرا منہ میری طرف موڑ
ہیں اسطرح کے اب سناتا ہوں راگ | بھڑک جائیگی عشق مولیٰ کی آگ
یہ کہہ بانسلی وہ بجانے لگا | انھیں وجد میں وہ ہلانے لگا
کبھی لیلیٰ مجنوں کا گاتا تھا گیت | کبھی شیریں فرہاد کا آتا گیت
کبھی سوہنی کا بھی نغمہ بجا | کبھی تھا جلالی کا بھی تذکرہ
کبھی گیت مرزن کا گاتا تھا وہ | کبھی گا کے سورٹھ سناتا تھا وہ
کبت اور دھرپت و ٹوڈی بجا | دل اولیا کو لبھانے لگا
کدارا کو جس دم بجاتا تھا وہ | تو سر اور ٹانگیں ہلاتا تھا وہ
تلنگ اور سارنگ وہ ستھرائی راگ | ملسیر کلی رام نٹ اور بہاگ

بڑھنس اور کھماچ اور کبھی بھیرویا — پلاس و دھناسری بجاتا کہیں
کبھی کانھڑا اور سرجیت تھا — کبھی گوند اور میگھ برسا کیا
کبھی دادرا اور جھنجھوٹیاں — کبھی بہیر جھجھم اور کبھی ٹوڑیاں
للت اور دیپک بجاتا کبھی — بسنت اور ہوری سناتا کبھی
بجاتا تھا ہنڈول جسوقت وہ — کبھی کو تھبلاتا تھا اسوقت وہ
کبھی دھن برج اور کبھی کھریاں — جھولا کبھی چھند اور گاتنا ں
غرض کیا لکھوں اور راگوں کے نام — جو اسوقت رانجھے نے گائے تمام
بہت خوش ہوئے سنکے پانچوں لی — کہا کہ نواب اپنا مقصد دلی
کیا عرض رانجھے نے یہ سوال — مجھے بخشدو جلد ہیر سیال
خوشی سے یہ کہنے لگے او لیار — تجھے بخشدی ہیر اب ہم نے جا
مگر عشق میں فسق مت کیجیو — محبت کو الزام مت دیجیو

لہ جسم کا طمع سے مل کر ہر قسم کے حسن اور عشق کی کیفیت معلوم کرنا اور طمع کا جان کی محبت کا م [illegible]

رانجھے کا مٹھی نائن سے جملہ اقوام کے عشق کی کیفیت دریافت کرنا

جسم — طمع

پلا ساقیا جام اک دلپذیر — کر و اصل رسنیکا کہ رانجھے سے ہیر
وہ صحرا سے جسوقت رانجھا چلا — تو نائن کے گھر بیچ ٹھیرا وہ جا
سنا ہے کہ نام اُسکا شیریں تھا یار — مگر اُس کو کہتے تھے مٹھی پکار
کیا مٹھی نائن سے اسنے سوال — مجھے عشق کا حال بتلا تو لال
نظر مجھکو آتی ہے تو نیک بخت — یقیں ہے ہوا ہے یہ اب تیرا تخت
کہ سب عورتوں کی تو اُستاد ہے — یہ سر گوندھنا جو ترے یاد ہے
خبر دے اگر مجھکو اس بات کی — کہ اچھی محبت ہے کس ذات کی
یہی دل میں امید لایا ہوں میں — جبھی تو ترے پاس آیا ہوں میں

دیا پھر یہ نائن نے اُسکو جواب
کسی کی محبت بھی اچھی نہیں
کمہاری سے ہی عشقبازی عبث
جُلاہی کا بھی عشق ناکام ہے
و صیقل گرن اور لوہاری کا عشق
سے ہے دھوبن بنجارن کا ہلکا سا پیار
کمولی ارائن یا مالن کا میل
جو بارھن یا پھر جن ہو یا گوجری
نہیں عشق ان کا کسی کام کا
بیراگن سنار دگن گوالن تمام
ڈکوتن و بھاٹن و جوگن کی پیت
ہو کھتری بنیانی یا باہمنی
ذلیل ان کی الفت بھی ناکام ہے
رنگے نیلگرنی و سکھنی و بال
پڑے عشق موچن میں جوتی کی مار
نیارن بزازن یا صرافنی
ترادن ٹھٹھیرن قلابازنیں
نہیں عشق ان کا بھی اچھا کبھی
پدھانی کھٹیکن و خوجن کا عشق
بنگالن اہیرن یا بھان متی
ذلیل کوزہ گرنی د شتقن کا عشق

کہ را مجھے سدا عشق میں ہیں عذاب
مگر یہ کہ ہو باوفا مہ جبیں
ہے تیلن کی بھی حیلہ سازی عبث
کہ دھاگے تلے کا وہاں دام ہے
ہی بھاری بہت ہو وے ریشم بھی دق
قسائی میوائی کریں تجھکو خوار
بُرا بازی گرنی کا ہے عشق کھیل
کوئی نان بائن ہو یا ڈوگری
بہت اسمیں کھٹکا ہے الزام کا
کنچنیا سے تھا عشق ان کو مدام
ہے ملوپن کی بھی تو اُلٹی ہی ریت
و یا ہو کلالی کو لی کا منی
بُرا عشق کا انکے انجام ہے
مگر ڈومنی خوب دیتی ہے تال
کرے تیر گرنی بھی تیروں کا وار
کہ ہے رنگ بھرنی بھی حرافنی
و یا کارچوبن و یا نانشنیں
کہ بدنام ہو ہے عبث آدمی
چہ سیتا و لاتا ہے درزن کا عشق
بہت یاد ہے ان کو جادوگری
ہے ناقص بلوچن و چھیپن کا عشق

وہ ہندنی مسلمانی کشمیرنی
فرنگن و چنگڑنی و بنگیرنی

بلاشک ہے ان کی محبت بری
کہ پامال ہووے ہے عبث آدمی

کمارنی جو دے چاہ غیب بیں ڈال
سنارنی کٹھارنی بیں دیتی ہیں گال

آتشبازنی اور تنبولن نکار
پہاڑن کا بھی عشق ہے ناگوار

جو ہے تارکشنی و پٹون کا عشق
بلیٹن تارکا کل میں یہ کرے دق

ہے بچہ ہڑی چماری کا ناپاک پیار
کہ ہے ڈھیرنی اور کنجڑی بھی خوار

تو دھیلن و سالنن و رنڈاسنی
نہ دل ان سے لپٹاں ہوں گر کاسنی

مرھٹن و قندھارن کا بلن
یا ڈرو پیشنی ہووے یا سادھن

بلائی محبت میں ان کی کہاں
سراسر ہے نقصان ایمیری جاں

کوئی شیخنی ہو کہ پیرزادنی
بچا کر سدا ان سے تو اے دنی

قصائن کے بھی عشق میں ہی قضا
نہ تو راجپوتن سے بھی دل لگا

ہیں مغلانیاں بسکہ بیباک سب
ہیں سیدانیاں عشق سے پاک سب

چھترنی ہو کوئی و یا پدمنی
کریں اپنے شوہر سے یہ دوستی

گر سنکھنی ہستنی و بنکسنی
و یا میراثن تالی ہو یا جوگنی

و یا کاموتی ہو یا ہووے چھنال
یا قحبہ ہو یا بیسوا چھمک اچھال

[illegible]
[illegible]

نہیں [illegible] شوہر کی بھی اپنی چاہ
ملیں ہر کسی سے بحال تباہ

کسی سے بھی قابو میں آتی نہیں
محبت کسی سے نبھاتی نہیں

ہو ہیں انکی پوری نہ مردسے
زبس مرد ہے آدمی دردسے

مگر عشق سے ہے الجاہنی کا بھلا
کہ ہر ایک سے حسن میں مہ لقا

وفادار عورت تو جٹی ہے بس
سوا اسکے جو زن ہے چٹی ہے بس

سمجھ اپنی بیوی سے واجب ہے عشق — کرے غیر عورت سے ہے عشق فسق
ہے درویش کو فرض عشق خدا — سمجھ مستحب عشق احباب کا
ہو عورت وفادار جس کی یہاں — اگر ہے گدا پر ہے شاہ زماں
اے رانجھے تجھے بھی تو شاباش ہو — کہ دل میں ترے ہیر کی آس ہے
وفادار جٹی ہے وہ نیک فال — تو پی شوق سے اُسکا جام وصال
تو کر عشق اب ہیر کا بیدریغ — بلا ہے اگر سر پہ چل جائے تیغ
ترا نام دنیا میں رہ جائے گا — نہ کل پائے جو تجھکو کلپائے گا

[illegible]

رانجھے کا چھٹی نائن کی معرفت ہیر کو طلب کرنا اور باہم تدبیر ملاقات

سنا عشق کا حال رانجھے نے جب — کہا دے ملا ہیر کو مجھ سے اب
بلا لائی نائن وہیں ہیر کو — خوشی کردیا قیس دل گیر کو
کہا ہیر سے روکے رانجھے نے تب — نکالو ملاقات کا کوئی ڈھب
میں چھوچھک کے گھر اب نہیں جاؤنگا — کہیں اور ملنے کی ٹھہراؤں گا
ترا باپ اور بھائی بیٹھل ترا — زبس ظلم رکھتے ہیں مجھ پر روا
کہا ہیر نے ہاں بہت خوب ہے — ملاقات کا یہی اسلوب ہے
[illegible] کہا [illegible] میں [illegible] تجھ [illegible] — [illegible] ہے [illegible] نہیں [illegible]
کہا پھر یہ نائن سے لے مجھ سے مول — ہیں دو اشرفی تجھ کو دیتی ہوں کھول
ہمارے لیے ایک خلوت سرا — مقرر تو کر اپنے گھر میں بھلا
اشرفی جو نائن نے لی اُسگھڑی — تو دل کو ہوئی اُسکے شادی بڑی
خوشی ایک پیسہ سے ہوتا ہے دل — ملے نقد زر پھر تو جاتا ہے کھل
سخی جب خدا نام دے روپیا — تو فضل اُسپہ ہوتا ہے اللہ کا

سخی ہے بلا شک خدا کا حبیب
بخیلوں کو سمجھو کہ ہیں بے نصیب

خوشی مال سے جبکہ ہو ذوالجلال
تو پھر ہیر کا وصل ہے کیا محال

یہ نائن سے کی ہیر نے قال و قیل
میں آیا کروں گی یہیں بیدلیل

یہ رانجھا مرے درد کا مبتلا
ترے گھر کو سمجھے گا دار الشفا

کہا پھر تو نائن سے یہ ہیر نے
ہیں شاداں ہوئی تیری تقریر سے

تم ہر روز اس گھر پہ آیا کرو
مزے خوب اپنے اڑایا کرو

تمھیں ہیر کے گھر وصل ہووے نصیب
پڑیں بھاڑ میں وہ تمھارے رقیب

مکاں ہیر کے گھر سے وہ دور تھا
متاع محبت سے معمور تھا

اسی جا تھا بھیسنو نکلے بندھنو کا گھر
بنایا تھا چھوچھک نے باور تو کر

تعریف حسن ہیر معہ لباس و زیور و وصل رانجھا با ہیر بر مکان نائن

حقیقت روح

پلا ساقیا بادۂ وصل یار
کہ مدت سے تھا مجھکو یہ انتظار

پیوں تجھ سے لیکر شراب وصال
مرا ہجر دلبر میں ہے تنگ حال

دھر ادبر سے ہے یہ ساغر بھرا
لگادے مرے منہ سے بہر خدا

مگر ایک پیالہ سے ہوتا ہے کیا
یہ مٹکے ترے سب ہیں قطرہ نما

جو اک گھونٹ بھی مجھکو پلوائے تو
بہت ہی سا احسان فرمائے تو

اب ادہر سے آتا چلا وقت شام
کہ میں ہوں صنم ہو وہ اور تیرا جام

لیا شب کا خورشید نے جب نقاب
تو نکلا ادھر ہیر سا ماہتاب

فلک پہ جو وہ نور پیدا ہوا
زمیں پر یہ جلوہ ہویدا ہوا

زمیں ایک کیا بلکہ تحت الثریٰ
ضیا سے اسی کی ہوئی پر ضیا

اسی کی مرے دل میں ہے روشنی
یہی روشنی تو ہے وہ پدمنی

جہاں اُس اُجالے کا آوے قدم
تو جا پد منی بھول اپنا پدم

اسی سے منور ہے یہ تیرہ خاک
یہی تو ہے انسان کی جان پاک

جو اس روشنی کا اُجالا نہو
تو کچھ بھی یہاں لامحالا نہو

حسن ہیر

چلا جبکہ مشرق سے بدر منیر
بنی ہیر سنگار کر بے نظیر

لکھوں اسکی تعریف میں کچھ اگر
یہ ڈر ہے نہونے لگے دردسر

مگر پھر بھی اظہار کرتا ہوں میں
قدم راہ خوبی میں دھرتا ہوں میں

جو دوں سر کے بالوں کی میں کچھ مثال
تو سنبل کو یلدا میں آوے زوال

جو چوٹی کی تعریف ہووے رقم
تو ہو ناگ کالے کا بھی بند دم

زری کا وہ موباف صبح نما
نہ دنبال یلدا کا عقدہ کھلا

خداداد تھا ہیر جٹّی کا حسن
اچنبا تھا پھر مانگ پٹّی کا حسن

غضب اُسکی کنگھی وہ مرجان کی
کہ مشاطہ بھی جسسے حیران کی

ہو گیسو کا کچھ وصف تحریر ہو
تو ناگن وہ پارہ شب تیرہ ہو

نظر آنکھ پہ اُسکی لاوے اگر
تو آہو ختن بھی ہو نرگس کے سر

اگر حرف بینی پہ پہنچے خیال
تو لکھا کہ یہ ہیر ہے بے مثال

ہوا اُسکے عارض پہ قربان ورد
تو سیب ذقن نکلے عالم میں فرد

نہیں ہم کو یوسف کا شکوہ رہا
جو اس چاہ میں قیس رانجھا گرا

غضب اسکی غبغب کی وہ شان ہے
فدا جسپہ عاشق کا جی جان ہے

بنے رخسار وہ نازنیں اسقدر
ارادہ سے بوسے کے ہوں بلبلو فر

گلے کو صراحی سے گردوں مثال
تو سیبے کو ہونے لگے انفعال

رواں پان کی پیک اسمیں ہو جیب — تو رنگ پیاد کھلائے وہ سب کا سب

اگرچہ تھا بازو سے پکھراج مات — پر الماس بھی اپنے ملتا تھا ہات

عجب نرم و نازک وہ کلائی تھی — دل رانجھا کو جس سے کل آئی تھی

عجب اسکے پنجے کی یہ بات ہے — کہ خورشید پنجہ ہوا مات ہے

ہتھیلی پہ مہندی لگی اسکے یوں — کیا ہے ضرور اسنے عاشق کا خوں

عجب انگلیاں اسکی رشک بہار — کہ عاشق ہو سو جاں سے اسپر نثار

صفائی جو سینہ کی ہووے بیاں — مکدر نہووے دل زاہداں

دھرے جسکے اوپر تھے انار دو — حقیقت میں تازہ تھے انار دو

ابھی اُن کو رانجھے نے توڑا نہ تھا — کہ آثار شہوت نچوڑا نہ تھا

دیا یہ کہ تھے نور کے قمقمے — حفاظت کو چھاتی سے آسکے دھری

دیا یہ کہ جوبن کی دو ڈھبریاں — دیا یہ جوانی کی چکپیسریاں

دیا یہ کہ اس حسن کے چرخ پر — منور ہوئے تھے وہ شمس و قمر

نہیں ٹھیک ہے یہ بھی تیری نظیر — مجھے اور بھی یاد آئی نظیر

نہیں تھا وہ سینہ دیر حسن تھا — تھا دو پاسبانوں کا پہرہ لگا

دھری سر پہ دونوں کے دو ڈھپیاں — جو تھیں کاسنی رنگ کی بے گماں

جو دیکھے نظر بھر کے اُن کی طرف — تو ہو مفت میں جان اُسکی تلف

مگر اپنے طالب کے قرباں پذیر — محبت میں اُسکی ہمیشہ اسیر

جو وہ ہاتھ بھی اُنکو دیوے لگا — تو ہرگز نہوں اپنے دل میں خفا

مگر غیر چوری سے پاوے جو یار — تو لیں تیغ ابرو سے سر کو اُتار

ہوا پست جب اُسنے انسان ہے — یہی نام دونوں کا پستان ہے

کہوں انکو پستاں دیا سیب میں — نہ آئے تھے جو دست آسیب میں

بدن شکم تا ناف تھا نرم نرم
جسے دیکھ قاقم ہو سرگرم شرم

یہی ناف تھی جسکی عزت سے ہاں
ہوا شکم آہو میں نافہ نہاں

کمر کی ہے تعریف میں احتیاط
کہ شاید نہ کہہ دے کوئی پلصراط

سر مو سے گرچہ وہ باریک ہے
مگر زور اسمیں بہت ٹھیک ہے

نہیں ہاتھ رستم کے آتی ہے وہ
اسے لپیٹ کر کر کے جاتی ہے وہ

بس ای قبیس آگے ہے پردہ کی جا
کہ موتی دھرا ہے وہاں بن چھدا

تو غنچہ کی منہ کو شگفتہ نہ کر
یہ راز نہفتہ ہے ہفتہ نہ کر

تو غنچہ سے مت پھول ظاہر کرے
کہیں خو نہیں دامن کسیکا بھرے

سریں کا نہ کیونکر ہو عالم زبر
کہ ہے رتبہ زیر گویا زبر

نہ پوچھ اسکے زانو کی کچھ بھید ہے بات
رہے ہے ہاتھ زانو پہ حسرت کے ساتھ

کہاں وصف ہو اسکے پا سے رقم
کہ ہے ہنس کی چال جس پر ختم

جو قامت تھا اسکا قیامت تھا وہ
گویا سرو کے حق میں شامت تھا وہ

تعریف لباس و زیور ہیر

وہ گل پیرہن رشک بدر منیر
جو تھی گلشن حسن میں بے نظیر

پہن اسنے شبنم کا کرتا لیا
اڑا ہوش گلزار کی اوس کا

چھپے تھے وہیں اسمیں اسباب چیں
لگی اسلئے اسمیں محراب چیں

لیا چین نے اسکا دامن پکڑ
رکھا اسکو خیاط نے واں جکڑ

جو سر سبز تھا گلشن حسن ہیر
لیا اوڑھنا اسنے اخضر حریر

جو تھا غنچہ ناشگفتہ وہ یار
پہن اسنے لی گلبدن کی ازار

طبیعت اگر اسکی قائل ہوئی
تو شلوار مشروع کی سائل ہوئی

اور اسپر بھی لہنگا زری کا مدام
لکھوں اور پوشاک کا حال کیا
وہ مشاطہ پھر یاد آئی مجھے
بندھا جگھڑی مانگ پر مانگ کس
اُدھر ٹیکا بندی کا عالم نیا
لیا اسنے آنکھوں میں سرمہ جو ڈال
تھا آنکھوں میں اعجاز آں رشک ماہ
لگا اُسنے ڈنڈاسہ دانتوں میں جب
ستم پان کھانا وہ انداز کا
جو کھا کر کے پان منہ کیا اُسنے لال
جو پھر اُسنے دانتوں پہ مسی ملی
رکھا پا کہ صد برگ کے پھول پر
جو مہتاب عارض پہ افشاں چنے
گلے میں جو ہنسلی پہ جگنو پڑا
وہ تعویذیاں اور ہول دلی
وہ موتی کی مالا وہ ڈلڑا عجیب
کیا ہیکا ہیکل سے بیکل مزاج
چندر ہار اور بچلڑا است لڑا
پڑی ناک میں اُسکے نتھ اور بلاق
طبیعت اگر ان سے گھبرائے تھی
کریں لونگ کی اسکی تعریف کیا

پہنکر چھپالی تھی اخفا مقام
بدلتی تھی ہر وقت جوڑا نیا
پروئیں سے ہر بال موتی دئے
بنی اسطرح پھر کہ اللہ بس
سہاروں سے ادھر سہارا لیا
کیا طور سینا کا ظاہر کمال
کہ سرمہ بنی اُس میں جا کر نگاہ
نمایاں ہوا رنگ خوبی عجب
سراپا تھا وہ خون ہمراز کا
تو لال بدخشاں ہوئے پائمال
کلی تازہ لالے کی گویا کھلی
گل کاسنی وقت شام و سحر
تو شب کو مہ و نجم سے سرو چنے
مہ عید سے گویا جگنو لڑا
کہیں قیس اعمال سے تھی اسنے لی
وہ چمپا کلی ہار سوتی غریب
ملا عطر ہے عطر دانی سے آج
ادا سے ہے کوے کے اوپر پڑا
کہ تھی ناک اُسکی جو وہ پر مذاق
تو وہ لونگ و تیلی کی ٹھہرائے تھی
قرنفل ہوئی جس پہ دل سے فدا

وہ پتلی ستم کیا نہ تھی ڈھا رہی
کہ تھی جان پتلی پہ بس آ رہی

لگی کیل کیا خوب وہ ناک میں
گویا صید مجروح فتراک میں

ستم اسکے کانوں کی وہ بالیاں
پڑی شان دکھلا رہی تھیں وہاں

طرحدار کیا خوب بالے پڑے
گویا چاند کے تھے دو ہالے پڑے

کرن پھول و جھومر کی تھی کیا لٹک
کہ ہر جھونک پہ دیوے بوتل چٹک

چنگارے صراحی و سبزے تھے کیا
وہ خوشرنگ ہرچال وہ پتے تھے کیا

عجب جھلملاہٹ وہ خوش آن کی
چکا چوند ہو آنکھ انسان کی

پڑی دہگدہگی اک عجب شان سے
نہ جدھی بند تھے ایسے عنوان سے

پڑے انگلیوں میں وہ چھلے عجب
نشانی ملے جس کو اس پر غضب

دل آویز انگوٹھیاں خوش نگیں
نہ دیکھی سنی جو بروئے زمیں

عجب انگلیاں اس کی فندق نما
پہن جس پہ وہ زرد چھلا لیا

پڑی ایک جادو کی انگشتری
جسے دیکھ عاجز ہوا سامری

جو تھے اسکے چھلے وہ زنجیردار
کہ گھنگرو لگے ان میں آشفتہ کار

نہیں ان کی تعریف ہوتی رقم
بھرا تھا زبس ان میں جاہ و حشم

علاوہ ازیں پھر کلائی میں یار
پہنچی بند اور بانہیاں نوبہار

کبھی دل جو تھا ان سے جاتا اتر
تو خوش ہوتی بند چوڑیاں ڈالکر

یہ زیور سنہری نئی شان کا
جو سے دیکھ خطرہ ہے ایمان کا

کہے چور میں رات کو لوں چرا
کہے ساہ چھپاتی سے رکھوں لگا

کبھی ڈال لیتی مرصع کڑے
کہ تھے لعل و یاقوت اسمیں جڑے

کبھی ڈال لیتی تھی ہاتھوں میں چھن
کبھی گوکھرو اسکے جاتے تھے بن

بھرے تھے کبھی جیب گنتو ارو سندگار
تو مٹھیاں بھی ڈال لیتی تھی یار

کبھی تیت تعویذ زنجیر دار
نظر کا نہ تا اُس پہ ہووے گذر
اور اسکے سوا وہ علی بند و ڈنڈ
سدا بازوؤں پر وہ باندھے رہے
کسے تاب ہے آنکھ ڈالے ادھر
پڑے پاؤں میں اُسکے توڑے چھڑی
تھی پازیب و چھانجھر کہیں چوڑیاں
بہت اور زیور تھے متفرقات
جہاں میں جو دیکھے تو زیور نئے
غرض کیا لکھوں اسکی تزئین میں
جہاں میں ہیں مشہور سولہ سنگار
سو یہ ختم تھا سب کا سب ہیر پہ
حسینو نہیں بھی اب نہ وہ آب و تاب
نہ وہ اُن کی آنکھیں نہ وہ اُسکے دل
اگرچہ ہیں کہنے کو معشوق سب
زبس ہیر کا حسن مہتاب جاں
جو کچھ ہے تو اُسکے قدرداں ہیں کم
کسی شئے کا نو قدرداں ہو
ہمیشہ رہے تیر افرماں پذیر

کلائی پہ دو باندھ لیتی نگار
پڑے جن کا سایہ تو جاوے اتر
وہ پہنچ بند اور نورتنگے و ند کھنڈ
کہ تھے جنہیں نقش سلیماں پڑے
مگر یہ کہ جا پہلے جی سے گذر
تھے خلخال میں خوب موتی جڑے
کریں پاؤں پڑا سکے شور و غناں
نہیں جنکا لکھنا ہے آسان بات
نقل ہیں انہیں کی بنائے ہوئے
وہ کرتی سبھی جو ہے آئین میں
اور ابرن ہیں جتنیں اے دلفگار
میسر کسے آج کل ہو مگر
خجل جس سے ہو جائے لعلِ خوشاب
نہ وہ تاب و آتش نہ وہ آب و گل
مگر بات وہ ہاتھ آتی ہے کب
یہ جگجوت جوبن ہے اُن میں کہاں
سراپا ہیں وہ جس سے تصویر غم
اگرچہ وہ حیواں ہے انسان ہو
وفادار تھی جیسے رانجھے کی ہیر

کہیں بھٹن وہ آتی تھی تائن کے ہاں
ادھر اُسکا رانجھا بھی آتا وہاں

آرائش و زیبائش رانجھا

تھا رانجھا بھی صورت میں ماہ منیر | کہ ہے حسن میں ہیر اُس کی نظیر
تھا مدت سے پالی جو وہ ہیر کا | کرایا جو تقدیر نے سو کیا
کوئی اُسپہ اسباب زینت نہ تھا | مگر پھر بھی آتا تھا وہ بن ٹھنا
پہر بھر جو دن باقی رہ جائے تھا | تو سنگار کی وہ بھی ٹھہرائے تھا
کہ دریا پہ بھینسیں لیجاتا تھا وہ | وہیں اُن کو پانی پلاتا تھا وہ
وہیں آپ ہِٹمل نہاتا تھا وہ | وہیں کپڑے دھوتا دُھلاتا تھا وہ
سکھا کر اُنھیں پھر پہنتا شتاب | کہ تھے آرٹبند اور انگا خراب
مگر کیسری پاگ رنگتا تھا وہ | سدا راہ عاشق پہ چلتا تھا وہ
کہ یہ رنگ عاشق کا ہمرنگ ہے | قسم ہے قسم سے وہ دل تنگ ہے
بندھا اُسکی پگڑی میں اک پوتیا | رکھا سیپے سرمہ تھا اُس میں سدا
تنکھا سر کے بالوں کو شانہ کرے | تھا پالی پہ عاشق کا یا نا کرے
وہ باندھے تھا پھر ایسی بندش سے پاگ | کہ ہر پیچ پر اُسکے کھلتے تھے بھاگ
گلے میں پڑی اُسکے تعویذیاں | اور اک ڈنڈ بازو پہ باندھا عیاں
دو کانوں میں تھے اسکے بندے پڑے | کہیں ہیں کہ تھے انمیں موتی جڑے
مگر کیا کریں ان کی خوبی بیاں | بناگوش میں تھی جو دو انٹیاں
لگی میخیں سونے کی دانتوں میں دو | بھلا ہم سے کیا اُن کی تعریف ہو
بھلا جسکے زرکار دندان ہوں | نہ کیوں اُسپہ زردار قربان ہوں
پھر آنکھوں میں سرمہ لگاتا تھا وہ | قدم شوق سے پھر اُٹھاتا تھا وہ
وہیں کملی کھونڈی کو رکھ دوش پر | وہی جھیپڑے پاؤں میں ڈالکر
کسی بھینس پہ پھر وہ ہوتا سوار | کہ پالی کی ہے بھینس ہی راہوار

پہنچ جلد بستی میں بھینسوں کو باندھ
وہ دیتا تھا پھر اُنکو سانی کی ناندھ

پھر آتا تھا نائن کے گھر باخوشی
کہ رہتی تھی واں منتظر ہیر بھی

اُدھر سیج نائن بچھاتی ہمیش
کہ دو اشرفی تھی وہ پاتی ہمیش

سدا پھول خوشرنگ لاتی تھی وہ
کہ پھولوں کی چادر بناتی تھی وہ

پلنگ پہ وہ پھر اُن کے دیتی بچھا
دھرے تھی کئی ہار گجرے بنا

غرض گھر وہ نائن نے ایدوستاں
کیا رشک گل سے لئے بوستاں

ہم آغوش آپس میں ہوتے تھے وہ
لپٹکر وہیں دونوں سوتے تھے وہ

مزے وصل کے رات بھر لوٹتے
کہ نارنج و آنار تھے ٹوٹتے

شراب محبت جو پیتے تھے وہ
اُسی جام کو پی کے جیتے تھے وہ

نہیں حال غنچہ کا مجھ کو کھلا
ابھی تک وہ ہے بند یا کھل گیا

صبح اُٹھ کے پھر ہیر جاتی چلی
تو رانجھے کو ہوتی تھی پھر بیکلی

مگر دل کو دے کر خدا ئے صبور
وہ لیجاتا بھینسوں کو جنگل میں دور

دو پہرے کو دریا پہ آتا تھا وہ
اُتار اپنے کپڑے نہاتا تھا وہ

اٹکتی ہوئی ہیر آتی تھی پھر
وہیں وہ بھی پانی میں جاتی تھی گر

اسیطرح دیدار پاتا رہا
مقدر کو وہ آزماتا رہا

کیدو شاہ کا ہیر کی ماں سے ہیر کی چغلی کھانا۔ ہیر کا کیدو شاہ کو مارنا پیٹنا اور اُسکی جھونپڑی میں آگ لگا دینا وغیرہ

پلا ساقیا بادۂ پُر ملال
کہ دشمن کا ہے میرے تجھ سے سوال

اسے سنکے ہر ایک جاتا ہے کانپ
کہ ڈستے ہیں غماز کے منہ کو سانپ

مگر بعض ایسے چغل خور ہیں
عذاب خدا سے نہ ہرگز ڈریں

کریں چغلیاں اور غیبت مدام
کہ دیتے ہیں بہتان و تہمت مدام

نہیں پردہ پوشی کا اُن کو خیال
جہا نہیں وہ ہیں کھیلتے گو اچھال

کہا ہیر کی ماں سے کیدو نے جا
نہیں ہیر رانجھے سے ہوتی جدا

سدا بیٹھی نائن کے جاتی ہے وہ
وہیں اُسکو سینہ لگاتی ہے وہ

کہا پھر یہ ملکی نے نائن سے جا
بلا کر میری ہیر کو جلد لا

بھلا دیکھ تو جاکے بجن کے گھر
رحیمن عظیمن نصیبن کے گھر

حفیظن کے گھر ہیں وہ ہوگی ضرور
کہ مریم بیچاری تو رہتی ہے دور

گلابی و یا ہرتئی کے تو دیکھ
و یا من بھری گھر گئی کے تو دیکھ

سنا نائی نے ہیر کا جب پتہ
لگا ڈھونڈھنے اُسکو وہ جا بجا

مگر ہیر نائن کے گھر میں ملی
بلایا اُسے ایک آواز دی

کہ چل تیری اماں بلاتی ہے لال
ہوا تجھ پہ چھوچھک بھی غصہ کمال

ہوئی دیر آنے میں جب ہیر کے
تو حجام نے پاؤں آگے دھرے

جو دیکھا تو بیٹھا ہے رانجھا بھی واں
ہم آغوش ہے ہیر سے بیگماں

کہا نائی نے خیر سے جا چلا
یہاں رہنا رانجھے نہیں اب روا

ترے مار دینے کی تجویز ہیں
سبھی جھنگ سیالہ ہے ہم کریں

چلی آئی پھر ہیر مادر کے پاس
بحال حزیں اور چہرہ اداس

کیا دور سے اُسنے ماں کو سلام
کیا اُسکی ماں نے پہ اُس سے کلام

کہا اسنے بیبا بے شرم بے تمیز
تو رکھتی نہیں ہائے عصمت عزیز

تو رانجھے سے ملنا نہیں چھوڑتی
جو یہ خام رشتہ نہیں توڑتی

بہت تجھ کو تفہیم ہم نے کیا
مگر تو نہ کہنا ہمارا سنا

تجھے آج میں قتل کرواؤں گی
تجھے آج شمشیر پلواؤں گی

کیا تو نے عصمت کو بالکل خراب
تو کہنا نہیں باپ کا مانتی
بھلا دیکھ دیتی ہوں کیسے عذاب
نہیں حکم قاضی کو کچھ جانتی

جواب ہیر با مادر

کہا ہیر نے پھر یہ ہو کر خفا
نصیحت مجھے یاد ہے عشق کی
نہیں رسم اُلفت کو ہیں چھوڑتی
اری کوئی دن کا ہے یہ آب و گل
اری کوئی دن کی ہے یہ زندگی
نہیں تجھپہ گذری یہ کیا واردات
تعلق کمینوں سے پیدا کیا
ادب سے ہوں خاموش مجھکو نہ چھیڑ
ترا حال اماں میں سب سن چکی
عمل جس نصیحت پہ تیرا نہو
نصیحت کسی کی نہ مانوں ذرا
مجھے اور سمجھائے گا کیا کوئی
نہیں اپنے عاشق سے منہ موڑتی
نہیں توڑتی اُس نگوڑے کا دل
کروں بیوفائی ہے شرمندگی
مجھے بھی کہا تو نے بچپن میں بات
کہ انبائی نائی کو شیدا کیا
نہیں تو ابھی وو نگی بھنے ادھیڑ
کہاں تک ہے تو پارسا متقی
تو معمول ہرگز وہ میرا نہ ہو

نصیحت بہ نفس خود

محبت بھی اسے قیس ہے اسکا نام
اسی طرح درویش کو چاہیے
اُسے سارے دنیا بھی سمجھائے گو
اطاعت ریاضت میں قائم رہے
گناہ چھوڑدے اور بنے متقی
کہ گذرا ہے جو ہیر پہ یہ مقام
کہ جب وہ محبت خدا سے کرے
عبادت سے اُسکی وہ غافل نہو
رواں پاس انفاس دائم رہے
کرے جہد اور زہد میں وہ سعی

کرے شوق سے روز روزہ نماز　　کرے عجز سلطان بعجز و نیاز
جو دنیا کے کتنے میں آپھر گیا　　تو گویا جہنم میں وہ گر گیا
کیا جس نے دنیا کو یاں اختیار　　تو مرتے ہی پاوے گا دار البوار
کیا دین کو جسنے دل سے قبول　　نہ دونوں جہاں میں وہ ہوگا ملول
سدا اُسپہ ہو رحمت کردگار　　پس مرگ پاوے گا دار القرار
قیامت میں بھی حق کا دیدار ہو　　یہاں معرفت سے خبردار ہو
جسے علم عرفاں نہووے یہاں　　تو کم گاؤ خر سے نہیں وہ میاں
جو علم ریاضی میں چالاک ہے　　نہ ہو علم عرفاں تو کیا خاک ہے
دماغ اہل فن گو یہ افلاک ہے　　نہ ہو علم معنی تو ناپاک ہے
شریعت طریقت سے ہو کامیاب　　حقیقت و عرفاں سے ہو بہرہ یاب
بہت بے شرع ہیں جہاں میں فقیر　　سمجھ لو بلاشک کہ ہیں وہ شریر
مگر وہ جو مجذوب مست خدا　　جو بے شرع ہو وہیں تعجب ہے کیا
اُنہیں دو جہاں میں ہے دیدار حق　　وہ ہر لحظہ سنتے ہیں گفتار حق
جسے ہووے دیدار حق کا نصیب　　کوئی اس سے کیا بات ہے یہ عجیب
اگر ہووے ناصح کوئی بے عمل　　سنے کون اُسکی صدا بے محل
مگر واعظ با عمل کا کلام　　اثر کر ہی جاتا ہے دل پر تمام
خدا کی حضوری میں رہتا ہے وہ　　کہ ہے خود بھی عامل جو کہتا ہے وہ
بحق محمد علیہ السلام　　مجھے بھی حضوری میں ہے رب انام
اور اُن کو جو ہیں تیرے عاشق یہاں　　عطا ہو طلب انکی رب جہاں

ذکر ہیر کا کیدو شاہ کو مارنا اور اُس کی جھونپڑی میں آگ لگانا

پلا ساقیا جام آتش لباس　　لگا دی کہیں میرے منہ سے گلاس

کہا پھر یہ کیدو نے لوگو نہیں آ
مگر وہ میرے ساتھ کرتی ہی جنگ
عداوت میر لیپا تھ رکھتی ہے وہ
رہا گر یہی حال اُس کا مدام
چلی جائے گی ساتھ پالی کے وہ
اُسے لیگا رانجھا کسیدن نکال
غضب ہے کہ پالی سے ملتی ہے وہ
سہیلی تھی اک ہیر کی با خبر
کہ کیدو سے تجھے آج کہتا تھا یوں
جو پالی کو اسنے کیا یار ہے
تو کیدو سے بدلا ابھی سے لیوا
یقیں ہے ہلاکت میں ڈالے تجھے
کہا ہیر نے ہوکے چیں بر جبیں
وہیں اُسکو کچا میں کھا جاؤنگی
رئی سے بھی سر اُسکا چھوڑونگی میں
یہ کر مشورہ ہیر نے اُس زماں
بلا کر کہا اُن کو بیٹھو آ سے
کہا ہاں لیوا اُسکو بیٹھ گئے ہم
یہاں جبکہ یہ مشورہ ہو چکا
کوئی بولی دا رے میں پاویگا وہ
قضا را ہوا کام ایسا وہاں

کہ میں ہیر کو خوب سمجھا چکا
ہے رانجھے سے ملنے کی دلمیں اُمنگ
مزا عشق رانجھے کا چکھتی ہے وہ
بگڑ جائیگا اک نہ اک روز کام
ہے بیٹی جو سردار عالی کی وہ
خوشی سیالوں کو ہو گی کمال
کہ مالک اُسے اپنا گنتی ہے وہ
سنائی یہ سب ہیر کو جا خبر
کہ ہیر ہیر رانجھے سے ملتی ہے کیوں
تو فی الواقع ہے شریر بدکار ہے
نہیں تو وہ دشمن ہے تیرا ہوا
یہاں سے کسیطرح ٹالے تجھے
بھلا دیکھنے پاؤں اُسکو کہیں
دیا ساتھوں ہی سے پٹواؤنگی
غرض اُسکو جیتا نہ چھوڑوں گی میں
بُلا بھیجی سب اپنی سہیلیاں
وہ کرتا ہے بدنام دیکھو مجھے
بلا شک کریں اُسکا ہم سر قلم
لگی ڈھونڈنے اُسکو پھر جا بجا
کہ کوئی دریا پہ جاوے گا وہ
کہ کیدو وہیں آ گیا ناگہاں

کیا سجدۂ شکر پھر ہیر نے — کہ اچھا کیا کام تقدیر نے
پکڑ ہیر نے جلد کیدو کا ہاتھ — لگی پوچھنے کیا کہی تو نے بات
مری آبرو پر ہوا بدگماں — مزا کچھ اسکا چکھاتی ہوں ہاں
کیا پست آخر کو سب نے اُسے — لیا گھیر آخر کو سب نے اُسے
کوئی مارے گھونسے اُسے تانکر — کوئی مارے لاٹھی اُسے جان کر
کوئی مارتی کوئی پکڑے کھڑی — بہت خوب کیدو کی کھچڑی جھڑی
کسی نے تھا لاتوں سے مارا اُسے — طمانچوں سے بھی تھا سنوارا اُسے
کوئی بس پھر منہ سے کاٹتی تھی ہاں — کھڑی دور سے کوئی ڈانٹتی تھی ہاں
لگا غل مچانے وہ اس دار و گیر — مگر اُسکی ڈاڑھی کو کھینچتی تھی ہیر
وہ بے بس بچارا وہاں کیا کرے — سپاہِ زناں تھی جو نرغہ کیے
پڑا اُن کے آگے وہ لنگڑا غریب — بہت ہی پٹا آہ اُس کے نصیب
ہوا پٹتے پٹتے جو کیدو کو غش — دیا چھوڑ مردہ سمجھ آخرش
بہت دیر میں اُسکو آیا جو ہوش — تو کرنے لگا آہ و نالہ خروش
تھی کیدو کی صحرا میں اک جھونپڑی — اُسی میں وہ رہتا تھا مردود ہی
وہاں سے جو وہ گرتا پڑتا اُٹھا — اُسی جھونپڑی میں وہ داخل ہوا
بنا ہیر نے آگ چقماق سے — لگا دی اُسی جھونپڑی میں وسے
ہوا آگ کا جبکہ شعلہ بلند — تو باہر ہوا اُس سے وہ مستمند
اچانک لگی آگ ڈاڑھی میں آ — جلے کیس بھی سر کے پھر وائے وا
مصیبت جو آتی ہے عبدالغفور — تو اُٹھتے ہیں چاروں طرف سے فتور
خدا سب پہ اپنا رکھے فضل بس — نہ مغضوب محشر میں ہو کوئی کس
جلی اُسکی گدڑی اور اک بوریا — جلی کونڈی لکڑی کی بھنگ گھوٹنا

کہیں خاک اُس کی ہیراگن ہو گئی
کہیں تھیلی وکا ٹھٹھا مالا جلی

جلا اُسکا کچکول وکشتی کہیں
پتہ مرگ چھالے کا لگتا نہیں

چرس اور افیون وکا نچھا پھکا
کہ کیدو کو ہر چیز کا شوق تھا

کہیں مے کی بوتل کہیں کوکنار
جلا اُس بچارے کا گھر اور بار

تو رو یا کیا دیر تک چیخ مار
برسنے لگی آنسوؤں کی پھوار

کہ اتنے میں وہ آگ سب بجھ گئی
تو کیدو نے یہ دل میں تجویز کی

کہ چل ہیر کے باپ کے پاس اب
کروں گا مصیبت یہ اظہار سب

کیدو کا چھوچھک سے فریاد کرنا اور پنچایت

گیا پھر وہ چھوچھک پہ روتا ہوا
سنائی اُسے ساری غم کی کتھا

کہ مارا ہے مجھکو تری ہیر نے
بُرا دن دکھایا ہے تقدیر نے

جو تھیں لڑکیاں بھی گئی اُسکے ساتھ
کوئی مارتی کوئی پکڑے تھی ہاتھ

رہے جب تلک ہوش میرے بجا
مجھے ہائے افسوس مارا کیا

یہاں تک کہ پھر مجھکو غش آگیا
دیا چھوڑ یوں مجھکو مردہ بتا

کہا پھر یہ چھوچھک نے چل دور ہو
مرے سامنے سے تو کافور ہو

دلیری ہے یہ لڑکیوں میں کہیں
تجھے پیٹ دیتے جو اے اہل کیں

نہ چھوچھک سے جب داد اُسکو ملی
تو تجویز کیدو نے اک اور کی

لئے پنچ بستی کے سارے بلا
بڑی عاجزی سے یہ اُس نے کہا

کہ مارا مجھے ہیر نے اس قدر
کہ زخمی ہوا میرا سر اور کمر

لگا دی مری جھونپڑی میں بھی آگ
اُٹھی لاٹ اُسمیں گئی واں سے بھاگ

چرس بھنگ افیون سب جل گئی
نہ سونٹا بچا اور نہ کونڈی رہی

کہا پھر یہ بچوں سے کر صبر تو ‌‌ ‌ فقیروں کا ہے کام یہ ہو بہتو
خدا صبر کی تجھ کو دے گا جزا ‌ ‌ اسے کیدو تو اس بات کا غم نہ کھا

رانجھے کا خونی بن میں بھینسیں چگانا اور شیر کو مار ڈالنا پھیر کا امتحان لینا اور رچھ چوروں کی کیفیت

پلا ساقیا بادۂ آتشی ‌ ‌ کہ طاقت مجھے جس سے ہو جنگ کی
یہ غصہ میرا ہے وہ شیر ببر ‌ ‌ مقابل کہاں اسکے ہو شیر نر
مجھے ایک تو ایسی دارو پلا ‌ ‌ کروں جس سے مستی میں پی انتہا
یہاں تک کہ ہو زیر شیر ببر ‌ ‌ کروں پست غصہ کو اپنے مگر
پلا اب کہ وہ ساغر پر شرار ‌ ‌ ظفریاب ہو جاؤں در کارزار
میں کیدو کا احوال یاں چھوڑکر ‌ ‌ لکھوں رزم رانجھا و شیر ببر
ہوئی خشک سالی جو واں یکسال ‌ ‌ مواشی چگاتے ہوئے بس محال
چراتا تھا بھینسیں جو صحرا میں وہ ‌ ‌ نہ سبزہ رہا اُس میں خوراک کو
لگا اُسکے چھوچھک سے وہ پوچھنے ‌ ‌ کوئی سبز جنگل بتا دو مجھے
چراگاہ جسمیں ہری دوب ہو ‌ ‌ تو بھینسیں چگانے کا اسلوب ہو
کہا اُسنے یہ کالے دہڑ کے سوا ‌ ‌ نہیں آجکل کوئی جنگل ہرا
غرض ہانک بھینسونکو اپنی تمام ‌ ‌ وہ کالے دہڑ کو ہوا تیز گام
چرا نجھے کو پالی سے ملے دوسرے ‌ ‌ لگے کہنے رانجھے کہاں جائو ہے
کہا اُسنے کالے دہڑ جاؤں گا ‌ ‌ وہیں آج جانے کی ٹھیراؤں گا
کہا ہے یہ چھوچھک نے اُسکے سوا ‌ ‌ نہیں آجکل کوئی جنگل ہرا
کہا پالیوں نے نجانا وہاں ‌ ‌ رہے ہے وہاں ایک شیر زیاں

جو بھینسوں میں وہ تیری آجائیگا
وہ بھینسوں کو اور تجھکو کھا جائیگا

دیا تجھکو دھوکا یہ بچھو جھک نے یار
کہ تا آج ہو تو اجل کا شکار

نہیں ہے وہاں کی کسیکو مجال
مگر جسکا نزدیک ہو انتقال

وہی اس جگہ کا ارادہ کرے
جبھی خو لی بن اُسکو کہنے لگے

کہا پھر یہ رانجھے نے کیا بات ہے
مدد کو ہماری خدا پاک ہے

بعونِ خدا شیر کو مار لوں
کروں ایکدم میں اُسے غرق خوں

بزرگی ہے انسان کو بیشمار
ہوا ہے یہ خشکی تری میں سوار

ہیں تابع سبھی اسکے جن و ملک
مطیع اسکے حیوان بے شبہ و شک

اسی نے کیا پست دیو سفید
اسینے کئے ہیں کے ہاتھی بھی قید

سپیرے نے دی بین جسدم بجا
لگا جھومنے سامنے اژدھا

پکڑ ڈال لیتا ہے پٹیار میں
تماشا دکھاتا ہے بازار میں

حقیقت میں وہ سانپ کالا مگر
تھا انسان کا دشمنِ جاں بتر

دئے توڑ جب دانت انسان نے
تو سر بھی اُٹھایا نہ حیوان نے

لیا فیلباں نے جو آنکس سنبھال
تو فیل دماں کی نکل آئی چال

اشاروں میں وہ خونی ہاتھی چلا
ہر جسنے پیروں کے نیچے ملا

وہ گھوڑا جو بدفعل اور شوخ تھا
ہوا تابع چابک سواروں کے آ

شتر سینہ پرور تھا اور جو شریر
شتربان نے اُسکو کیا جب اسیر

تو دی ناک میں ڈال اُسکے نکیل
گیا بھول وہ سب شرارت کی کھیل

وہ شہباز شکرے شکاری پرند
جو کی بازداروں نے آنکھ اُنکی بند

گئے بیٹھ چپکے سے پھر ہاتھ پر
بچے ظلم سے اُسکے سب جانور

مگر یہ کہ اُن کو کہے بازدار
تو بیشک ہیں وہ مار لاتے شکار

پڑا اشتاد پری پہ جو عامل کا وار — لیا اُسنے شیشے میں اُسکو اُتار
نہنگ زن کے قابو میں آیا نہنگ — کیا سب کا انساں نے میدان تنگ
غرض پہنچا کاسے دہڑ میں وہ جا — جو دیکھا کہ جنگل رہا لہلہا
چُگانے لگا اپنی بھینسیں تمام — لگی چرنے بھینسیں بھی ہو شاد کام
قضا را نظر آئی ایک شیرنی — تھا شیر ببر خواب میں کشتنی
یہ رانجھے نے اُس شیرنی سے کہا — جگادے ذرا شیر اپنے کو جا
کہا شیرنی نے کہ او بے ادب — جگا دوں جو شیر ببر کو میں اب
سلامت نہ تو اور نہ بھینسیں ہیں — اسی دشت میں خون سب کے بہیں
کہا پھر یہ رانجھے نے فوراً جگا — بلا سے اگر مجھکو کھا جائے گا
نہیں جان بازی سے ڈرتا ہوں میں — بھلا دیکھ ماروں کہ مرتا ہوں میں
جگادے اسے گر وہ ہے شیر نر — جو گیدڑ ہے مت اُسکو بیدار کر
ٹپکتا تری بات سے ہے یہی — کری تو نے گیدڑ سے ہے دوستی
سُنا شیرنی نے جو اُسکا جواب — جگانے لگی شیر کو کر خطاب
کہا کیا تو سوتا ہے اے شیر نر — گری بھینسیں رانجھے کی جنگل کو چر
ہے رانجھا دہر تجھ سے پرخاش جو — کہے ہے کہ دوں مار میں شیر کو
یہ سن گفتگو شیر غرّا گیا — سنے تو کہ غصہ میں تھرّا گیا
لگا کہنے ہے کون وہ بے ادب — جو کرتا ہے مجھ سے مبارز طلب
مری شان و شوکت نہیں جانتا — جو سلطان ہوں نہیں مانتا
ہے اس دشت میں بادشاہی مری — مرے سر پہ ہے تاج شاہنشہی
بڑے غیظ میں کرکے آنکھوں کو لال — لگا کہنے رانجھے سے او بدسگال
کہا تو نے ہے شیر سے مجھکو جنگ — دکھا جلد اپنا وہ تیر و تفنگ

مرے بن میں لایا تو کیوں گاؤ میش — تری بات پر مجھکو آتا تھا طیش
تو آیا ہے کم ظرف پالی یہاں — جتاتا ہے جو کم خیالی یہاں
چرا جیسے بھینسوں نے ہے بن میرا — اسیطرح کھاؤنگا میں تن ترا
سنی شیر کی جب یہ آواز سخت — غضبناک رانجھا ہوا ایک لخت
لگا شیر سے کہنے او نابکار — مرے ساتھ کر آکے اب کارزار
ہوا شیر بھی اُس سے آجنگ جو — صلح کی نہ باقی رہی گفتگو
لگا شیر کرنے اُدھر غرغر — ثلک جیسے توپونکی باشور و شر
اِدھر اسنے بھی ایک نعرہ کیا — جسے سنکے جنبش میں گردوں ہوا
تزلزل میں آیا وہ جنگل تمام — ہوا ایک نعرہ میں جنگل تمام
سنی شیر نے جب وہ آواز سخت — وہیں پہ گرا کھاکے غش ایک لخت
کھلی کی جو رانجھے سے تھی پاس تیغ — کیا شیر پہ وار بس بے دریغ
درانتی کے خنجر سے سر کر جدا — دو ٹکڑے کیا شیر کو اے فتا
ہوئی فتح رانجھے کو اس جنگ میں — نہ پھولا سماتا تھا وہ انگ میں
گئی شیرنی لیک فی الفور بھاگ — ہو جاتا رہا اُسکے سر کا سہاگ
کہا پھر یہ رانجھے نے ای شیرنی — ترے دل پہ اسوقت یہ کیا ٹھنی
ترے شیر کو مینے مارا ہے یاں — عوض اُسکا لے مجھسے تو اس زماں
نہ عوض ہی سے لے اُسکا ماتم تو کر — گھڑی دو گھڑی تک تو ہو نوحہ گر
تجھے بھاگنا لیک زیبا نہیں — ملے گا کوئی شیر ایسا نہیں
دیا شیرنی نے یہ ہنسکر جواب — ملوں گی کسی اور کو میں شتاب
مجھے اسکے مرنے کا کچھ غم نہیں — ابھی شیر مخلوق میں کم نہیں
سنا جبکہ رانجھے نے اُسکا جواب — تو ہونے لگا اُسکو پھر اضطراب

رانجھے کا عورتوں کو بیوفا سمجھکر ہیر کا امتحان لینا

وہ بیوا اپنے دل بیچ لایا خیال　　کرے گی یہی مجھ سے ہیر سیال
کسی روز گر میں بھی مرجاؤں گا　　کوئی مرد ڈھونڈھیگی وہ دوسرا
کسی کی محبت میں ہوگی اسیر　　کرے بیوفائی یونہی مجھسے ہیر
بناوے گی آخر کسی کو وہ یار　　کریگی سدا اُس سے الفت پیار
مجھے بھول جاویگی وہ بالضرور　　کریگی محبت میں میرے قصور
کسی غیر کو وہ بناوے گی زوج　　کرے گی سدا وصل سی اُسکے موج
عبث عورتوں کی ملاقات ہے　　کہ ان کی سدا بیوفا ذات ہے
محبت زبس انکی ہوتی ہے سست　　نظامی کا ہے قول بیشک درست
اگر نیک ہووے سرانجام زن　　زماں را مزن نام ہووے نہ زن
نہیں عورتوں میں محبت کی بو　　نگاہ اپنی رکھتی ہیں یہ سو بسو
بہت بیوفا شوخ و عیار ہیں　　ذلیل و رذیل و بڑی خوار ہیں
بہت خوب ہے لیک مردوں کا پیار　　پس مرگ بھی وہ رہیں یادگار
مگر عورتیں یاد کرتی نہیں　　کبھی فاتحہ تک بھی پڑھتی نہیں
محبت نہیں ان کی ہے پائدار　　علیحدہ رہے ان سے پرہیزگار
غرض یہ ہی تشویش کرتا رہا　　دم سرد رو رو کے بھرتا رہا
کرے مرد بھی بے وفائی اگر　　تو سمجھو اُسے عورتوں سے بتر
پھر اتنے میں یاد آئے قول و قرار　　کئے تھے جو وہ ہیر نے استوار
یہی دل میں رانجھے کی آیا اُس آن　　کہ یوں ہیر کا آج میں امتحان
یہ کر مصلحت شیر کا خون لیا　　ہر ایک بھینس کے سینگ پہ ملدیا

اُسوقت بستی کو سب ہانک دیں — بچاری وہ ہو مضمحل چل پڑیں
یہ رانجھا اُسی بن میں بیٹھا رہا — نہ ہمراہ بھینسوں کے ہرگز گیا
قضا کی سنو آگے اک بات اور — پڑے آکے بھینسوں میں رانجھے کی چور
وہ چھ چور تھے سات بھینسوں کو ہانک — روانہ ہوئے کرکے کچھ تاک جھانک
مگر اور بھینسیں گئیں بھاگ سب — گئی ہیر کے پاس ہو پر تعب
کیا ہیر نے جبکہ اُن کو شمار — تو کم سات بھینسیں ہوئیں اُنسی یار
کیا اُنکے سینگوں پہ جسدم خیال — ہوئی خون کو دیکھکر پُر ملال
کہیں شیر نے اُسکو مارا نہ ہو — ہوا دشت میں وہ بچارا تبہ
یہ دُکھ درد ہجراں تو سہنے سے ہے — مگر اپنے جی سے وہ جیتا رہے
ہوئی دل ہی دل میں وہ گریہ کناں — مگر اُسکے ماں باپ تھے شادماں
کہیں تھے کہ یہ کام اچھا ہوا — جو شیر ببر نے اُسے کھالیا
مگر آہ اتنا نہ آیا خیال — کہ اُس شیر ہی کا ہوا انتقال
ادھر ہیر اُس غم سے ہوا اشکبار — چلی خونی بن کیطرف آہ مار

مناجات ہیر

الٰہی تو ہے سب کا پروردگار — ترا دوست ہے شاہ والا تبار
رسول معظم کے صدقے ذرا — ملا میرا دلدار مجھ سے خدا
تری شان ہے بس غفور الرحیم — ملا میرا دلدار رب حکیم
تری ذات ہے پاک یا کبریا — ملا مجھ سے جلدی مرا دلربا
ترا نام رحمٰن ذی شان ہے — ملا میرا محبوب جلدی مجھے
ترا نام باقی ہے رب مجید — ملا میرے طالب کو رب وحید

ترا نام قاضی حاجات ہے — ملانا اسے تجھکو کیا بات ہے
ترا نام ہے دافع ہر بلا — ملا میرے دلبر کو جلدی ملا
ترا نام ہے یا الٰہی ودود — ملا میرے رانجھے کو تو مجھسے زود
ملادے ملادے ملادے خدا — کہ گم ہو گیا آج رانجھا میرا

کہے تھی کبھی ہو کے یوں مضمحل — کہ رانجھے خدا را کہیں مجھ سے مل
کسی طرح تو اپنی صورت دکھا — مجھے شربت وصل جلدی پلا
یہی کہتی پھرتی تھی وہ سو بسو — کہ رانجھے دکھا جلد دیدار تو
اگر ہے تو زندہ بجا بانسلی — کہ ہے دل کو میرے بہت بیکلی
یا وارد ہوا تجھ پہ حکم قضا — مجھے خواب میں اپنی صورت دکھا
کنی پھر میں ہیرے کی کھا جاؤں گی — ترے پاس رانجھے چلی آؤں گی
سنی جبکہ رانجھے نے اسکی صدا — بجادی وہیں بانسلی خوش نوا
سنے ہیر نے بانسلی کے جو بین — ہوا اس بچاری کے کچھ دل کو چین
گئی دوڑ پھر جلد رانجھے کے پاس — کہ تھی اسکو اسکے درشن کی جو آس
کیا شکر خالق کی درگاہ میں — کہ لازم ہے یہ عشق کے راہ میں
لگی پوچھنے پھر وہ رانجھے سے یوں — لگا یا تھا بھینسونکے وہ خون کہیں
کہا سینے تجھکو یہ دی تھی خبر — کہ مارا گیا آج اک شیر نر
مرے دلمیں اسوقت وسواس تھا — نہیں اسلئے ساتھ ان کے گیا
کہا ہیر نے کیا وہ وسواس ہے — لگا کہنے رانجھا کہ سن شوق سے
کہ مارا تھا میں جس گھڑی شیر نر — گئی شیرنی بھاگ ہو بے خطر
نہ کچھ شیر کا اسنے ماتم کیا — نہ کچھ فکر و تشویش سے غم کیا
کہا میں کہ کر سوگ اے بد صفات — تو اسنے زباں سے کہی تھی یہ بات

نہیں بن میں شیرو تکی ہر کچھ کمی بلا سے اگر جان اُس کی گئی
جو دیکھا میں اُس شیرنی کا یہ حال تو آیا مرے دل میں پھر یہ خیال
کہ ہے ذات عورت کی بس بیوفا جو ہو ہیر بھی پھر تعجب ہے کیا
سنی جبکہ یہ داستاں ہیر نے تو رونے لگی کرکے وہ کیرنے[1]
لگی کہنے رو رو کے اے کردگار مرادے تو رانجھے کو اب اعتبار
میں لاؤں الٰہی تجھے درمیاں نہ بدلوں گی زنہار اپنی زباں
میں رانجھے پہ جی جاں قرباں کروں کبھی عہد سے میں نہ اپنے پھروں
الٰہی رفع کر تو رانجھے کا شک سمجھتا ہے یہ بیوفا اب تلک
دعا ہیر کی ہو گئی مستجاب کہ رانجھے کے دل کا گیا اضطراب
کہا ہیر نے مجھکو آیا یقیں تو ہے باوفا پر جفا تو نہیں
نہ رو اب تو بہر خدا ہیر بس نہ رو رو کے کر مجھکو دلگیر بس
مجھے یاد ہیں تیرے قول و قرار مگر آج پھر ہو گئے استوار
کہا ہیر نے خیر بہتر ہوا کہ تھا دل کا میرے یہی مدعا
کہیں شک ترے دل کا یہ دور ہو تو پھر ہیر بندی بھی مسرور ہو
کہا ہاں نہیں اب رہا مجھکو شک کریں چین رل مل کے زیر فلک
لگے ہونے پھر عیش و عشرت بہم ہوا دور دل میں جو تھا اُنکے غم
کہی ہیر نے پھر یہ رانجھے سے بات کہ کھوئی گئیں آج بھینسیں بھی سات
دیا پھر یہ رانجھے نے اُسکو جواب کہ میں ڈھونڈ لاؤں گا اُنکو شتاب

ہیر کا اپنے چچا سلیم سے سبزہ گھوڑی لانا اور رانجھے کا سبزہ گھوڑی پر سوار ہو کر گم شدہ بھینسوں کو چوروں سے واپس جھنگ میں لانا

[1] یہ لفظ ہندی کا ہے جسکو اہل زبان زبان زد کرکے رونا استعمال کرتے ہیں۔

مگر کوئی گھوڑی مجھے چاہیئے
ملے گر کہیں سے تو لے آیئے

کہا گھوڑی اب تجھکو لا دونگی میں
سلیم اپنے عم پاس جاؤنگی میں

مگر بیٹھ تو چل کے اُس باغ میں
ملا تھا مجھے آکے جس باغ میں

پچھلے سے کیا ہیر نے جا سوال
کہ پورا مرا کیجیئے گا سوال

پچھلے نے جواب اُسکو پھر یہ دیا
کہ اک گھر تو کھویا ہے ماں باپ کا

مبر اگھر بھی اب کھونے آئی ہے تو
لگی کہنے پھر ہیر سن اے عمو

کہ میں جیسے بابل کا کھویا ہے گھر
تری دخت سے تجھکو پہنچے ضرر

یہ سن ہیر سے پھر وہ کہنے لگا
نہ کر ہیر بچی تو بہہ بد دعا

سلیمو کے حق میں تو ایسا نہ بول
یہ لیجا تو گھوڑی میں دیتا ہوں کھول

مگر ساز اور زین دونگا نہیں
میں ایسی بھلائی تو لونگا نہیں

کہا گر نہ دے ساز اور زین مجھے
تو ہر شخص طعنہ یہ دے گا تجھے

میسّر نہیں گھوڑی والے کو ساز
اگرچہ ہے گھوڑی تو یہ ترک و تاز

دیا آخرش اُسنے زین و لگام
کہا پھر کہ اب تو ہوئی شاد کام

غرض ہیر گھوڑی پہ ہو کر سوار
گئی باغ میں پاس رانجھے کے یار

حوالہ کری اُسکے وہ مادہ اسپ
کہ تا ڈھونڈ کر لائے بھینسیں وہ سب

روایت ہے یہ بھی تو بعضوں کی
کہ گھوڑی چچا نے نہیں اسکو دی

دیا ہیر نے اپنا زیور اُتار
کہا پھر یہ رانجھے سے اے دلفگار

خرید ایک گھوڑی اُسے بیچکر
نہایت ہو چلنے میں جو تیز تر

غرض جسطرح ہو سکا اسے اچھی
وہی سبزہ گھوڑی اُسے مل گئی

ہوا سوار گھوڑی پہ رانجھا چلا
تھکا اُسکی رفتار سے باد پا

روانی میں وہ رشک سیلاب تھی
صبا سیکڑوں کوس پیچھے رہی

[illegible]

اگر چھوڑ دیں اُسکا ڈھیلا لگام
کرے لامکاں سے بھی آگے مقام

کبھی وہ چلے شاہ گام ای اخی
کبھی دُلکی پو یہ وہ ریہال تھی

اگر دشت غربت میں جولاں ہو وہ
تو دریائے چناب کا رو ہو وہ

نہیں بائیسیکل کو سرعت یہ بس
چلے ساتھ اُسکے جو وہ کوس دس

کہاں ریل اُسکے مقابل ہو یار
اگرچہ کلیں اُسکی ہوں بے شمار

نہ ہمیز کھاوے نہ چابک کبھی
کہاں سے کہاں تھی ابھی کی ابھی

ملی اُسکو گھوڑی جو وہ تیز گام
لگا ڈھونڈھنے اپنی بھینسیں تمام

سنو آگے چوروں کی اب واردات
وہ چھ چور تھے اُنکی بھینسیں تھیں سات

وہ تقسیم بھینسیں ہوئیں ایک ایک
بقایا رہی ساتویں آن یہ لیک

تو اک چور بولا کہ میراں کے نام
تصدق کرو بھینس یہ لا کلام

کہا دوسرے نے کہ دو بھیم کو
کہا تیسرے نے کہ سرور کو دو

کہا پھر یہ چوتھے نے ہو پیر غضب
کہ شادی کیوں گئی بھول سب

کہا پانچویں نے کہ گوگے کے نام
چھٹے نے کہا نام حق والسلام

پھر اتنے میں رانجھا بھی پہنچا وہاں
کہ تقسیم ہوتی تھیں بھینسیں جہاں

کہا سب نے یہ بھینس دیدو اسے
دعا نیک تا تم کو دیتا رہے

یہ درویش ہے کوئی صاحب کمال
بہت اسکی برکت سے ہم پائیں مال

غرض سب نے وہ بھینس رانجھے کو دی
بہت دیر تک وہ بھی رہ گیتی

محبت سے رانجھے نے اسکو بلا
بڑے پیار سے ہاتھ سر پر دھرا

بجا دی جو پھر شوق سے بانسلی
چھیوں بھینسیں آواز سنکر چلیں

تڑا اپنے سنگیوں سے تمام
گئیں پاس رانجھا کے آس مقام

محبت سے رانجھے نے سب کو بلا
کیا پیار اور جھنگ میں لے لیا

ہوئی اسطرح کی جو وان واردات
لگے ملنے سب چور حسرت سے ہاتھ

لگے کہنے کیا ہو گیا یہ غضب
کہ محنت ہوئی رائیگاں اپنی سب

نہ اچھا ہوا بھینسیں دیں نام حق
جو کھوئی گئی زندگی کی رمق

اگر کرتے وہ بھینس میراں کی نام
یقیں ہے بگڑتا نہ ہرگز یہ کام

اگر دیتے یہ بھینس ہم بھیم کو
تو یہ رنج ہوتا نہ اسے دوستو

اگر دیتے منشا دی کو یہ ہم
یقیں ہے نہ ہوتا کبھی ہم کو غم

اگر دیتے یہ بھینس گوگے کو ہی
تو پھر اسقدر رنج ہوتا کسے

اگر دیتے یہ بھینس سرور کو سب
یقیں ہے نہ ہوتی کبھی ہم کو یہ تپ

کوئی بولا ہم کو جو ہوتی خبر
کہ بھینسوں کا مالک ہے وہ بکھر

نہ دیتے اسے بھینس وہ زینہار
اگرچہ وہ قیمت بھی دیتا ہزار

غرض چور وسواس کرتے رہے
اسیطرح آپس میں لڑتے رہے

ادھر جھنگ میں وہ بھی داخل ہوا
شب وصل میں اپنی شامل ہوا

احوال کیدو

سنائی تمھیں رزم رانجھا و ہیر
وہ چوروں کا سب حال اور ہیر پھیر

تمھیں پھر وہی کیدو یاد آگیا
کہ قصہ تھا کچھ جس کا باقی رہا

سنو ایک دن کا ہے یہ ماجرا
ملی ہیر رانجھے سے جو بن میں جا

اُسے ہجر میں آ سکے تھی بیکلی
سنی دیر تک وصل کی بانسلی

اُسی وصل میں نیند میں ہو گئی
وہیں ساتھ رانجھے کے وہ سو گئی

قضارا وہاں کیدو آیا جو بار
کہ تھا ہیر کیطرف سے اسکو خار

انھیں دیکھ دونوں کو سوتا ہوا
گیا پاس چھپ چھپا کے اور یوں کہا

کہ چلکر مرے ساتھ اب دیکھ لے | بغل میں پڑا ہے وہ اُسکو لئے
اُسیوقت چھوچھک چلا اُسکے ساتھ | جو دیکھا تو کیدو کی سچی ہے بات
اُدھر ہیر کی آنکھ بھی کھُل گئی | جو کچھ نیند میں اُسنے آہٹ سنی
کہا پھر یہ رانجھے کو اُسنے جگا | کہ بابل ہمارا دیکھ اب آ گیا
تو جلدی سے چھپ جا کہیں صحرا میں اب | کہ تا ہو نہ معلوم یہ حال سب
ادھر ہیر کا باپ آکرکے یار | لگا ہیر سے کہنے اسے بدشعار
تو اسوقت اس بن میں آئی تھی کیوں | یہ آتا ہے دلمیں کروں غرق خوں
لگی کہنے اک بھینس بیمار تھی | بہت ہی وہ لاغر تن زار تھی
مجھے بیٹھے بیٹھے یہ آیا خیال | چلی آئی تھی دیکھنے اسکا حال
یہاں پاؤں میں میرے کانٹا چبھا | گئی کر درد سے اُسکے میں بلبلا
مجھے دیکھکر درد سے بیقرار | نکالا تھا پالی نے آکر وہ خار
لگا سُنکے خاموش چھوچھک سیال | رہا دل میں کیدو کے لیکن ملال

رانجھے کے بھائیوں کا خط چھوچھک کو

پلا اے ساقیا ساغر درد مند | کہ مدت سے ہو ہمیں تیرا پائے بند
کسی نے ہزارے میں بھی جا لکھا | کہ چھوچھک کا پالی ہے رانجھا بنا
سنا ہے کیا شیر سے اُسنے جنگ | دیا جان سے مار بس بیدرنگ
جو وار فقہا اُسپہ پھر جائیگا | کسی روز بس وہ بھی گر جائیگا
سنا بھائیوں نے جو اسکا یہ حال | تو رویا کئے دیر تک خوں اُچھال
اُسیوقت چھوچھک کو نامہ لکھا | کہ مضمون یہ اُسمیں تحریر تھا
بنام خداوند ایزد تعال | صلوٰۃ و تحیات ختم الرسال

اے سردار چھوچھک سلامت رہو
سدا جھنگ میں باکرامت رہو

پس آداب و تعظیم کیجے خیال
کہ ہمنے سنا بھائی رانجھے کا حال

تو خفت بہت ہم کو حاصل ہوئی
کدورت بہت دل پہ حائل ہوئی

سنا ہے کہ وہ بنگیا ہے شبان
چراتا ہے بھینسیں تمہاری وہاں

یہاں ناز و نعمت میں تھا کل پلا
اُسے آہ یہ رنج تم نے دیا

وہ سردار تھا اک بڑا نامور
غضب ہے کہ صحرا بنے اُسکا گھر

مصیبت بہت اُسکی ہم نے سنی
برادر ہیں ہم کو ندامت ہوئی

یہی عرض ہے آپ سے اُسکو ہی
کہ دو بھیج رانجھے کو فوراً ابھی

اگر بھیجدو گے تو احسان ہے
نہیں تو یہاں اور سامان ہے

کرینگے وہاں آکے ہم تمسے جنگ
کریں جھنگ کو آکے ہم جان پہ تنگ

ہزاروں سے ہم فوج لے آئینگے
بہی جسطرح اُسکو لے جائیں گے

یہیں تک ہوئی ختم انکی کتاب
روانہ کیا جھنگ کو بھیر شتاب

جوابِ خط

گیا جبکہ نامہ وہ چھوچھک کے پاس
تو چھوچھک کے دلمیں ہوا کچھ ہراس

لکھا اُسکا فی الفور اُسنے جواب
سلامت رہو باکرامت جناب

ہوئی ہم کو تفہیم تحریر کی
نہیں گفتگو اسمیں تقریر کی

تمھارا اخی ہے جو رانجھا یہاں
وہ با خوشی خرمی شادماں

چگاتا ہے بھینسیں سدا ہیر کی
یہی ہے خوشی بسکہ دلگیر کی

وہ اپنی خوشی سے چلاجائے گو
مگر ہم سے یہ کام ہرگز نہو

کہ ہم قوم کو اپنی دیویں نکال
نہیں آئیگی اسمیں غیرت کمال

گیا ایلچی لے کے نامہ شتاب
ہوئے پڑھکے خاموش ختم کی کتاب

خط رانجھے کی بھاوجوں کا ہیر کو

جو رانجھے کی تھیں بھاوجیں ایک عزیز ۔ انھوں نے لکھا ہیر کو خط یہ نیز

کہ اے ہیر بے پیر بے دستگاہ ۔ جو رانجھا ہزارے کا تھا باد شاہ

پکڑ کر اُسے تو نے پالی کیا ۔ سنا ہے کہ لی دوستی بھی لگا

غضب ہے غضب ہے غضب کی ہی بات ۔ سُلاتی ہے دیور ہمارے کو ساتھ

بھلا چاہتی ہے تو دے اُسکو بھیج ۔ نہیں تو تری ہم جلاویں گے سیج

جمع ہوکے سب جھنگ میں آئینگی ۔ تجھے ہاتھ ہم خوب دکھلائیں گی

گئی ایلچن سے کے چپنے کی توڑ ۔ دیا ہیر کو خط یہ دو ہاتھ جوڑ

پڑھا جبکہ خط ہیر نے وہ تمام ۔ تو پاسخ میں پھر لویں ہوئی ہم کلام

جواب خط

لکھا ہیر نے پھر یہ خط کا جواب ۔ کہ سنتی ہو اے بلبسوا بیحجاب

ہے رانجھا بیا پر بہت شادماں ۔ شباں وہ نہیں بل ہے شاہ زماں

کیا ہے زبس اُسکو میں تاج سر ۔ کہ ہے مُلک در ملک سب کو خبر

نہیں عشق چھ رہی سے بینے کیا ۔ نہ اب تک مرا کام اُس سے ہوا

محبت یہ خالص ہے لِلّٰہ ہے ۔ کہ شاہد میرا پاک اللہ ہے

مجھے بالنسلی اُسکی اچھی لگی ۔ اسیواسطے اس سے ہے دوستی

مگر تم کو شہوت کا ہے کچھ خیال ۔ تو رانجھا نہیں تھوکتا تم پہ لال

اگر تم کو ایسا پیارا تھا وہ ۔ تو کیوں تم نے گھر سے نکالا تھا وہ

بھلا کیوں اُسے تم نے طعنہ دیا ۔ کہ ایسا ہے تو بیاہ کر ہیر لا

ہوئی ہیر جب اُسکی خدمتگزار ۔ تو حسرت ہوئی تم کو اے نابکار

تمھیں جوش مستی میں سوجھی ترنگ — کہ دو پھونک آکر ہمارا پلنگ

بس اب کچھ نہیں تم کو کہتی ہوں میں — بناچار خاموش رہتی ہوں میں

گئی ایلچن لیکے خط کا جواب — ہوئی پڑھ کے خاموش وہ دل کباب

ہیر کا سیدے عرف کنھوکا لنے سے منسوب کرنا

پلا ساقیا جام در دھوم دھام — بگڑتا چلا سب مرے دل کا کام

یہاں سے مصیبت کا ہے سامنا — مرے پاس آکر ذرا تھامنا

جو تھا ہیر کا باپ چوچک سیال — محل میں وہ بیٹھا تھا آشفتہ حال

اراکین دولت تھے حاضر تمام — کہا سب سے چوچک نے پھر یہ کلام

کہ دل میں مرے اب یہ آئی ہے بات — کہ دوں بیاہ میں ہیر سید کے ساتھ

یہاں تو یہی ذکر تھا ہو رہا — کہ اتنے میں نائی بھی اک آگیا

کیا اُسنے چوچک کو جھک کر سلام — دیا بعد ازاں یہ ہی تازہ پیام

کہ اَجّو جو کھیڑے کا سردار ہے — پسر اُسکا سیدا خوش اطوار ہے

حقیقت میں لڑکا ہے وہ نیک بخت — ملا ہے اُسے ملک خوبی کا تخت

سمجھتے اسے ہیں اگر خوب آپ — کریں ہیر سید سے منسوب آپ

لگا کہنے چوچک کہ ہاں خوب ہے — ہمیں بھی یہی بات مرغوب ہے

کہ دیتے ہیں غازی جو لله سر — جو میں ہیر دیدوں تو ہے کیا خطر

بدی بھی مرے سر سے ٹل جائیگی — نہ رانجھے کو بھی ہاتھ پھر آئے گی

یہ پیغام فرحت جو اُسنے سُنا — تو کھیڑے میں حجام شاداں گیا

کہا پھر یہ اَجّو سے جاکر شتاب — کہ خوش ہو جیے گا مبارک جناب

کہ جس کام کو جھنگ میں تھا گیا — بنا اُسکو لایا بفضل خدا

اگرچہ تھا یہ کام ہوتا محال — مگر بیٹے کی خرچ حکمت کمال
بڑی دقتوں سے نکالا ہے کام — لگا شیخیاں مارنے عقل خام
جو حجام لوگوں کا ہے قاعدہ — کہ ہر طور لیں اپنی بنتی بنا
اسیطرح اُسنے بھی اینٹھو ہے یار — بہت دیر ہانکیں شیخیں بے شمار
نہ انعام نائی کو جب تک ملا — وہی اپنے مطلب کی بکتا رہا
ہوا اسکے مسرور رانجھو یہ بات — کیا اُسنے جشن طرب باصفات
مبارک سلامت بھی ہونے لگی — مٹھائی بٹی اور خوشیاں ہوئی
ہوئی عورتوں میں بدھائی کی دھوم — لگیں ناچنے جٹیاں جھوم جھوم

ہیر کی ضروری گفتگو رانجھے سے

ہوا ہیر کو جب یہ معلوم حال — کیا آکے رانجھے سے اُسنے سوال
کہ اے یار اب مجھکو لے چل کہیں — یہاں رہنا ہمارا اچھا نہیں
کچھ اس گھر کا اب طور بے طور ہے — کیا باپ نے ظلم یہ اور ہے
کہ کی اسنے کھیڑوں میں نسبت مری — نہ اپنی کہی اور نہ میری سنی
کیا مجھ سے اوپر ہی اور یہ کام — بنے جسطرح کر تو اب انتظام
سگائی میری اب جو وہ کر چکا — بہت ہی یہ اک کام بیجا ہوا

جواب رانجھا با ہیر

کہا پھر یہ رانجھے نے با درد و غم — ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
غضب ہے غضب ہے غضب کی ہے بات — کہ ایسی دغا اُسنے کی میرے ساتھ
کیا مجھ سے وعدہ نکاح کا ترے — نہ ماں باپ تیرے خدا سے ڈرے

کیا تجھکو منسوب کھیڑے میں یوں
بھلا کسطرح اب میں زندہ رہوں

حقیقت میں یہ کام ابتر ہوا
جبھی سنکے دل میرا مضطر ہوا

ہیں ایجان اسوقت لاچار ہوں
تڑپے درد والفت سے بیمار ہوں

کہاں تجھکو اسے ہیر لیجاؤں میں
حرف عشق میں کیسے لاؤں میں

فراری نہیں عاشقی میں سلاح
نہیں ایسے عشاق پاتے فلاح

حکومت ہے اب عالمگیر شاہ
جو پکڑے گئے پھر تو ہونگے تباہ

ابھی ریل بھی یاں پہ چلتی نہیں
جو لیجاؤں تجھکو کہیں کا کہیں

ہے بہتر یہی ایمیری جان جاں
کہ راضی ہوں تقدیر پر جاوداں

یہ سنکر کے پھر ہیر رخصت ہوئی
گئی گھر مگر دل میں رقت ہوئی

کہ افسوس جائیگا رانجھا بچھڑ
مبادا کہ کٹ جائے الفت کی جڑ

اگر ہو گیا مجھ پہ وہ بدگماں
تو پھر یہ محبت رہے گی کہاں

ادھر اسکا رانجھا بھی تھا بیقرار
بدرد و غم و رنج سینہ فگار

لڑکیوں کا رانجھے کے زخم دل پر نمک پاشی کرنا

ادھر آ تو اے ساقی باخبر
ہرے ہوگئے میرے زخم جگر

ہے اندمالی کا پھاہا لگا
مزے کا کوئی اور پیالا پلا

بہت ایڈورا فارم اسپر پڑا
مگر زخم ہے یہ ہرے کا ہرا

زمانے کے جراح عاجز ہوئے
یہ زخم جگر پر نہ ابتک بھرے

ہزاروں لگے اسپہ مرہم مگر
یہ ویسے گئے آپ مر ہم مگر

ابھی ہو گا آرام بے شبہ وشک
جو زخموں پہ تم میرے چھڑکو نمک

پھر اتنے میں کچھ لڑکیاں کر ہجوم
مچانے لگیں پاس رانجھے کے دھوم

لگیں کہنے کل اُسکی نسبت ہوئی — تری موت کی گویا حکمت ہوئی
کہے کوئی رانجھے تو مت ہو اُداس — ابھی تک تو موجود ہے ہیر پاس
کہ سیدا تری ہیر لے جائے گا — مزے وصل کے روز وہ پائیگا
کہے کوئی رانجھے ہوا کام بد — ہوا تیری اُلفت کا انجام بد
رہا سالہا رنج و آفات میں — فقط تیری شوق ملاقات میں
غم اندر زغربت زدہ ناشکیب — یہ زخمی جگر تیر خوردہ غریب
ہیں تیرے لئے خونی بن میں گیا — وفادار عاشق اسیر بلا
کہے ہیں کیوں تجھے مجھ سے وہ قول و قرار — گئی بھول کیوں اُنکو اے نابکار
مجھے تو نے پالی بنایا تھا کیوں — سمائی تھی دلمیں اگر تیری یوں
ترے دل کو منظور تھی گر یہ بات — تو کیوں کی تھی یاری بھی ہم ہیر ساتھ
جو تو چھوڑ تنہا مجھے جائے گی — مجھے چین پھر کسطرح آئے گی
کہے کوئی گر ہیر آجائے اب — تو یہ پوچھیو اسکا ہے کیا سبب
سنے کون وہ بانسلی کی الاپ — کرے کون یوں تجھسے آکر ملاپ
ملے کون اس باغ عشرت میں جا — سنے کون پھر تیرے من کی بکھا
لے کون نائن کے گھر جا تجھے — ملے کون اس بن میں پھر آ تجھے
تری بانسلی سن کے ناچیگی کون — ترا خط تقدیر بانچے گی کون
ملے شیر شیریں تجھے پھر کہاں — نہ بالائی مکھن کی وہ قتلیاں
تجھے کھیر لاکر کھلائے گی کون — جمعرات کی رات آئے گی کون
تجھے کون دیوے گا پھر چورما — وہ بادام و پستے کا حلوا بنا
کہے کوئی اس بن میں تنہا رہو — تو دردو بلا رنج ہجراں سہو
کوئی کہتی جب ہیر کا ہو بیاہ — تری بات پوچھیگا پھر کون آہ

کہا پھر یہ رانجھے نے اب کیا ہے حرج ‏ ‏ سنا ہے کہ الصبر مفتاح فرج

کیا صبر کیدو کی ہیں بات پر ‏ ‏ بلا اُسپہ نازل ہوئی پیشتر

سبھی خانماں اُسکا بس جل گیا ‏ ‏ نہ گدڑی رہی اُسکی نے بوریا

اسیطرح پھر لونگا میں صبر کر ‏ ‏ ذرہ آرزو لونگا دامن میں بھر

خدا کا غضب ہے یہ آہِ غریب ‏ ‏ ذلیں قہر رب ہے یہ آہِ غریب

یہاں عاشقو غور کا ہے مقام ‏ ‏ لیا صبر کا ہے جو رانجھے نے نام

پہ عاشق سے یہ کام ہوتا نہیں ‏ ‏ وہ دھن یار کی اپنے کھوتا نہیں

نہیں صبر کا دل میں عاشق کے کام ‏ ‏ نہیں کرتا چھلنی میں پانی قیام

نہ آزاد کے ہاتھ میں مال و زر ‏ ‏ نہو دل میں ظالم کے خالق کا ڈر

یہ ممکن ہے عاشق کو چاہت نہو ‏ ‏ کہ ہو آگ بھڑکی حرارت نہ ہو

زباں سے تو کہنا یہ آسان ہے ‏ ‏ مگر ہجر میں ہاں گراں جان ہے

لڑکیوں کا ہیر کے جلے دل کو جلانا

گئیں ہیر کے پاس پھر لڑکیاں ‏ ‏ لگیں کہنے افسوس ہے ہے فغاں

ترے ہیئے دیکھا جو رانجھے کا حال ‏ ‏ ہوا غم کے مارے وہ شکل ہلال

ہوا جسم کاہیدہ پژمردہ زرد ‏ ‏ ترے عشق کا ہے کلیجہ میں درد

ترے بیاہ کا ذکر جب سے سنا ‏ ‏ بہت اُس بچارے نے ہی سر دُھنا

سمجھ ہیر کو اُسکے اوپر خیال ‏ ‏ کہ تیرے لئے وہ ہوا پائمال

بلا سنج و بے صبر اور بے قرار ‏ ‏ پریشان خاطر نحیف و نزار

ستم دیدہ غمناک سینہ فگار ‏ ‏ سیہ بخت و محروم و حسرت شکار

سدا تیری جھنبیں چُکاتا ہے وہ ‏ ‏ نہ کچھ تجھسے تنخواہ پاتا ہے وہ

سناتا ہے وہ شوق کی بانسلی
بھرا جسمیں ہے سوز و غم بیکلی

مگر دل پہ تیرے نہیں کچھ اثر
گیا وہ بچارا تو جی سے گذر

بچھڑنا تھا گر تجھکو منظور لال
توڑالا تھا کیوں اُسپہ اُلفت کا جال

کیا کیوں اُسے رنج میں مبتلا
ترا دیکھ کیا اسمیں ہوگا بھلا

کسی کی کری کھولی جاتی نہیں
عوض اُسکو اسکا ملے سب کہیں

اری قہر ہے آہ مظلوم کی
ستم ہے ستم ڈاہ مظلوم کی

دیا ہیر نے لڑکیوں کو جواب
بلا لاؤ رانجھے کو اب تم شتاب

وہ جسوقت آنے لگے میرے پاس
زنانہ مگر اُس کا ہو جو لباس

میں اسوقت جانے سی معذور ہوں
بٹھایا ہے ماں نے مجھے مائیوں

پہنا کر جو رانجھے کو لے آؤ گی
بہت مجھ پہ احسان فرماؤ گی

جو لے آؤ میرے اُسے روبرو
کروں اُس سے دو چار اب گفتگو

ہمارا پھر انصاف کرنا تمھیں
محبت میں سچی ہوں میں یا نہیں

لڑکیوں کا رانجھے کو ہیر کے پاس زنانہ لباس میں لانا

کہا لڑکیوں نے یہ رانجھے سے آ
بلاتی ہے تجھکو تری دلربا

پہن جلد تن پر زنانہ لباس
ہمارے تو چل ساتھ اب ہیر پاس

یہ پیغام فرحت جو اُسنے سنا
زنانہ لیا بھیس تن پر سجا

چلا لڑکیوں کے وہ ہمراہ پھر
گئی لڑکیاں اُسکے چوطرف گھر

کوئی پوچھتا تھا تو کہتی تھیں سب
کہ آئی ہیں ہم ہیر پہ اس سبب

سدا کی ہماری سہیلی ہے وہ
کہ گڑیاں بھی ہم ساتھ کھیلی ہیں وہ

ہمارے ہی بچپن میں جاتی تھی وہ
ہمیں میں سدا چھوپ پاتی تھی وہ

سنی ہیر نے جو اُسکی شادی کی بات
خوشی سے چلی آئی نے سب کو ساتھ

غرض لیکے رانجھے کو خلوتمیں جا
کہا ہیر حاضر ہے یہ دل جلا

اُٹھی ہیر سن اپنے عاشق کا نام
بغلگیر ہو کر ہوئی شاد کام

تاسف سے حسرت سی ہو سرنگوں
لجا کر لگی کہنے رانجھے سے یوں

نہ ہو اپنے دلمیں تو رانجھے غمیں
میں وہ قول و اقرار بھولی نہیں

تری ہر طرح طابع فرمان ہوں
سراپا میں تصویر حرمان ہوں

ترے دلمیں جو آئے وہ کام کر
مگر یوں نہ دنیا میں بدنام کر

نہیں سیٹنے کیا تجھ سے تھا یہ کہا
کہ لیچل کہیں مجھ کو بہر خدا

کہا ہاں کہا تھا مگر کیا کروں
میں کس دیس میں تجھ کو اب لیچلوں

محبت میں یہ کام اچھا نہیں
نبھی عشق میں بھی ہے چپ رہی کہیں

کہا ہیر نے خیر تیری خوشی
ہر شکل میں تیری تابع رہی

اور اب بھی سمجھ تا تری پاس ہوں
اسی رانجھے میں کرتی ہی آس ہوں

یہ کہکے رخصت ہوئی پھر تمام
ہوا اُس بیچارے کا صبر انقام

کیا مختصر سیٹنے اب یہ بیاں
سنو ہیر کے بیاہ کی داستاں

ہیر کی شادی سیدے سے

پلا ساقیا بادہ لال رنگ
نکلتی ہے دشمن کے دل کی اُمنگ

تو دے جلد مالن کو جا کر خبر
کہ سہرا ابھی لائے وہ گوندھ کر

یہ عطار کو بھی تو مژدہ سنا
کہ حاضر کرے مشک عطر حنا

بلا مطرب کو تو جا کر ابھی
کہ آکر بجائے وہ ڈھول اسکی

کرے آج نوبت کی آواز یوں
کہ ہم دوں کرم دوں مگر دوں دولا

سوار اور پیادوں کے آویں پرے
تو بن آج ساقی مدار المہام
گئے جبکہ ایام نسبت گذر
تو سیدے کے نائی نے ٹیٹا ملا
رسومات کو اپنی ترتیب دے
بڑی دھوم سے وہ چڑھائی برات
سنگار اپنے تازی و ٹٹو کی تمام
کوئی نالکی پالکی میں سوار
چڑھا کوئی بہلی میں دل شاد ہو
کوئی بولا ہاتھی ہیرا لائیو
کہے کوئی لانا میانا توں چھاؤں
نہ تھی اس زمانہ میں بائیسکل
وگرنہ میں انکو بھی لکھتا یہاں
ہوئی گاڑیوں کی چرک بیٹھیا
کہیں گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی دھوم
غریب اور غربا پیادہ چلے
پیادہ لئے تھے نشان برج
جو گھوڑو پہ نوبت کھڑکنے لگی
سواروں کے ہاتھو تھیں تیغ و سپر
غرض پہنچی بارات بیبی کے گھر
کسیطرف آواز دف و دہل

نشاں انکے ہاتھو تھیں ہووین ہرے
کہ سیدے کی ہے بیاہ کی دھوم دھام
خوشی کا ہوا روز پھر جلوہ گر
دیا غسل پوشاک زردی پہنا
خوشی سے وہ بارات لیکر چلے
کہ مجھ ہمیں تھیں رنڈیاں آٹھ سات
چڑھے سب براتی بصد احتشام
پس و پیش مخدوم و خدمتگزار
رتھیں بھی تھیں اتنی وہاں پانسو
کہے کوئی بگی کو ٹھہرا ئیو
کھڑا کوئی سکھپال کا لے تھا ناؤں
نہ تھی یار موٹر نہ ریلوں کے دل
یہ دینا پڑا اتو پھر ایساں
کہیں ہاتھیوں کی وہ چیخیں ڈکار
قطار شتر کر رہی شور و غوم
پہنکر غرض اپنے کپڑے گہنے
کریں طرقو کی صدا رخ بیرخ
تو پھر سانڈنی بھی بھڑکنے لگی
سناں اور سنگین شمشیر و تبر
ہوا رات کو رلت واں منتشر
کسیطرف تاشے بجیں بہ تل

نفیری و شہنائی ایسی بجی
بگل کو ہوئی جس سے رقت بڑی

تو دی اُسنے آواز اسطور سے
کہ سب انگلشی ساز حیران تھے

بجا جھگھڑی گھور سے رام ڈھول
تو نقارچی کے ہوئی دلمیں ہول

بجے اسقدر رپٹن و بانگیاں
کہ چھاتیں بھی کرنے لگیں شادیاں

وہ نرسنگا بجنے لگا بار بار
لیا جوں بجنتر سے نرسنگھ اتار

یعنی شادی دنیا کے

طوائف کا رقص و سرود

ناچ کا تماشہ

عجب ناچ رنڈی نے ناچا وہاں
پری سبز بھی ایسا ناچے کہاں

پری لال کی بھی زباں لال ہے
وہ نیلم پری نیلگوں حال ہے

بناوٹ سے آنچل لیا منہ پہ ڈال
چھپا ابر میں گویا بدر کمال

کبھی سر سے پلو وہ سرکائے تھی
جمال اپنا محفل کو دکھلائے تھی

لکھوں وصف کیا سبز پشواز کا
کہ محرم نہیں کوئی اس راز کا

چھپے اسکی چولی میں تھے دو ترنج
گویّے کو ہو جنکا کھانے سے رنج

مگر اُسکے دونوں مددگار تھے
دھرے اُنپہ وہ ہاتھ تھی پیار سے

دکھانے لگی جبکہ وہ مور ناچ
تو پشواز اُسکی گئی خوب سج

کبھی اُسنے چانچر کا باندھا سماں
کہروا و دو دست بھی الاماں

پکڑ دونوں ہاتھوں میں آنچل دراز
بجانے لگی بانسلی دل نواز

صفت کیا کریں اُسکے انداز کی
نہ جائے اُدھر چھین پشواز کی

بنارس کی وہ خوشنما اوڑھنی
ادا سے ہی ہونٹ جنپہ ڈھلکی پڑی

وہ اُن گھنگھروؤں کی آواز پھر
اور ان سازوالونکے وہ ساز پھر

بجیں جب بجائیں سب وہ ملکر بجیں
اُدھر تالیاں ہاتھ پل کر بجیں

لگی سر ملانے وہ کر آن واں — طبلچی کو طبلے پہ ٹھوکا کہیں
جو سارنگیا تھا وہ خادم حسینؑ — کہ تھا اسکی جوڑی میں عالم حسینؑ
جو لی لکھو خاں نے وہ جوڑی سنبھال — تو طبلے بجے خوب دھی پک دھیال
مجیرے لئے ہاتھ پھندی کھڑا — بجانے لگا انکو وہ جھڑ جھڑا
جو پیرو نے اپنا لایا ستار — وزیرو نے دی بین ہی چھیڑ چھاڑ
پڑی جبکہ مضراب ستار پر — طنبورا بھی کرنے لگا ڈارا ڈر
بغل میں ادھر بھیک سے دلربا — سناتا تھا آہنگ طاؤس کا
ہلی جب کہ آواز ہر ساز کی — اٹھی واں بھی سنجاف پشواز کی
کھروسے کی گت میں جو رنڈی چلی — ادا رسم سب بھلے چانچر میں کی
کبھی تین تالا چوتالا کبھی — کبھی تھا وہ سیدھا اور آڑا کبھی
چھنکنے لگے اسکے جب گھنگرو — سماں بندھ گیا بزم میں ہو بہو
وہ تھا کون جسکو کہ سکتہ نہ تھا — کہ حیرت سے منہ اسکا تکتا نہ تھا
ذرا بھی جو بھاؤ میں چوکی نہیں — دیا مار استاد نے گرز وہیں
ملا کر جو سُر اسنے گائی وہ بھیٹ — لیا عشقبازوں کے دلکو سمیٹ
کبھی جب پہاڑی وہ جھنجھوٹیاں — تو ہر اہل محفل ہوا شادماں
غزل میں جو اول یہ سہرا کہا — تو سونے کا بادل برسنے لگا

سہرا

ہو مبارک نئے نوشاہ کو سر پر سہرا — جلوہ آرا ہو یہ مقیش کا پرزر سہرا
گوندھ کر خوب ہی مالن جو یہ سہرا لائی — غنچۂ لب کیلئے پھول کا بہتر سہرا
تن میں ہیں یہ جو پوشاک زری کی زیبا — ہل رہا ہے گل تر کا گل رخ پر سہرا
گلشن حسن پہ دولہا کے بہار آئی ہے — کھل کھلا کر یہی کہتا ہے گل تر سہرا

دولہا دُلہن کو خدا عمر و محبت بخشے
قیس کہتی ہے یہ سلکِ گلِ احمر سہرا

مبارکباد شادی

تری شادی سی شادی شادہی گلزار عالم میں
خوشی ہی اور مبارکباد ہے گلزار عالم میں

ثنا خواں ہی اُدھر سہرا ترے روئے منور کا
اُدھر شادی سی شادی شادہی گلزار عالم میں

بلائیں تیری لیتی ہیں یہ چٹ چٹ پھول سہرے کے
یہ رشتہ تہنیت افزا ہے گلزار عالم میں

تری اسوقت کی شادی کا دولہا زیر شادی کی
عروسانِ چمن کو یاد ہے گلزار عالم میں

ملا تھا پہلے دل اب جان بھی بس لگئی جاں سے
وہ منگنی تھی یہ گھر آباد ہی گلزار عالم میں

ہمیشہ خوش رہے تو بھی تری دُلھن بھی با فرحت
کہ شادی کا یہی ارشاد ہے گلزار عالم میں

تجھے بھی اور ترے احباب کو بھی شادمانی ہو
زبس دشمن ترا برباد ہے گلزار عالم میں

جوانی چیت کی ہے اور بڑھاپا ماہِ مارچ کا
خوشی کا دور خوش میعاد ہی گلزار عالم میں

دُعا دو اور مبارکباد تم بھی قیس دولھا کو
کہ خالق کی تمھیں امداد ہے گلزار عالم میں

غزل

کیا کہا! ہم سے نہ اب آنکھ ملائے کوئی
پھر بھی کمبخت مری محفل میں نہ آئے کوئی

تم اگر بزم میں اپنی تمہیں آنے دیتے
ہم نہیں جاتے مگر دل کو ہٹائے کوئی

سو طرح سے میں حسینوں کو منا لیتا ہوں
اسطرح اپنے خدا کو بھی منائے کوئی

یہ وہ آثار ہیں سینہ پہ نہیں چھپ سکتے
لاکھ حکمت سے اگر انکو چھپائے کوئی

سکیے کب ہمنے ستایا ہے کسیکو صاحب
بے وجہ کیوں بھلا ہم کو ستائے کوئی

چھوٹ تھی پھر تو زمانہ میں ہر اک بندہ کی
دامِ گیسو میں نہ گر دل کو پھنسائے کوئی

قیس مدت میں ملا خاک میں ملکر سونا
کہدو محشر سے کہ ہم کو نہ جگائے کوئی

غزل

ہماری ہستیِ فانی کے نقشِ تل سے ملتے ہیں
پتے کچھ اُنکے ملنے کے دلِ بیدل سے ملتے ہیں

چھپے بیٹھے ہیں ظاہر ہے مری چشمِ تصور میں
تمنا ہیں کے عالم کی بھری محفل سے ملتے ہیں

ملی ہفتاد حوریں حضرتِ زاہد کو مر مر کر
حسیں ملتے تو ہیں لیکن بڑی مشکل سے ملتے ہیں

کہیں ہم دل لگے کہنے میں کبھی ہیں نفس کے تابع
کبھی عاقل سے ملتے ہیں کبھی جاہل سے ملتے ہیں

لبِ جو دیکھکر روتا مجھے دل یار کا آڑا
مری امید کے موتی اسی ساحل سے ملتے ہیں

کبھی زاہد سے دلداری کبھی رندوں سے ہو یاری
کبھی غافل سے ملتے ہیں کبھی شاغل سے ملتے ہیں

بھویں اے قیس تنی ہیں رخ و گیسو کے جلوے پر
جو دونوں وقت ملتے ہم کسی قاتل سے ملتے ہیں

ہجرِ جاناں میں عبث آئی مصیبت میری
بارِ فرقت تو اٹھا لی نہیں طاقت میری

بیٹھے جو اُس سے کہا آپ چلے آؤ یہاں
یوں کہا اُسنے نہیں دیتی نزاکت میری

یاں تو آتے نہیں اور گھر میں ہیں اغیار بھرے
مجھکو جانے نہیں دیتی وہاں غیرت میری

گلِ رخسار کا گر ایک بھی بوسہ ملجائے
دوسرا لینے کی ہرگز نہیں عادت میری

کیا کہوں مطلبِ دل وصل کی پہلی شب ہے
رحم آجائیگا خود دیکھکے حالت میری

عشق پختہ وہ کیا یار کو بلوا ہی لیا
گو کہ بدنامی کی دنیا میں ہے شہرت میری

قیس اچھا ہوا وہ ماہِ لقا آ ہی گیا
ورنہ دو کوڑی کی رہتی نہ یہ عزت میری

یاد میں زلفوں کی جتنے شعر جوڑا سانپ کا
اُسکے ہر مصرعے نے گویا دانت توڑا سانپ کا

گنجِ حسن خوبیِ جاناں پہ ہیں جو پاسباں
اُن کو گیسو مت کہو ہے وہ تو جوڑا سانپ کا

کل اندھیری رات میں ملکر سپیرے سے ہم گئے
عرش کی پکڑیں کہ بیٹھا ہے جوڑا سانپ کا

مسکرا کر اُس سپیرن نے یہی ہم کو کہا
دور ہو یاں سے نہیں مارونگی کوڑا سانپ کا

خاکساری سی غذا مجھ سانپ بنکر گھس گئے
مجھکو سوتا دیکھکر کاکل سنگھا کر یوں کہا
دشمن جاں حضرت انسان کا یہ سانپ ہی
کھنکھجورے اور بچھو مار ڈالیں گے مجھے
یا خدا تیری پناہ ڈاسے ہی وہ سانپوں کی مار
سیر کو نکلی وہ ڈائن کیا نرالی شان سے
زندگی میں چھین لیتا تھا جو وہ بیٹھو تکے گھر

چھنے بانبی میں بھی پھوپھیانہ چھوڑا سانپ کا
ہے یہ یہاں بھی ڈسا شاید نگوڑا سانپ کا
آپ نے پھر کسلئے پالا ہے جوڑا سانپ کا
دونوں ابرو دونوں مژگاں ہے یہ جوڑا سانپ کا
ہاتھ میں ساٹا وہی رانوں میں گھوڑا سانپ کا
ہاتھ میں ساٹا وہی رانوں میں گھوڑا سانپ کا
جان کنی میں کیوں نہ و دشمن نگوڑا سانپ کا

اس رقیب دیو دو پہ میں کرونگا چڑھکے سیر
ہاتھ میں ای قیس پہ لیلو نگا کوڑا سانپ کا

اگر اس گلبدن کے ہاتھ میں تلوار رکھی ہے
اگر ہم بہمن ہوتے تو جاتا اس بہانہ سے
خدا جانے کہاں جاتا کلائی تھی کھلی اسکی
سلونوں کو برہمن بن بچا رہا ہم پہ لڑکو نسی

تو اپنا بھی ترنم و اجتماع کرتا رکھی ہے
کہو منظور ہے یا نہیں اگر تلوار رکھی ہے
محافظ سرو قد کا ہاں مگر تلوار رکھی ہے
ذرا جلدی سی بندھوا لو یہاں تیار رکھی ہے

بتوں کے عشق میں ای قیس مومن بھی ہے کافر
مگر ایمان کا اسکے فقط زنار رکھی ہے

ٹھمری

ہری ہری چوریاں ہماری رے۔ توری سوہی پاگ

آؤ بالم بچھکو اکھیلیں
بس ہی قیس سو پہ رنگ ڈالو
کبھی اپنی پیٹوا رہا تھو نہیں تھام

بھور بھئی اٹھ جاگ۔ ہری ہری
ہوئے بھاوی نہیں یہ راگ۔ ہری ہری
وہ کرتی تھی محفل میں بیچ گھوم گھام

کبھی کھول سر مانگ دیتی دکھا
کہ ہوں اہل محفل سبھی مبتلا

پھر انداز سے ہاتھ چھاتی پہ لا
اشارہ یہ کرتی تھی کچھ مسکرا

جنھوں نے خوشی سے مجھے دل دیے
حفاظت سے میں قمقمونمیں دھرے

مگر شرط یہ ہے وہ زردار ہوں
نہ مفلس نہ کنگال و نادار ہوں

جو کنگال و مفلس تھے اُنکو دکھا
زمیں پر وہ دیتی تھی ٹھوکر لگا

یہ مطلب کہ مفلس کی یہ گت ہے یاں
کہ کھاتا ہے وہ دمبدم ٹھوکراں

کبھی بھاؤ اپنا بتاتی تھی وہ
جو اوپر تلے ہاتھ لاتی تھی وہ

یہ مطلب کہ جو نقد دے ہے مجھے
وہی ہو سہے بندہی سی اوپر تلے

کبھی ناچ میں ہاتھ دیتی پسار
یہ مطلب کہ اُٹھے کوئی خواستگار

ملاقات کی سائی دے ہاتھ میں
مزا پھر وہ جوبن کا لے رات میں

کبھی مسکراتی تھی وہ ناز سے
کبھی سر ملاتی تھی وہ ساز سے

کبھی ہاتھ ماتھے پہ رکھتی تھی وہ
کہ تعظیم بوڑھوں کی ضائع نہو

کفوں کو کبھی مل بجاتی تھی وہ
یہی حسرت دل جتاتی تھی وہ

کہ افسوس زاہد نہ آیا یہاں
بھلا دیکھ لیتا وہ یہ بھی سماں

کہ آیا نظر میں ہے سب کی فتور
رہے باپ بیٹا سبھی مجھکو گھور

کبھی نائکا اُسکو دیتی تھی پان
نزاکت سے منھ میں وہ لیتی تھی پان

لگی تھی اُسے آپ ہی زر کی بھوک
طمع خور کے منھ میں وہ دیتی تھی تھوک

وہیں ایک لڑکا اُٹھا پیکداں
زلیں پیک لیتا تھا اُسمیں وہاں

غرض خوب رنڈی نے باندھا سماں
کہ ہر ایک کہتا تھا کیا خوب ہاں

اسی طرح ہر ایک رنڈی نے آ
طرحدار ٹپہ لطافت سے گا گیا

زلیں نے بتا کر کہا خوب جانیں تھی کام
اُنہی پہ ہے سب زر کا رسی تمام

نقالوں کا تماشہ

طول اس کا جھگڑا

پھر اتنے میں نقال بھی آگئے
ہنکنے لگے پیچھے رنڈی کے آ
وہیں رنگ افغانیوں کا دکھا
شمع عیش امشب نواز ما بگیر
بیا اے پری رو بہ آغوش من
بیا و بیا زود یا ما بیا
اسی طرح نقلیں وہ لائے بڑی
مگر تان اُسپر ہی توڑیں تھے وہ
لگا ناچنے پھر جو لونڈا وہاں
غزل قیس کی جب وہ گانے لگا

کئی ایک اُنہیں سے گھوڑے بنے
لیا اُسنے منھ پھیر کچھ شرم کھا
لگے کہنے رنڈی سے منھ مت چھپا
کہ خواہم دہم گنج و نقد کثیر
بفرقت سراسیمہ این خستہ تن
بدہ عیش مارا بخلوت ذرا
کہے تو کہ رنڈی زمیں میں گڑی
گو آگے تھی پیچھا نچھوڑیں تھی وہ
بندھا اُسکا کیا خوب دیکھو سماں
مزا ساری محفل کو آنے لگا

سہرا

مبارک ہو میاں دولہا تجھے یہ گلفشاں سہرا
لڑی پھولوں کی ہر اک پھول کا جوبن نرالا ہے
چھلا چھل کی بہاریں دے رہی ہیں تار مقیش
تری روئے منور پر فدا ہے نکہت گلشن
الٰہی دولہا دلھن کی محبت ہو سدا قائم

تری چہرے پہ رونق دے رہا ہے خوش نشاں سہرا
گلابی گوندھ کر لایا ہے تحفہ باغباں سہرا
یہ کرنیں چاند کی ہیں یا کہیں ہیں زرفشاں سہرا
فدا تجھپر نہو کیونکر بہار بوستاں سہرا
رہے خوش قیس بھی جسنے کیا ہے یہ بیاں سہرا

غزلیات

آتش عشق بھڑکتی ہے جلانے کیلئے
درپئے ظلم ہیں وہ میرے ستانے کیلئے

میرے پہلو سے تو انکار ہوا مد نظر — بزم اغیار میں تیار ہیں جانے کیلئے

بیٹھے ہیں غیر کو پہلو میں تدی پر لیکر — مہندی پاؤں میں لگائی ہے جتانیکے لئے

رشک دیتے ہیں مجھے غیر کو بوسہ دیکر — عید ہے خاص محرم میں رلانیکے لئے

بیوفائی کا چلن کیوں نہ کریں وہ جاری — حسن جس شوخ پہ ہو نقد کمانیکے لئے

بلبلیں ہجر سے پھوٹا مرے دل کا پھوڑا — مرہم وصل نہیں ملتا لگانیکے لئے

سے پہ غلط کہتا ہے جو خوف خدا سے بت کو — سنگدل ہوتے نہیں رحم پہ آنیکے لئے

مقتل عشق میں وہ اپنے قدم کو رکھے — فالتو رکھتا ہو جو سر کو کٹانیکے لئے

عشق زیبا ہے کسی اہل وفا سے ای قیس
بیوفاؤں کے تو ہیں نام مٹانے کے لئے

سر یدامان کیوں ہوئے افسوس غم جانی بھی دو — گور میں جانا تھا جسکو گور میں جانے بھی دو

حسرت و ارمان کا میری قبر پہ ہے کیوں ہجوم — بیکسی کو اک ذرا چھاتی سے لپٹانے بھی دو

کیا کہا دربان سے میرے حقیقیں پھر کہنا کہ ہاں — جب نہیں ہٹتا کوئی تو تیر چلانے بھی دو

لوٹ لینے دو ہمیں بھی اپنے جوبن کی بہار — گر نکلتا ہے کوئی ارمان نکلوانے بھی دو

یہ مسیحائی تمہاری کام کس دن آئیگی — مرنیوالوں کو جو کہہ دیتے ہو مر جانے بھی دو

دیکھ لینا پھر اُسی کو خود ترس آجائیگا — کوئی ترسانے لگا ہم کو تو ترسانے بھی دو

ٹھہرو ٹھہرو جاگ لینا پھر مری قسمت کبھی — اک ذرا پلکوں سے مجھکو پاؤں سہلانے بھی دو

اس گل عارض کی صورت تازہ رو دشمن تو ہے — دل اگر مرجھا گیا میرا تو مرجھانے بھی دو

کیا لگی کہنے رقیبوں نے اُسے سمجھیں گے ہم — دی اگر چولی مری مسکا تو مسکانے بھی دو

جل نہیں سکتا میرا دشمن آپ اپنی آگ میں — آگ اُسکو آگ کی پھیکا اور بھڑکانے بھی دو

توڑ دو اے قیس توبہ آگئی فصل بہار
حضرت ناصح جو سمجھاتے ہیں سمجھانے بھی دو

بزبان دہقانی

یاد مجھ سے جو تیرا سو ہینا سا کھڑا آ رے گیا
دیکھئے آپکے چنوں کی کھیت میں کھائر جر رہُد
دیکھیو پیبست نا یو یو ہو گیا ہے یوہ سے
بیس بیگے پی تہارے ناؤں واہ لمبر کر دیا

یاہ کھوسی ہتی ہوئی جانوں کھجانا پا گیا
تیرا گو بٹر ایک ڈھیے کھیت سا ئر پا کھا گیا
اب کی سمت ماں ہیں لپٹی یوں ہی پھر ما گیا
دیکھ پٹوا ئری کی باتاں یوں ہیں لٹو اٹھ گیا

ناپج لیکے مہرماں اُس سکھس نوں پڑنا سے ملے
پاس جینگی پیچو اپنا قیس نے کٹوا ئیگیا

سو کھرے کی بات کا تو نہ گوٹری ہر کھ کرے
موت ہاتھ دھو سیبروں ہو کر جائیں کو ندا سہ
رہتے کھرم تے اپنے دیوروں نوں نہ موت لائیو
بیبا کی دیا نے اپکے تھا مر پھسل چلا ئیگی

رانجھی تکھسم تے رکھنی سا تیو نند سے تڈرہ بے
آنکھوں ما کھائیں سرما کا پچل کی دھا دھیرے
چھوٹ اپنو کا پھر و کرمن ناسی کا ہرسے
کھوٹلے ماں ناپج پائیگے لوٹھی ماں بیج بیرسے

اس روپیہ کا نہ اپنے کرے گہا لیں گوٹری
آوے ہے قیس پھکیروں ماں بیس ہرسے

گو لیے نوں جانندے تو چل مائن بات ہماری
پیدا تنگی ہو جاتی ایجان پڑسے گا پائیدل
دنگا کرن سے لا ئیگیا بینا بچا ئر ماں کلھ
تو نہ دیکھئے تما سا لیا دیں سگے کا تیجی لی

لیو دیکھیے دائر و سو ہنی سکائت ہماری
کر بیٹھا کہیں نہ گر جا یو نیدی پہ جمائت ہماری
جیون کا بیند مدھی پڑیا تھا لائیگی حرائت ہماری
چوتھے نوں کا یم تھا ہر جاوگی پہ امنت ہماری

نا چھیڑ قیس کھاں لوں تجھ نیڑے سے ڈر کے رہیے
اُس جھیدھری کے آگے کیا ہے لیا ئت ہماری

ہو مرگ ناگہانی یا الٰہی میرے دشمن کو
حسیناں جہاں کے کیا خدائی ہاتھ آئی ہے

اور اسکو بھی جو بقید رو کئیں یوں کھو ما ہو جوبن کو
اڑادیں دوست کو اپنے ہنسا دیں اُسکے دشمن کو

رقیب روسیہ بھی پھول بھر لیتا ہے جھولی میں
لگا دوں آگ میں ہی باغباں اس تیرے گلشن کو
نہیں چاہت ہمیں اُن سی ہی یا حسن صورت کی
مگر ہاں حسن سیرت پہ فدا کرتے ہیں تن من کو
غزل سنکر وفائی عہد کی اسی [illegible] ٹھہری ہے
کہا اُسنے نہ چھوڑینگے کبھی ہم تیرے دامن کو

جو بہروپیا آیا بہروپ بھر
لگا کہنے رنڈی کو گنڈا [illegible]
گئی شرم سے وہ بچاری لجا
اُدھر اُسنے بہروپ بدلا نیا
بنا ناتھ اور پھر یہ گایا بھجن
گیا بیٹھ اک طرف ہو کر مگن

بھجن بزبان بہروپیا

طالب دنیا کا خدا کی مہربانی سے ایسا [illegible]

کوئی دم کا ہے ناتھ جھمیلا
پھر ناہ کرو ناچیلا
ہرے

ایک ڈال دو پنچھی بیٹھے ایک طوطی اک مینا
جم سے آتے دونوں اڑ گئے کال دھام کا میلا

کوئی دم کا ہے ناتھ جھمیلا
پھر ناہ کرو ناچیلا
ہرے

[illegible] گھنٹہ [illegible] پرسیں پھری چیک ڈراوے
پڑا رہا پنجر خالی ہوگئی جل تھل جنگل میلا

کوئی دم کا ہے ناتھ جھمیلا
پھر ناہ کرو ناچیلا
ہرے

سو رنگ کیوں ابھمان کرے ہے مرت لوک کو جانا
کچھ نا پایا سیانے پالی چار سیلے کا ریلا

کوئی دم کا ہے ناتھ جھمیلا
پھر ناہ کرو ناچیلا
ہرے

ذات صفات سی نرمل ہو کے ہر دم دھیان لگاؤ
اچھا چاپ کھن ہے جوگی جوگ نہیں ہے سہیلا

کوئی دم کا ہے ناتھ جھمیلا
پھر ناہ کرو ناچیلا
ہرے

[illegible] ہری نام رکھ سی لو [illegible] گھٹ گھٹ ہری بیلا
پرگٹ ہو کی رہتا ساری پہ تم انت اکیلا

کوئی دم کا ہے ناتھ جھمیلا
پھر ناہ کرو ناچیلا
ہرے

بہروپ پاگل کا اس نے کیا
تماشا بچوں میں [illegible] ٹھٹھا

تماشائیوں کا ہوا بہم ہجوم — پتنگے کریں جیسے مشعل پہ دھوم
پھر احمدؐ کو چھچھک نے بھیجا پیام — کہ اے آؤ یارات یا دھوم دھام

باغ باڑی

عجب باغ باڑی وہ قرطاس کی — گویا باغ فردوس کے پاس کی
طرحدار وہ پھول پتے نئے — تھے گو نقل پر اصل سے بھالے
کوئی پیڑ گل آب کا لے اڑا — کسی کا ہزارے پہ قابو پڑا
کسی سرو قد نے لیا سرو لوٹ — صنوبر کا بھاگا کوئی لے کے بوٹ
جو بیلا چنبیلی کوئی لے گیا — رومال اور ٹوپی کوئی دے گیا
کوئی سوتیا لوٹ بھاگا کہیں — کوئی پاس نرگس کے لاگا کہیں
کوئی سوسن و سیوتی لے چلا — کسی نے کنول چھین راہ میں لیا
جو سورج مکھی لوٹ لایا حمید — تو گلدستے بھی چار لایا سعید
اڑا لے کے چنپا کو اللہ دیا — قلندر نے قابو میں لالہ کیا
گل عباس لوٹا وہاں عبد نے — ذبیح نسترن ہی کو لے کر چلے
جو فتح محمد تھا حاضر وہاں — گیا بھاگ آنار لے تا کہاں
ہزارا لیا پھر تو عبد اللطیف — لیا سو گرا شاہ محمد شریف
کسی کو دیا تاڑ عبد العزیز — اٹھا اک لیا تاڑ عبد العزیز
لیا نخل اخروٹ صدیق نے — وہ سب لوٹ گھر سپہ کا سلطان کی
غرض کیا لکھوں باغ باڑی کی بات — نہ ملنے گئیں باغباں اپنے ہاتھ

نہ دے توڑ گلشن سے مالی کلی
یہاں باغ باڑی سبھی لٹ گئی

آتش بازی

وہاں باغ باڑی جو لوٹی گئی
وہ بازی آتش بڑی گھات کی
انار و نہیں ہی جب چھچھوندر سی آگ
چھٹی تو نبڑی پھول جھڑنے لگی
پڑے شور سے بمب گولے چلے
زمیں چرخ نے جبکہ چکر کیا
بھجنیا و ہتھ پھول شب نیم روز
جھڑے اسقدر پھول جھڑیے یار
چلا گھنگھورا بڑے زور سے
عجب گھنگرچ اور چرخی چلی
چھٹی چاندنی چادریں شور سے
لگا رنگ احمر میں توڑا اچھا
لگا ہونے روشن جو وہ سبز رنگ
کبود اور زرد آسمانی چلا
دو پہرہ سہ پہرہ و مہتابیاں
عجب ناچ کرنے لگیں پتلیاں
چلے پیچ لی آسمانوں کی راہ
جو گنج ہوائی دھاکتی سے چلے
عجب عشق بھی کیا ہو آتش فشاں
نہ کچھ باغ باڑی سی تھا کچھ کو کام

تو بازیٔ آتش بھی چھوٹی گئی
حبیب اللہ اُستاد کے ہاتھ کی
تھنے گئے ساری محفل میں بھاگ
پٹے پار بھی خوب لڑنے لگے
کہ بندش کے گولوں سے اچھی ہے
تو ہر شخص پھرنے لگا گھومتا
لگے ہونے روشن وہ سہرے کے سوز
کہ سیدے کا سہرا ہوا جس سے خار
سبھی طرح کے رنگ روشن ہوئے
رہٹ نے بھی یک خوب آواز دی
پٹاخے بھی چھٹنے بڑے زور سے
دیا ساری محفل کو رنگیں بنا
تو محفل ہوئی سب بے رنگ
تماشائی کرنے لگے واہ وا
ہوائی بھی کرنے لگی پھر فغاں
ہوئیں رشک سے رنڈیاں بھی نہاں
گویا دلوں کی ان کے دلیں تھی چاہ
تو گھوڑے شتر خوب بھاگے پھر
شرارے گئے چھٹکے تا لامکاں
مگر آ گیا سلسلہ میں کلام

سمجھ باغ باڑی ہے احسان کی ۔ کہ ہے لوٹ یاں حسن کی کچہری
کسی کے لگی ہاتھ نیکی کوئی ۔ کسی کا کوئی خیر و حسن ابرائی
لکھا حال پھر اپنے احباب کا ۔ کہ یہ حسن اسکو یہ اس کو ملا
اسی طرح بازیِ آتش کا حال ۔ سمجھ لیجئے عشق کا ہے کمال
بیاں آگ سے عشق سے ہے مدعا ۔ دیا نقد دل جس نے سب کا جلا
جو ہیں گھن گرج چرخیاں اسے اٹھی ۔ بیاں عاشقوں کی ہے سرگشتگی
ہوا عشق صادق میں جسدم عروج ۔ تو سمجھو چڑھے ہے آسماں پہ بروج
جو آہ و فغاں کا دھواں کم ہوا ۔ بلندی سے پستی میں تو آگرا
کیا رازِ دل اس سے لئے آشکار ۔ تنزل جو مجھ کو ہوا چند بار

کھیرچھین سیدے کے گھر عورتوں کا ناچ رنگ

سنا تم نے بارات کا یہ سماں ۔ سنو گھر کا سیدے کے جشن زناں
وہ بارات جب بیاہنے کو چڑھی ۔ خوشی ہو گئی سب کو چھوٹی بڑی
رسومات جٹوں میں ہوتی ہیں جو ۔ خوشی سے لگی دینے ترتیب دو
لگی عورتوں کی بھی محفل وہاں ۔ کہے تو اکھاڑا تھا اندر کا ہاں
لگی ناچنے سب کی سب گیت گا ۔ بڑے شوق سے اپنی جھانجن بجا
وہ ہر ایک جٹی کے کپڑے نئے ۔ طرحدار ٹانگوں میں لہنگے نئے
اگر ناچ میں گھوم جاتی تھیں وہ ۔ تو لطف اور ہی کچھ دکھاتی تھیں وہ
بجاتی تھیں جب شوق سے تالیاں ۔ تو دیتی طوائف انھیں گالیاں
وہاں عورتوں نے جو گائے تھے گیت ۔ کہ تھی قوم میں انکی جسطرح ریت
کروں حال کیا انکا تم سے بیاں ۔ کہ حیراں ہوئی ڈومنی بھی وہاں

وہ ڈومن پیا پھر دکھانے لگی
بجا ڈھولکی راگ گانے لگی

لگیں ناچنے پھر سبھی جٹیاں
کہ تھیں جو کہ موجود واں ڈٹیاں

دیا باندھ پھر ڈومنی نے سماں
جو گائی وہ پنجاب کی بولیاں

کھروا دیا جبکہ اُس نے بجا
لگا سننے والوں کو آنے مزا

وہ بیلیں وہاں آئی تھیں اسقدر
گیا ڈومنی کا بھی تہ خانہ بھر

لکھا ہے مضموں یہ کر اختصاراً
کہ بیٹھی ہے بارات واں انتظار

سنو جھنگ سیالے کی اب واردات
محل میں بلائی گئی وہ برات

وہاں فرش انواع بچھائے گئے
براتی سب اسپر بٹھائے گئے

کوئی پاس قاضی کے دوڑا گیا
بلا لایا دم بھر میں قاضی کو جا

در بیان رد و بدل قاضی و ہیر دربارہ نکاح
کرامات ہیر

نہ دے ساقیا بادۂ ناگوار
کہ ہے عشق کا ہیر دل میں خمار

نہ کر قہر حل چھوڑ بہر خدا
کہ مشکل ہوا مجھ کو یہ مرحلہ

کہا پھر یہ قاضی نے لیکر کتاب
بلا لاؤ یاں ہیر کو بھی شتاب

بلا لائے پھر ہیر کو بھی وہاں
جو دیکھا تو ہے وہ بہت ناتواں

بدن پر نہیں جوڑا مانجھے کا ہے
زباں پہ مگر نام رانجھے کا ہے

بدن پہ جو نائن نے ٹپنا ملا
یہ جوگن بنی خاک تن پر رما

کیا تھا جو نائن نے اسکا سنگار
بگاڑا سبھی اُسنے اپنا سنگار

جو تھے اسکی زلفوں کے سنبل سے بال
تو نازل ہوا اُسکے اوپر وبال

کہ نوچا کیا اُن کو صبح و مسا
رہا بھی جو باقی پریشاں رہا

زری دور چھوڑا کیا تار تار
لگی رونے قسمت کو اک آدھ بار

کسی کو نہ غازہ بھی ملنے دیا — ملا پانچوں سے منھ لال خود کر لیا

نہ اتقنع کی بھی اسنے دیکھی بہار — دیا جھونک تنور میں تار تار

مری چوڑیاں بھی وہ دیں توڑ پھوڑ — لیا آرسی سے بھی منہ اپنا موڑ

کیا مجھکو ہیکل نے بیکل کیا — یہ ہنسلی رلانے لگی کیوں بھلا

میں جوگن ہوں مجھکو نہیں ہے یہ زیب — نہ ڈالو مرے پاؤں میں پازیب

ہوا دم خفا مجھکو جینا ہے شاق — نہ ڈالو مری ناک میں نتھ بلاق

گئے لوٹ بازو مرے دور کے — یہ بازوبند ہیں جب سے ڈالے گئے

چھلا بھی کسی کی نہ کچھ میں نے کی — گلے میں یہ زنجیر پھر کیوں پڑی

مرے ہاتھ جلتے جاتے ہیں دیکھو اڑی — پہونچی بند ہاتھوں میں ہیں کیوں پڑے

نہ قطرہ بھی کنٹھی کی لے مجھ کو لگی — ضرورت ہے کیا مجھ کو تعویذ کی

مرے سینے پہ نقش ہے آج گھر بھر لٹا — یہ چھنوں کبھی ست لڑا پچ لڑا

ہوا قہر مجھ پہ گئیں ڈھے بالیاں — نہ ڈالو مرے کان میں ڈنڈیاں

مرے دل میں ہیں غم کے بالے پڑے — یہ کیوں کان میں میرے بالے جڑے

گیا لوٹ کر تن کا مرے اسے بہن — یہ پہناؤ جانے دو یہ لوٹ تن

مری چھاتی میں مجھکو سنی بھی دو — نہ پہنونگی بچھا نجھ سے کہتے بھی دو

مرا جی بی رنگ ہے سوستی — پرے پھینکدو آہ چنپا کلی

لیا چھین مجھے ہجر دلدار نے — یہ چھلے نہیں مجھکو سر مارنے

نہیں مرگئی جگ کی انگ اٹھیاں — پہناتی ہو کیوں مجھکو انگوٹھیاں

غم و رنج نے میرے لچھا کیا — کرونگی یہ لچھے پہن کر میں کیا

مرا پھول کرنی کا لوٹا غضب — نہ پہناؤ مجھ کو کرن پھول اب

یہ جھمکا لگے ہے برا جھومتا — دیا جھونک پتوں نے پتا سرا

مجھے آپ ہی غم سے ہے کشمکش
نہ باندھو مری مانگ پر مانگ کش

مرے آپ کالک کا ٹیکہ لگا
کروں ٹیکہ بندی کو میں لیکے کیا

ہے آنکھوں میں میری زمانہ سیاہ
نہیں سرمہ کاجل سے کچھ فائدہ

ہوا خون ناحق مری جان کا
نہیں شوق مجھکو رہا پان کا

مرے دل میں ہی ہول اب آپ ہی
نہ دکھلائے مجھکو یہ ہول دلی

مرے دل میں خود غم کی ہے دہکدہکی
نہ لانا مرے سامنے دھکدھکی

سہارا خدا کا مجھے چاہئے
دکھاؤ نہ آرے سہارے مجھے

نہ مانا کسی نے تو ڈالا جھنجھوڑ
دیا سارے زیور کو پتھر سے توڑ

غرض کیا لکھوں حال بیحال تھا
وہ شادی نہ تھی غم کا جنجال تھا

کہا جسپہ قاضی نے اُسکو بلا
کہ سیدسے کو شوہر بنا دوں ترا

کیا دیدہ دانستہ آنکھوں کو بند
نہ دیکھا بچاری ہے یہ دردمند

[illegible] عشق رانجھے کی کھائے ہوئے
یہ بیٹھی ہے صدمہ اٹھائے ہوئے

[illegible] جسم اسکا نحیف
کہ یہ ہو رہی ہے نہایت ضعیف

[illegible] ہوئی
یہ بیٹھی ہے نوچی کھسوٹی ہوئی

[illegible] قاضی سے [illegible]
کہ میں کیوں بھلا اسکو تکلیف دوں

[illegible] الاعلاج
کروں [illegible] رانجھے سے اسکا علاج

[illegible] کہ کانا تھا سیدسے کا طور
حکایت [illegible] اُسکی تھی تھا یہ جور

کہ ہمجنس ملتا ہے ہمجنس سے
ملے جنس سے جنس انس بھی انس سے

ملے چور سے چور اور ساہ سے ساہ
گدا سے گدا اور ملے شاہ سے شاہ

کبوتر کبوتر سے ملتا ہے یار
ملے باز سے باز بلبل و ہزار

لگا ہے کہ سو کوس کا پھیر پھیر
ملے کوڑھی سے کوڑھی ہے آنکھ

خفا ہو کے پھر پیر نے ایک بار — طپانچہ دیا منہ پہ قاضی کے مار
اُسی طرف تھا وہ طپانچہ لگا — جدھر کی تھی وہ آنکھ بس بے ضیا
اُسیوقت وہ آنکھ روشن ہوئی — کرامات تھی لیک یہ عشق کی
نہیں تو وہ جتنی تھی عاجز طبیب — ہوئی عشق سے یہ کرامت نصیب
کہ قاضی کی جو آنکھ با صد علاج — نہ روشن ہوئی دم میں روشن ہے آج
مگر عشق صادق میں ہے یہ اثر — نہیں فسق کا ذکر اسے باخبر
ہوا پھر تو قاضی کے دلمیں خیال — کہ ہے واقعی پیر یہ باکمال
نہ کچھ چشم ظاہر ہی اچھی ہوئی — ہوئی چشم باطن بھی روشن مری
طپانچہ میں کیا اسکے تاثیر ہے — ولی ہے یہ مرشد ہے یا پیر ہے
ادب سے گرا اسکے قدمو نمیں آ — کہا بخشدے پیر میری خطا
کہا پیر میں نے بھی جانے دیا — خطا جو ہوئی تجھ سے بخشے خدا
پہ یہ بھید ظاہر نہووے کہیں — رہے بات یہ بس یہیں کی یہیں
اگر تو نے ظاہر اسے کر دیا — تو پھر میں نہ بخشوں گی تیری خطا
کہا پھر یہ قاضی نے بادرد وتاب — نہ ظاہر کرے گا یہ خانہ خراب
مگر بات حق کا چھپانا کہیں — شریعت میں زنہار جائز نہیں
وَلَا تَکْتُمُوا الْحَقَّ ہے قول حق — پڑھا ہے قرآں میں ہے یہ سبق
کہا پیر نے اس بحث کو نہ چھیڑ — شریعت ہے جڑ اور طریقت ہے پیڑ
حقیقت ہے اس نخل کی برگ و گل — ہے پھل معرفت اسکا اے سست دل
سر شاخ ظاہر جو ہوں پھول پھل — تو سمجھو کہ اب آئی اسکی اجل
کہ اوّل تو گلچیں صفایا کرے — جو اس سے بچے پھر ہوا سے مرے
ہوا سے اگر پھول وہ بچ گیا — تو پھر پھل لگے اسمیں امید کا

پھر اُس پھل کو کچا ہی کوئی توڑ لے
اگر بچ رہا پھر وہ پک کر گرے

اگر کوئی کچا اُسے توڑ کھا
نہ آوے کبھی پختگی کا مزا

جو منصور نے بھید ظاہر کیا
نہیں یاد کیا دیکھ پائی سزا

کبھی بھی مگر اُسنے وہ بات حق
تھی اُسپر بہت سی عنایات حق

جو اُس بات حق کو وہ رکھتا چھپا
تو چڑھتا نہ وہ دار سولی دیا

کہی بات حق شمس تبریز نے
نہیں یاد کیا رنج پہنچا اُسے

کری کی کھال اُسکے بدن سے اُتار
پھر اُٹھیں دیے اُسپہ کوڑے بھی مار

اگر قم باذنی نہ وہ بولتا
تو پھر یوں کسی کا تھا کیا سر پھرا

کہی جبکہ سرمست نے بات حق
تو کھوئی گئی زندگی کی رمق

چلی حلق پر اُس کے تلوار آہ
زمیں پر ہوا خوں سے نقش آلہ

قیامت بھی حق بات ہے قاضیا
پہ کب آئے یہ حق نے رکھا چھپا

سمجھ اسم اعظم بھی ہے بات حق
چھپایا مگر حق نے اُس کا ورق

چھپی ہے اسیطرح وسطیٰ نماز
جو حق بات ہے جان اے اہل راز

چھپا ہے یونہی موسموں میں ولی
جو حق بات ہے ناشگفتہ کلی

نہ ہے کہنے کے قابل کوئی بات حق
نہیں ہے کوئی یاد رکھ یہ سبق

جو حق بات کہنے کے قابل نہیں
حقیقت یہ ہے اور معرفت کر یقیں

جو گذرا پیمبر کی ہے آل پر
پیمبر کو تھی اُسکی ساری خبر

ولیکن چھپاتے رہے مصطفےٰ
مفصل کسی پہ نہ ظاہر کیا

یہ سنتے ہی قاضی کو جذبہ اُٹھا
اُسی دم ہوا مست نام خدا

یہ نائب تھا اُس قاضی شہر کا
پھر آ دوسرا قاضی کہنے لگا

کہ اسے پھیر دے مجھکو اذن نکاح
بلاشک اسی میں ہے تیری فلاح

اگر تجھ کو امید ہے زیست کی
تو رانجھے کو دل سے فراموش کر

نکاح اپنا سید سے پڑھوا ابھی
نصیحت میری تو ذرا گوش کر

جواب ہیر

غرض ہیر نے کہا کے سو پیچ و تاب
کہ تم کون ہو اور سید ہے کون
نکاح کا اگر تم کو سودا ہوا
تمہارا بہت مجھ پہ احسان ہو
نہیں تم نے سمجھا ہے میرا مدعا
کوئی دودھ اور پوت مانگی تھی ماں
دیا تب خدا نے یہ رانجھا سا میت

دیا پھر یہ قاضی کو فوراً جواب
کہو تو کہ ہو ڈر پڑھ باتیں و پون
تو رانجھے سے پڑھ دیجیے مرحبا
خوشی تم سے وہ پاک رحمٰن ہو
میرا حق سے رانجھا ہے مانگا ہوا
میں مانگوں تھی رانجھے کو بس اس ماں
نہیں ٹوٹتی اب یہ بچپن کی پیت

جواب قاضی

دیا پھر یہ قاضی نے اسکو جواب
نکاح گر نہ سید سے پڑھوائیگی
کہا ہیر نے پھر یہ ہو کر خفا
میں سید کو رانجھے پہ قربان کروں

کہ سنتی بھی ہے ہیر خانہ خراب
تو شامت تیری دیکھ آجائے گی
کہ یہ عشق رانجھے کا مجھ سے نہ جا
کبھی اسکے تابع نہ ہو کر رہوں

جواب قاضی

کہا پھر یہ قاضی نے سن ہیر تو
نکاح تیرا رانجھے سے زیبا نہیں

کہ ہے حکم قرآن میں فانکحوا
وہ رتبہ میں زنہار تجھ سا نہیں

کہ پالی سے وہ تو ہے سردار لی ۔ نہیں کفت ہے تیرا وہ مرد ولی
مگر ہاں یہ سیدا لو سردار ہے ۔ فدا اسکا سب تجھ پہ گھربار ہے
نکاح گر تو سید سے پڑھوا ئیگی ۔ ہیرا ایمان و دنیا سے تو جائے گی
نہیں قیس قاضی کو بالکل تمیز ۔ سمجھتا ہے وہ سیم و زر کو عزیز
اگر ہوتا اُس وقت قاضی سعید ۔ تو ہو جاتی پھر ہیر و رانجھے کی عید
سنے ہے قاضی نحس ہی کا اسمیں قصور ۔ جو دو عشقبازوں میں ڈالا فتور
لگا جسکو بچھو کا ڈنک ایکبار ۔ کرے گا وہ اس لہر کا اعتبار
نہ کاٹا ہو بچھو نے جس کو کبھی ۔ سمجھتا نہیں پیڑ وہ اور کی
اسیطرح قاضی بھی تھا ناخبر ۔ نہ تھی عشق کی اسکو اصلا خبر
سوا روپئے کی خبر اُسکو تھی ۔ نکاح کی جو سید سے تجویز کی
نکاح ہیر کا پڑھتا رانجھے سے گر ۔ تو پالی سے ملتا کہاں مال و زر

جواب ہیر

کہا ہیر نے پھر بہ رنج و بلا ۔ تجھے دق نہ کیجے برائے خدا
کیا ہے نہ رانجھے سے اپنا نکاح ۔ جو ہے حکم شرع فانکحوا کے فلاح
سبق ہے کتابوں کا تو نے پڑھا ۔ نہیں عشق کا درس تو نے لیا
زلیس صرفیوں کا تو اُستاد ہے ۔ مگر پھر نہیں عشق کی یاد ہے
بتا کونسی ہے بھلا وہ کتاب ۔ کہ جسمیں پڑھا تو نے اس ڈھب کا باب
کہ ہوں ایک عورت کے دو دو خصم ۔ کریں آہ مظلوم کا سر قلم
ہو دو کشتیاں اور اسوار ایک ۔ ہوں دو گاڑیاں اور سوار ایک
نہیں ہے نہیں کوئی ایسی کتاب ۔ روا رکھ نہ حق میں مرے یہ عذاب

دلوں کا ملانا تجھے چاہئے — کہ اَحَبُّ لِلّٰہ کا منشا یہ ہے
ہے قرآں میں[۱] عین اور سین قاف — گیا بھول یہ رمز تو دل سے صاف
میں ہوں بادۂ عشق رانجھے سے مست — نکاح ہو چکا اُس سے روزِ الست
ہوا آسمانوں پہ میرا نکاح — جہاں پانچ پیروں[۲] نے باندھا نکاح
بلا شبہ رانجھے کی منکوح ہوں — مرا جسم وہ اُسکی میں روح ہوں
میں تن اُسکا اور وہ مری جان ہے — نہ پالی کھو شاہ ذیشان ہے
میرا دل گیا اتّو رانجھے سے مل — نہ کر قاضیا مجھکو تو مضمحل
اجازت نکاح کی میں دیتی نہیں — مگر ساتھ رانجھے کے ہے بہتریں

قاضی کا سید کے ساتھ ہیر کا جبراً نکاح پڑھنا

یہ سنکر کے خاموش قاضی ہوا — گیا پاس چوچک کو کہنے لگا
تری ہیر سید سے بیزار ہے — مگر ساتھ رانجھے کے تیار ہے
اجازت نکاح کی وہ دیتی نہیں — کہ ہے لب پہ اُسکے نہیں ہی نہیں
مگر اب یہی بیٹی کی ہے صلاح — پڑھوں اُسکا سید سے جبراً نکاح

---

[۱] قرآن کریم میں حمعسق حروف مقطعات ہیں جس سے ظاہر ہے عشق۔ صرف نقطوں کا فرق ہے سو نقطے کوئی جز و حروف ہی نہیں مانے جاتے۔ ۱۲ منہ

[۲] تاریخ کے لحاظ سے یہ اولیاء اللہ جو پانچ پیر رانجھے کو ملے تھے رانجھے کے زمانہ میں نہیں تھے بلکہ پیشتر ہی وفات پا چکے تھے کیونکہ رانجھا اور ہیر اورنگ زیب کے زمانہ سنہ ۱۶۵۸ء میں ہوئے ہیں اور وہ بہت پہلے۔ ہم نے یہ قول سید وارث شاہ کا نقل کیا ہے کیونکہ کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اولیاء اللہ بعد وفات کے بھی زندہ رہتے ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْقَلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَی الدَّارِ۔ یعنی اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ نقل کرتے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ اسی لحاظ سے ہیر و رانجھے کو بھی لوگ زندہ ہی مانتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کہا پھر یہ چھوچھک نے ہاں خوب ہے — یہی بات ہم کو بھی مطلوب ہے
نہ کی پھر تو چھوچھک نے اکدم کی ڈھیل — دئے بھیج فی الفور شاہد وکیل
لیا پاس قاضی نے سید ابٹھا — دئے اسکو پھر پانچ کلمے پڑھا
کی تکرار اقرار باللسان کی — سکھائی اسے صفت ایمان کی
بہ آواز قاضی نے خطبہ پڑھا — مگر عقد چھپ چھپاپ باندھا گیا
پھر اسکا آدھا مؤجل رہا — اور آدھا اسی وقت تھا لیلیا

ہیر کی ماں کا ہیر کو محافہ میں سوار کرنا

نکاح کی مہم جبکہ سر ہو چکی — تو پھر ہیر جبراً محافہ میں دی
سنو دوستو ہے یہ غم کی کتھا — کہ ہے فی الحقیقت یہ رونے کی جا
ہوا ہیر پر ظلم یہ بے قیاس — کہ اول تو بیٹھی ہی تھی وہ اداس
نکاح اسکا سیدے سے جبراً پڑھا — دیا اس کا دلدار اس سے چھڑا
نہ قاضی نے کچھ فکر وتدبیر کی — ذرا بھی نہ چھوچھک سے تقریر کی
لطے اسکو سونے کے جب ہو گئے — طمع سے وہ عاجز تھا پر لیا سکے
طمع جب کسی جانور کو ہوئی — تو پھنستا ہے وہ جال میں واقعی
طمع سے ہو مجبور جب شیر نر — تو کھاتے ہیں کتے اسے آن کر
یہ بندۂ طمع دیدہ ہو شمند — دراز طمع طرح و ماہی بہ بند
طمع سے میاں سب گناہوں کی ماں — گناہ کوئی اسکے برابر کہاں
طمع سے ہر اک شخص لاچار ہے — سید اکرم رسول اللہ کا یار ہے
سراسر ہے چھوچھک کی اسمیں خطا — اگر ان کے سے تھا اسنے وعدہ کیا
مگر آہ بدعہد اب ہو گیا — مروت سے وہ ہاتھ ہی دھو گیا

وہ دنیا کی عزت پہ مرتا تھا یار   جبھی مرد مفلس سے ڈرتا تھا یار
پھر اب اُسکی عزت رہی کونسی   کہ رانجھے کی پس خوردہ سید کو دی
پڑے ہیر کی ماں کے اوپر زوال   کہ دی جسنے سختی سے ڈولی میں ڈال
اگرچہ وہ تھی زار و نالاں مدام   پہ روتی تھی سے لیکے رانجھے کا نام
اگرچہ وہ اس غم سے پیلی ہوئی   رگیں جسم کی اُسکے ڈھیلی ہوئی
نہ پھر بھی کیا رحم اُس پہ ذرا   وہ کرتے رہے سب جفا پہ جفا
خوشی سے وہ ڈولی میں چڑھتی نہ تھی   جگہ سے قدم بھر بھی بڑھتی نہ تھی
مگر اُسکی اماں جو تھی نامراد   کیا ظلم یہ اُسنے حد سے زیاد
کمر میں بچاری کے گھونسے لگا   وہ دو چار مسٹنڈیوں کو بلا
کہ ڈولی کی جانب گھسیٹا اُسی   وہاں ڈال بھی ہائے پیٹا اُسے
بچاری وہ روتی تھی کر کرکے شور   طمانچے جو منہ پر پڑے زور زور
کرے تھی محافہ میں وہ غم کے بین   نہ تھا اُس بچاری کے جو دلکو چین

قطعہ

یہ رونے کو اُسکے سمجھتے تھے لوگ   محبت کا ماں باپ کی ہے یہ روگ
بچھڑتی ہے لڑکی جو ماں باپ سے   تو آتا ہے رونا چلا آپ سے
کوئی حال سے اسکے واقف نہ تھا   بچاری کے من کی جو کچھ پوچھتا
اسے درد ہے اسوقت رانجھا کہاں   جو ہے بھی تو ہے وہ بھی گریہ کناں
غرض کیا لکھوں اب میں اس غم کا حال   وداع کرتی ہے مجھکو ہیر سیال

بارات کے ساتھ رانجھے کا بھینسیں لیکر کھیڑہ میں جانا

عزیزو یہ ہے اور غم کی بکھا   ستم پر ستم اب یہ ہوتا ہے کیا
وہ بھینسیں جو رانجھا چراتا تھا یار   سبھی بخشدیں ہیر کو بے شمار

بہشت یہ رانجھے سے سب نے کہا
کہ بھینسوں کو ہے تو نے پرچالیا

اگر ان کو کھیڑے میں پہنچایئے تو
بہت ہم پہ احسان فرمایئے تو

گوارا نہ کرتا تھا رانجھے کا دل
کہ تھا وہ بچارا بہت مضمحل

مصیبت بہت اُس پہ طاری ہوئی
سدا کی اُسے آہ وزاری ہوئی

سن عاشق کا کیا تنگ ہوتا ہے حال
یہاں چھن گئی اُسکی ہیر سیال

کرے کیا قلم حال اُس کا رقم
ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

تاسف ہے افسوس ہیہات ہے
پڑی اُسکے سر ایسی آفات ہے

نہ کھانا ہے کھایا کسی وقت سے
نہ پانی پیا نہ غم سخت سے

بھلا کھانے پینے کی فرصت کہاں
نہ دے جب کہ مہلت غمِ جاں ستاں

بھرے آہ دردِ جگر تاب سے
نہ کم حال تھا اُسکا سیماب سے

نکلنے لگا اُسکا اس غم سے دم
پڑا ٹوٹ سر اُسکے کوہِ الم

جگر پہ جو دشنہ لگا درد کا
تھا عورت سے تھوڑا دل اُس مرد کا

بھلا کیوں نہو حال رانجھے کا زار
جدا کر دیا اُسکے پہلو سے یار

بھلا کیوں نہو حال اُسکا ظہیر
جدا ہو گئی اُسکے پہلو سے ہیر

بھلا کیوں نہو حال اُسکا تباہ
جدا ہو گئی اُس سے وہ رشکِ ماہ

بھلا کیوں نہو قیس پھر وہ خراب
جدا جسکے پہلو سے ہو ماہتاب

غرض ہیر کا کرکے رانجھا خیال
چلا ساتھ بھینسوں کے بے قیل و قال

اگر یہ تمنا تھی دل میں بھری
کہ دیکھونگا دیدار اب آخری

اگر آ گیا اُسکو میرا خیال
دکھادیگی وہ دور ہی سے جمال

کہاروں نے ڈولا لیا جب اُٹھا
بہت مال اُس پر نچھاور کیا

بہت سا کیا ساتھ اُسکے جہیز
محافہ پہ ہوتے چلے نقد ریز

چلے جھنگ سیالے سے ہو تیز گام
کیا جبکہ طے راہ دور و دراز
جو دیکھا کہ سرسبز ہے مرغزار
سکھے تھی کناروں سے ہیر سیال
دیا ہیر ڈولہ یہیں تھام دو
دیا ہیر کا تھام ڈولہ وہاں
گیا صید کو جبکہ سیدا اسدہار
براتی بھی سارے گئے اُسکے ساتھ
چگاتا تھا بھینسیں جو رانجھا کھڑا
کہ کیا دیکھتا ہے کھڑا دلفگار
سنی جبکہ رانجھے نے آواز ہیر
ہم آغوش ہو کر ملے باہم
دیا ہیر نے توڑ موتی کا ہار
لگے کرنے پھر عیش دونوں بہم
پھرے صید آہو سے جب لشکری
کہ گھوڑونکے آنیکی آہٹ تو سن
جو گھوڑوں کی آہٹ سنی اُسنے یاں
پھر اتنے میں لشکر سبھی آگیا
بلایا ہے کسواسطے یہ نشاں
کہا ہار کا ہیر نے ناقص ہے سوت
گرے تھے جو یہ میرے موتی بکھر

دئے چھوڑ گھوڑونکے ڈھیلے لگام
ہوئے موضع رنگپور سے فراز
پھرے ہے وہاں ایک ہار نولکھا
کر لیکر چلو مجھکو آہستہ چال
یہ پائل مرے پاؤں کی مجھسے لو
براتی ہوئے صیدگاہ کو رواں
رہا ایک ڈولا وہاں با کہار
تو پھر ہیر کے ہاتھ آئی یہ بات
تو ڈولے سے دی ہیر نے یہ صدا
یہ موقع ہے ملنے کا مل مجھسے یا
گیا پاس اُسکے وہ مانند تیر
یہ نالہ کناں وہ اُدھر چشم نم
جو دیکھا کہ ہے اپنی قسمت کا ہار
کہ بجنے لگے خوب ہی زیر و بم
تو رانجھے سے یہ ہیر نے بات کی
مرے ہار ٹوٹے کے موتی بھی چن
لگا چننے رانجھا دُرِ آبدار
کہا ہیر سے پھر یہ سیکر نے آ
یہ کیوں ہے ترے پاس بیٹھا یہاں
گیا بوجھ سے موتیوں کے یہ ٹوٹ
بلایا اسے تاچنے آن کر

رکھوں پھر بچاری ہیں کر کی شمار
بناؤں گی پھر اور رشتہ سے ہار (ذو معنی)

نہیں کچھ مجھے اور تھا اس سے کام
تجھی سے مرا مدعا ہے مدام

مگر کوئی رانجھے کو مت مارنا
مروں گی وگرنہ ابھی زہر کھا

کہ رانجھے کی اسمیں خطا کچھ نہیں
یہ رشتہ ہی کمزور ہے کر یقیں

بہت اس بچارے کا احسان ہے
ڈر آرزو اسنے آکر چھنے

کہا پھر یہ لوگوں نے جانی بھی دو
نہ اسکو کہو کچھ نہ اس کو کہو

چلی پھر وہ بارات صحرا سے پار
اُٹھا ڈولا مونڈھو نپہ لیکے کہار

گئے جبکہ کھیڑے کے وہ متصل
گئی عورتیں آکے رستہ میں مل

وہ آئی تھیں دلہن کو لینے سبھی
لگیں گانے سوہاگ اور کی خوشی

گئیں گھر وہ ڈولی کو جبوقت لے
لٹا لے نہ کیا کیا غرض جو صلے

خوشی سے وہ سیلے تو ساتھ لے آئے
تحائف سے دلہن کو باہر کیا

جو سکھوایا گھونگٹ محبت کے ساتھ
تو دیں ہیر کو گنیاں گن کر سات

نند ہیر کی تھی جو سہتی بنام
لگی کرنے بھاوج کو جھک کر سلام

اور اک بھائی سیدے کا تھا خورد سیال
دیا ہیر کی گود میں اُسکو ڈال

اسی طرح کنگنا بھی کھولا گیا
ہوئی رسم میٹھی کی اس پر ادا

وہ گٹھ جوڑا پھولو نکی چھپٹیاں کھلی
غرض ساری رسمیں وہ ترتیب دیں

ہوئی منہ دکھاوے کی پھر دھوم دھام
کیا جٹیوں نے وہاں ازدحام

بہت عورتیں وانپہ آنے لگیں
مبارک سلامت کی دھومیں مچیں

وہاں عورتیں وہ جو آتی رہیں
خوشامد کی باتیں بناتی رہیں

کہ جس طرح دنیا کا ہے قاعدہ
نہ بس قول اُنکا ہے بیفائدہ

کہے کوئی سیکر کی تقدیر تھی
جو جوڑی میسر ہوئی ہیر کی

کہے کوئی سہتی کے ہیں خوب بھاگ
کہ بھاوج کے آنیکا پاونگی لاگ

کہے کوئی لٹواسی آئی بہو
کہے کوئی بٹواسی آئی بہو

کہے کوئی ہے یہ بہو بھاگوان
وہ دیکھو ہے ماتھے پہ اسکے نشان

کہے کوئی کیا خوب ترسول ہے
کہے کوئی یہ بھی تری بھول ہے

بہو کیا ہے دیوی ہے یہ حسن کی
یہ ترسول کیا پچھی آ ملی

کہے کوئی آنکھیں نہیں ڈورے ہیں لال
نہ دھاگا ہے دے اسکو رکھو سنبھال

ہرن کی سی آنکھیں بتاوے کوئی
وہ پنڈلی بھی ویسی جتاوے کوئی

کہیں پھر کر اس سے لگا ہے یہ پتہ
کہ سید کو دولت ملی بے بہا

کہے کوئی اللہ بڑھاوے انہیں
کہ اولاد حاصل کراوے انہیں

پنا اور رہنی خوب پھولیں پھلیں
سدا ان کی دنیا میں بیلیں بڑھیں

کہے کوئی سید کی صورت کو دیکھ
اور اس ہیر کی شان شوکت کو دیکھ

نہیں ہے کسی سے یہ کہنے کی بات
کہ ان کا ہرگز نبھے گا نہ ساتھ

یہ سید الو کا نا ہے اور سیاہ فام
یہ ممکن نہیں ہیر ہو اسکی رام

رانجھے کا ہیر کی بھینسیں باندھ کر چلدینا اور ہیر کا اپنی ساس سے رانجھے سے ملنے کی اجازت لینا

اُدہر تو یہی شادمانی رہی
اِدھر باندھ رانجھے نے بھینسیں کھڑی دیں

بچارا وہ بھر آہ جانے لگا
تو آنکھوں سے آنسو بہانے لگا

کیا ہیر نے ساس سے یہ کلام
کہ دیتا ہے اماں کو خالہ پیام

مری ماں مرے غم میں ہوگی اداس
خبر خیر کچھ بھیجدوں اُسکے پاس

جو خالہ مجھے آپ کا حکم ہو
تو کہدوں میں پالی سے جاتا ہے جو

خوشی سے کہا ساس نے اے بہو
جو کہنا ہے کہہ جا کے پالی سے تو

وقت رخصت عاشق و معشوق کے وہ درد انگیز کلام کہ دل اُمڈا آتا ہے کلیجہ پھٹا جاتا ہے

سدہارا کہاں آج تو ساقیا
پلا دے کوئی گھونٹ نام خدا

مری آرزو جی کی جی میں رہی
غم ہجر میں جان ناحق چلی

گئی جان پہ آ کے اب میری بن
ستم ڈھا رہا ہے یہ چرخ کہن

سدا اسے رہی لاگ مجھسے اسی
جو گذری ہے مجھ پہ سناؤں کسے

چلا ہیر کا جبکہ رانجھا سدہار
لیا اُس بچاری نے اُسکو پکار

کہا پھر کہ رانجھے میں مجبور ہوں
ترے سنگ فرقت سے دل چور ہوں

تو ہی کہہ ہے کیا اسمیں میرا قصور
جو جیتے رہے پھر ملیں گے ضرور

غم ہجر میں تیرے گر مر گئی
سمجھنا کہ وہ مجھ پہ صدقہ ہوئی

رانجھے کا ہیر سے اپنی مصیبت بیان کرنا

کہا ہیر سے پھر یہ رانجھے نے تب
جفا مجھ پہ گذری ستم ہے غضب

نہ دل کا کبھی ارمان پورا ہوا
جفا ہے جفا ہے جفا ہے جفا

نہیں چین آیا مجھے ایک دم
ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

گیا لٹ میرا عیش و آرام سب
غضب ہے غضب ہے غضب ہے غضب

ہزارا دیا تیری خاطر میں چھوڑ
دیا اپنی عزت کا شیشہ بھی توڑ

ترے ہی لیئے ہائے پالی بنا
پھرا بن میں بھینسوں کو میں ہانکتا

چھٹے تیرے کارن مرے بھائی بند
چھٹیں بھاوجیں میری لبہائے قند

ہزارے سے جسوقت آیا تھا میں ۔۔۔ ترے عشق ہی کا ستایا تھا میں
سہے بیچ غربت جو تیرے لئے ۔۔۔ یہ ہیں دیکھ پیروں میں چھالے پڑے
سمندر ہو اپاٹ چناب کا ۔۔۔ نہ تھا کل پیڑا کچھ جس میں میرا لگا
پھر آیا ترے باغ میں جسگھڑی ۔۔۔ نظر میری تیرے مکاں پر پڑی
مکاں وہ ترا دیکھ فردوس سا ۔۔۔ گھسا اسمیں جوں عابد بے ریا
ترا تھا جو سونے کا اسمیں پلنگ ۔۔۔ ہوئی دیکھکر میرے دلمیں اُمنگ
گیا اسپہ میں بھول چوکے سی لیٹ ۔۔۔ تری سیج پہ اپنا منہ سر لپیٹ
میں اے ہیر تھا سخت ہارا ہوا ۔۔۔ مصیبت کا غربت کی مارا ہوا
اچانک جو میں نیند میں ہو گیا ۔۔۔ ترے اس بچھونے پہ جا سو گیا
دیا تیری مالن نے مجھکو جگا ۔۔۔ میں دی خوب قمچی سے اسکو سزا
مگر وہ سزا میرے اوپر پڑی ۔۔۔ مری پیٹھ پہ تو نے قمچی دھری
لیا تونے قمچی سے مجھکو جگا ۔۔۔ کہا تونے جو جو سینے سب سنا
بجانے لگا پھر جو میں بانسلی ۔۔۔ لگی اسکی آواز تجھکو بھلی
کہی عشق کی تیرے پھر سینے بات ۔۔۔ سنائی تجھے اپنی سب واردات
یکایک ہوئی مجھ پہ تو مہرباں ۔۔۔ یہاں تک کیا عشق اپنا بیاں
کہ قسمیں بہت تو نے کھائیں بڑی ۔۔۔ کیا قول چھوڑوں نہ الفت تری
غرض کرکے وہ تونے قول و قرار ۔۔۔ یہ دھوکا دیا مجھکو اے گلعذار
جدائی تھی مد نظر گر تجھے ۔۔۔ بنایا تھا پالی مجھے کس لئے

جواب ہیر با رانجھا

یہ رو رو کے کہنے لگی ہیر پھر ۔۔۔ میں جاؤں بھلا کس کنوئیں بیچ گر

ہیں اقرار پر اپنے قائم رہی — میں تابع ترے پیار دائم رہی
نہیں کیا میں رانجھے یہ تجھسے کہا — کہ لے چل کہیں مجھکو بہر خدا
دیا تھا یہ پھر تونے مجھکو جواب — کہ یہ کام ہے عشق میں ناصواب
تجھے اب کہیں میں نہ لیجاؤنگا — نہ دھبہ ذرا عشق کو لاؤں گا
مری بات تونے سنی تھی کہیں — کہ تھی تیرے لب پر نہیں ہی نہیں
پھر اب کیوں تو اتنا پریشان ہے — کہ صدقہ ترے ہیر کی جان ہے
مرے یاد ہیں سب وہ قول و قرار — مجھے دیکھ اب آپ ہوں دلفگار
مری جان پہ ہجر میں آ بنی — نہیں ابتلک آئی مجھ میں کمی
ہوئی لاغری سے میں بس اسقدر — کہ ڈلتی ہوں چلنے میں ایدھر اودھر
اسی بات سے ہیر ڈرتا تھا جی — تری بات افسوس تونے کہی
ترا غم مجھے ایسے کھاتا ہے سن — کہ جسطرح لکڑی کو کھاتا ہے گھن
جو زندہ رہی پھر بھی ملجاؤنگی — کسیطور یاں تجھکو بلواؤں گی
ترے پاس خط لکھکے بھیجونگی میں — لکھا غم کی سب تجھسے کہدونگی میں
یہاں بن کے آجائیو تو فقیر — بنا لینا مرشد کوئی پاک پیر
ذرا ہیر پہ اپنی کیجو خیال — بہت ہو رہی ہوں میں آشفتہ حال
میں تجھپر سے عصمت بھی قربان کی — کہ مدت سے ہوں تیرے دامن لگی
نکالونگی جیتے جیا جی سے کام — ترے بن مجھے نیند ہو گی حرام
اے رانجھے ترا ہو وہی حافظ خدا — دکھا منہ بھی جوں پیٹھ دیکر چلا
یہیں تک ہوئی اُنکی بس قیل و قال — کہ تھا اُن بچاروں کے اوپر وبال
ادھر ہیر کو خوف تھا ساس کا — اُدھر اُسکو لوگوں کا وسواس تھا
اے دردا بھلا وہ زمانہ کہاں — کہ رہتے تھے دونوں بہم ایکجاں

اور اب بات کرنے کو مجبور ہیں — زمانہ کے ایسے ہی دستور ہیں
فلک کی سدا سے ہے اُلٹی ہی چال — کرے ہے سدا چاہنے کو ملال

ہمارے حرمان نصیب عاشق یعنی رانجھے کا رخصت ہونا اور راستہ میں اُس محبوبۂ بے نظیر یعنی ہیر کا درد فراق

غرض رانجھا تقدیر سے ہو کے دنگ — چلا آہ بھرتا ہوا سوئے جھنگ
یہ مانگے تھا دل بیچ اپنے دعا — کہ مولیٰ مجھے ہیر سے پھر ملا
کبھی کہتا تقدیر ایسی کہاں — جو ہوں وصل سے اُسکے پھر شادماں
جو ہوتی یہ تقدیر کچھ کارگر — تو ہوتا کبھی اُسکا تجھ پر اثر
مجھے عیش پھر ہاتھ آتی نہ کیا — مجھے ہیر پھر کر بلاتی نہ کیا
کبھی کہتا اے ہیر بہر خدا — نہ اس اپنے عاشق کو دل سے بھلا
میں ہوں جاں بلب اس تری چاہ میں — نجائے کہیں دم نکل راہ میں
ہوا رنگ پور سے جو آگے گذر — تو رویا کیا دیر تک آہ بھر
کہا تھا یہیں اُسکا ڈولا دھرا — یہیں اُسنے ڈولے میں کی تھی صدا
کہ کیا دیکھتا ہے کھڑا دل فگار — یہ موقع ہے ملنے کا اب مجھ سے یار
دیا تھا یہیں ہار بھی اُسنے توڑ — بکھیرے یہیں تھے وہ موتی کے جوڑ
یہیں تھے وہ موتی بھی بیٹھے چنے — یہیں قول شیریں تھے بیٹھے سنے
یہیں تھی کہاروں کو پائل وہ دی — یہیں تھی وہ چھاتی سے ہیری لگی
وہاں دیر تک یوں ہی روتا رہا — دُرِ اشک صحرا میں کھوتا رہا
نہ آیا مگر اُسکے دل کو قرار — چلا جانب جھنگ اک آہ مار
مگر راہ بھر یہ ہی کہتا گیا — یہیں کو تھا کل اُسکا ڈولا گیا
غرض یوں ہی لاچار روتا ہوا — وہ داخل ہوا جھنگ سیالے میں جا

ارادہ نہ تھا جھنگ جانے کا گو
مگر لے گیا جذب اُس راہ کو

چلا تھا وہ جب ہیر سے ہو جدا
ارادہ ہزارے کا جانے کا تھا

مگر شوق میں راہ دلدار کے
وہ جا پہنچا پھر جھنگ میں دیکھنے

وہاں جوش وحشت جو اُسکو ہوا
چراگاہ میں پھر اُسی جا رہا

ہوا عشق میں ہیر کے وہ تباہ
یہی ہے ہمیشہ الفت کی راہ

وہ جس بن میں بھینسیں چراتا تھا یار
اور آتی تھی واں ہیر کر کے سنگار

اُسی بن میں ہر روز رہتا اُسے
کسی سے نہ سنتا نہ کہتا اُسے

غذا اُسکی صحرا کے برگ و ثمر
کئی روز کے بعد ہوتی مگر

کبھی آکے بستی میں کرتا گذر
تو پہلے تو جاتا تھا نائن کے گھر

وہاں دیکھتا تھا وہ خلوت سرا
جہاں ہیر ملتی تھی دن رات آ

اُسے دیکھتے شام ہو جاتی تھی
تو کالی گھٹا غم کی گھر آئی تھی

وہاں سے وہ جاتا تھا چھپ کے گھر
تو روتا تھا پہروں وہیں بیٹھکر

کبھی ہیر سے تھا چھپا واں عزیز
پیا دیکھ قاضی نے بھی کر تمیز

تو کیدو چچا سے جا کر یہ اُسنے کہا
بلاتا نہ اب ہیر کو دیکھنا

کہ رانجھا اسیواسطے ہے یہاں
کہ بیٹھے میں آوے گی وہ بے گماں

تو اُسکی سری پھیر آفات ہو
وہی پہلی حرف و حکایات ہو

کہا سنکے کیدو چچا نے ہاں ٹھیک ہے
مجھے کیا پڑی جو بلاؤں اُسے

میں تا عمر اُسکو بلاؤں نہ یاں
اُسے پھر بلا میں پھنساؤں نہ یاں

رانجھے کے بھائیوں کا خط رانجھے کو

گئی ہیر ہاتھوں سے رانجھے کے جب
ہزارے میں بھی بات پہنچی یہ تب

لکھا بھائیوں نے یہ رانجھے کو خط
کہ مضمون تھا اُسکا بس اِس نمط

کہ اے رانجھے ہم نے سنا ہے یہ حال
گئی چھین تری تجھ سے ہیر سیال

بُرا کام اے بھائی تو نے کیا
عبث عورتوں کی ملاقات سے
نہیں ہیر نے بھی یہ اچھا کیا
ہمیں اب بہت اسکا افسوس ہے
پر اب چاہیے صبر کرنا تجھے
وہ تجھسے رکی تو بھی اب اُس سے رک
نہیں خیر اب بھی ترا کچھ گیا
خبر آ کے کچھ اپنے گھر کی بھی لے
تری بھاوجوں کو بھی رہتا ہے غم
تجھے یاد کرتی ہیں دن رات وہ
وہ رکھتی ہیں تجھ سے یہی مدعا
نہیں تو تڑپ کر وہ مر جائینگی
دعا پہ کیا ختم وہ خط یہیں

جو دل بے وفا ہیر کو دے دیا
کہ انکی سدا بیوفا ذات ہے
جو دیکھ گئی ہائے تجھکو دغا
کہ سیدا تری ہیر کو لے اڑے
نہیں ہیر پر تب مرنا تجھے
جو تجھسے جھکے تو بھی پھر اس سے جھک
تو جانے دے جو کچھ ہوا سو ہوا
نہ جوں قیس صحرا میں گھوما پھرے
جدائی تری اُسکے حق میں ہے ستم
رکھیں یاد ہر دم تری بات وہ
کہ پھر خدا ہم کو صورت دکھا
تجھے گر نہ وہ دیکھنے پائیں گی
گیا ایلچی ایک دم میں وہاں

رانجھے کا جواب لکھنا اپنے بھائیوں کو

وہ رانجھے پہ جسوقت نامہ گیا
لکھا اُسکو پڑھکر یہ اُسنے جواب
سنو بعد آداب و تسلیم یوں
لگی ہیر کی مجھکو ایسی لگن
میں تحریر پاسخ میں معذور تھا
نہ کہنا کبھی ہیر کو بے وفا
وہ کہتی رہی مجھکو لے چل کہیں
خطا ہے تو ہے اپنی تقدیر کی

اُسی حال میں اُسکو پڑھنے لگا
سلامت رہو بھائیو صاحب جناب
کہ ہے اندنوں حال میرا زبوں
کہ لاغر ہوا میرا سب تن بدن
مگر خیر مجبور لکھنا پڑا
کہ اُسکی نہیں اسمیں بالکل خطا
مگر میرے ہی لب سے نکلا نہیں
خطا کچھ نہیں ہے مگر ہیر کی

خطا ہے تو ہے اُسکے ماں باپ کی — کیا مجھ سے اقرار سیدے کو دی

خطا ہے تو ہے قاضی نحس کی — کہ باندھا نکاح اُسنے جبراً جی

خطا ہے تو ہے اسمیں کیدو کی سب — کہ نازل کیا اُسنے ہم پہ غضب

کہ وہ دوت جا جا لگاتا رہا — کہ چوچک کو بدظن بناتا رہا

خطا ہے تو ہے نائی بدکار کی — کہ آیا جو اُچّو کا بن ایلچی

نہیں ہیر کھیڑے میں تنہا گئی — مری چین بھی اُسکے ہمراہ گئی

مجھے ہیر بن چین اک دم نہیں — کہ ہوں دور گیتی میں اندوہگیں

سدا ہیر کو یاد کرتا ہوں میں — یہ دن زندگانی کے بھرتا ہوں میں

مصیبت پڑی مجھ پہ اب بے شمار — کہ دن رات رہتا ہوں زار و نزار

میں اب اُسکے غم میں ہونگا فقیر — کسی شیخ کامل کو پکڑوں گا پیر

کسو بھاوجوں سے بھی بعد از سلام — کہ ہے عیش رانجھے کا تم سے حرام

بجز ہیر کچھ اُسکو بھاتا نہیں — ابھی وہ ہزارہ میں آتا نہیں

ہے سب مرنا جینا تو تقدیر سے — نہیں موت سے بھائی چارہ کسے

گذرتی ہے جو کچھ گذر جائے گی — بلا سے اگر کوئی مر جائے گی

میں خود جیتے جی مر رہا ہوں یہاں — جو جیتا بچا آ بھی جاؤں وہاں

زیادہ ہے حد ادب اور سلام — یہیں پہ کیا اُسنے خط کو تمام

رانجھے کے بھائیوں کا دوسرا خط

لکھا پھر اُنھوں نے یہ خط دوسرا — کہ رانجھے خدا کے لئے جلد آ

ہمیں لوگ کرتے ہیں طعنہ زنی — مصیبت بہت ہم پہ اب آ بنی

ملاقات کی ہم کو امید ہے — تری بھاوجوں کو تری دید ہے

ہمیشہ رہیں تیرے شکرگذار — رہیں ہم بھی ہر دم ترے غمگسار

[illegible] — اُدھر کھیڑے والوں میں ڈالیں قتال

ہمیں سے ہے نہایت ترا اشتیاق / رلاتا ہے دن رات تیرا فراق
یہ خط پڑھ کے رانجھا اُٹھا آہ مار / ہزارہ گیا ساتھ قاصد کے یار
ہوئے دیکھ رانجھے کو بھائی خوشی / بہت پیار سے بھاوجیں بھی ملیں
مگر دل نہ اُس کا وہاں پر لگا / نہ کھایا وہاں کچھ نہ پانی پیا
چلا آیا پھر جھنگ میں وہ غریب / تھا روز ازل سے وہ جنگل نصیب
یہ احوال میں چھوڑتا ہوں بیاں / لکھوں ہیر کا کچھ میں درد نہاں

ہیر کا غش میں آجانا رانجھے کے صدمۂ مفارقت سے اور اُسکی ساس کا چارہ جوئی کرنا

غم ہجر رانجھا تو تم نے سنا / سنو ہیر کا بھی تو کچھ ماجرا
کہ کیا اُس بیچاری پہ آفت پڑی / ہوا کیا ستم کیا مصیبت پڑی
جدائی میں اُسکا ہوا حال کیا / غم و درد اُسکو کہاں تک ہوا
سنو اسکو اب تم ذرا کان دھر / یہاں تک ہوا اُسکے دل پر اثر
کہ رانجھا ہوا اُسکا جب دم جدا / کلیجہ پکڑ کر گئی تلملا
اندھیرا سا آنکھوں میں کچھ چھا گیا / اُسی وقت بس اُسکو غش آگیا
بیاں کیا کروں اُسکے بیہوشی کی بات / گویا کر دئے اُسنے سکوت مات
سکت کیا تھی سکتہ کی ہوتا اُسے / کہ تھا رشک میں دیکھ مردہ اُسے
غش ہیر سے شرم کھائے ہوئے / تھے مُردے لحد میں سمائے ہوئے
پڑی ساس کی ہیر پر جب نظر / تو رونے لگی پھر وہ اک آہ بھر
کہا ہائے بہنو ادھر آئیو / تلوے مری پاؤں سہلائیو
بہو کو مری ہائے غش آگیا / سنگھا دو بنا کر اُسے لخلخہ
اُسے لخلخہ جب سنگھانے لگی / غرض اُسکو کچھ ہوش آنے لگی

لگی پھر وہ کہنے کلیجہ کو تھام
خدا سے ہو دم میرا جاوے نکل
کہا ساس نے ای بہو پھوٹ بول
پڑی مدتوں خوں رُلایا ہمیں
لگی کرنے پھر ساس اُسکی دعا
کہے تھی کبھی یا نبیؐ یا علیؓ
کہے تھی کبھی یا حسنؓ یا حسینؓ
چڑھاؤں گی مہندی تمھاری ضرور
چڑھاؤنگی عباسؓ کا میں علم
کبھی کہتی اے پیر بالے میاں
کہے تھی کبھی اے پیر شاہ مدار
الٰہ بخش ماموں سے کہتی کبھی
کبھی کہتی اے پیر کالو شہید
سرو تکی میں حضرت ترا چورہا
کبھی کہتی اے پیر سید سالار
کبھی کہتی اے پیر سنگر ترے
کبھی پیر ڈانگی کی سیوا کرے
اگر بہو ہو جائے یہ تندرست
کہے تھی کبھی پیر صادق کریں
کہے تھی کبھی یا بڑے پیر پیر
کہے تھی کبھی پیر ہند الولی
کبھی کہتی دیکھو قلندر ولی
ذرا بہو کو جی کہیں ہو شفا

ہو اور دے سے کام میرا تمام
کہ اس درد دل سے نہیں مجھکو کل
شگون نحس کے تو عقدے نہ کھول
خدا سے یہ تب دن دکھایا ہمیں
اسے دے شفا ربنا ربنا
کرو مشکل بہو کو منجلی
کہیں بہو کو دکھ سے ہو جائے چین
کروں تعزیہ میں نہ ہرگز قصور
جو ہو بہو کا دور یہ درد و غم
شفا بہو کا پائے درد نہاں
میں بیرق چڑھاؤں تمھاری چہار
میں بیٹھک دلاؤں تری شیخ جی
شفا بہو کا پائے درد شدید
بہو کو جو بیسری ابھی ہو شفا
شفا بہو کا پائے درد و بخار
میں رکھونگی روزے شفا ہو اُسے
کبھی پیر بھنگڑے سے رو رو کہے
منت میں ہونگی تمھاری میں سست
چڑھاؤں گی سونے کا تیرا کلس
تمھاری کروں گیارہویں دلپذیر
چڑھاؤں بڑی دیگ اجمیر کی
چڑھاؤنگی پنکھا کروں روشنی
کرو اس کے حق میں خدا سے دعا

کبھی کہتی اے شاہ پری نیک بخت
چڑھا ڈونگی چوپرا سے ہیں خیر التخت

کہے تھی کبھی ہنس سلطان سے
سبب جس طرح سے بچا لو اسے

کبھی پیر قاسم مناتی تھی وہ
کبھی شاہ دولہ کو دھاتی تھی وہ

کہے تھی کبھی اے مری زین خاں
میں کھلاؤں شکلے ترے بیگماں

کہیں ہیر کو جلد آرام ہو
تمھارا کبھی اس کا میں نام ہو

غرض اسطرح ہی وہ بکتی رہی
مگر ہیر کا منہ بھی تکتی رہی

دیا اسنے اسنے میں آنکھوں کو کھول
کہا ساس نے ہیر کچھ منہ سے بول

بہت منتیں میں نے مانیں تری
خوشی کچھ سنوں اب زبانی تری

بہت پیر پیشوں کی سیوائیں کیں
سنا حال اپنا مجھے کر خوشی

کہاں ہے تجھے اتنو آرام ہے
مگر دل میرا وہ ہی ناکام ہے

نہیں ہوش آتے ہیں میرے بچا
مگر ہاں ذرا کچھ ہے اب فائدہ

وجہ فائدہ کی صرف تھی یہی
کہ رانجھے سے خوش بیہم آغوش تھی

اور اب اسکی آنکھوں سے نکلے وہی
نکلتا تھا اسکے ہاتھ میں بانسلی

خوشی ہو گئی ساس پھر بیشمار
سنا جبکہ آرام کا نام یار

اٹھا ہیر کو ساتھ وہ لے گئی
بلا ڈومنی اسنے بیٹھک بھی دی

کسیکو خبر ہیر کے دل کی کیا
کسیکو خبر عشق کا دل کی کیا

پہلی رات سید کے [illegible] کا ہیر کے پلنگ پر آنا اور مردان غیب کا ظاہر ہو کر سید کو مارنا اور اسکی مردانگی کو سلب کر اسے نامرد کر دینا

پلا ساقیا جام امن و اماں
کہ غنچہ نہ از خار پاوے زیاں

خیانت مگر تجھ کو زیبا نہیں
امانت نہ ہو جائے ضائع کہیں

اگر تو نے اسمیں خیانت بھی کی — نکل جاوے گا دیکھنا میرا جی
خیانت اگر اسمیں کر دے گا تو — گویا تیغ رانجھے پہ دھر دیگا تو
برا اسکے خدا ایسی تجویز کر — امانت کو پہنچے نہیں سے ضرر
سمجھ لے کہ یہ ہیر رانجھے کی ہے — نہ سید کا بس اسمیں کچھ چل سکے
خیانت کا پیشہ تو اچھا نہیں — سمجھ لا یحب اللہ الخائنین
خیانت جو کرتا ہے یاں دیکھنا — ملے گی نہ اس ہاویہ میں سزا
وہ دوزخ کا طبقہ ہے اک ہاویہ — کہا ہے خدا نے اسے حامیہ
زبس اسمیں گرمی ہے بے انتہا — بہت سخت ہے اسمیں رنج و بلا
وہاں سات فرقے مقید رہیں — عذابوں کی سختی وہ سر پہ سہیں
سزا پائے اول تو خائن وہاں — دوم جھوٹ جو بولتا ہے یہاں
سوم وہ نمازی جو سستی سے نام — پڑھیں بے نمازیں یہاں بالدوام
ہیں چوتھے مگر وہ منافق سبھی — کریں پیٹھ پیچھے کسیکی بدی
انھیں بالیقیں پانچویں جان لو — ہوئے خوان نعمت سے ناشکر جو
چھٹے وہ جو کم تولتے ہیں یہاں — ہوئے ساتویں بے ادب بدگماں
غرض ہو گیا جبکہ وہ دن تمام — تو آیا وہ روئے سیاہ وقت شام
مزے دار کھانے پکائے گئے — بچھا خوان سب کو کھلائے گئے
پھر آ پہنچا اتنے میں سونیکا وقت — مگر ہیر کے تھا وہ رونے کا وقت
کہ رانجھا اسے یاد آنے لگا — اسی غم سے جی اسکا جانے لگا
تھکے تھے زبس نیند میں ہو گئے — بچھونوں پہ سب اپنے جا سو گئے
مگر ہیر کا خواب کافور تھا — کہ آرام اسکا بہت دور تھا
دکھاوے کو لیکن گئی وہ بھی لیٹ — پلنگ پر کسی گھر میں منہ سر لپیٹ
بچاری کے تھا دل کو رنج و ملال — نہ آیا ذرا نیند کا بھی خیال
بظاہر اگرچہ وہ سوتی رہی — مگر دل میں چھپ چاپ روتی رہی

بھرا تھا جو دل بیچ درد و بلا | وہ رو رو کے یوں مانگتی تھی دعا

مناجات ہیر

الٰہی تو ہی ہے غریبوں کا یار | تو ہی میرا حامی ہے اور غمگسار
تری ذات ہے پاک ہر عیب سے | مدد سب کی کرتا ہے تو غیب سے
تو ہی تو ہے خلاق جاں آفریں | نہیں دیکھتا پر تو ہے سب کہیں
ترا فیض جاری ہے ہر چیز پر | تو ہی لے ہے ہم بیکسوں کی خبر
تو ہی عاجزوں کو توانا کرے | تو ہی پل میں ناداں کو دانا کرے
نہیں ہے نہیں کوئی تیرا شریک | تری ذات واحد ہے اور لاشریک
تری شان اونچی ہے ای بیچگوں | کوئی بیچ پھر مجھ کو ترسائے کیوں
بچھڑ مجھ سے میرا گیا یار ہے | دموں نے مرے آ کے دی ہار ہے
کہیں دل کو میرے ٹھکانے لگا | نہ یوں خون فرقت میں مجھے رُلا
ہے مولا مری آبرو تیرے ہاتھ | برے وقت میں تو ہی دیتا ہے ساتھ
اگر تیری مجھ پر عنایت نہ ہو | تو سر سے مرے دور آفت نہ ہو
ہے امید مجھکو تری ذات سے | بچا وے گا تو مجھکو آفات سے
سوا تیرے یا مالک و حق نہیں | کسی کا بھی مجھ کو بھروسہ نہیں
میں اسوقت بے مونس و یار ہوں | بہت مضطرب حال اور زار ہوں
تری ذات کا ہے مجھے آسرا | ٹلا دے مرے سر سے یارب بلا
امانت یہ رانجھے کی مجھ پاس ہے | بچا اسکو تجھ سے یہی آس ہے
اگر تو نہ میری حمایت کرے | تو بندی تری ہیر کیسے بچا سکے
اگر تو نہ آکر بچاوے مجھے | تو پھر کون ہے جو چھڑاوے مجھے
تو ہی کر تو ہی میری مولی مدد | تو ہی کر تو ہی میرے دشمن کو رد

تو ہی دے تو ہی مجھکو غم سے نجات
تو ہی دے تو ہی میرے دشمن کو مات

تو ہی ہے تو ہی میرا مشکل کشا
تو ہی ہے تو ہی میرا حاجت روا

تو ہی ہاں تو ہی تو ہے فریاد رس
تو ہی ہاں تو ہی تو ہے امداد رس

بحق محمد شہ دوسرا
ببرکت ہمہ انبیا اولیا

مری مشکلوں کو تو آسان کر
امانت کا پیدا نگہبان کر

فرشتو مرے ساتھ والو اٹھو
دعا پہ میری تم بھی آمین کہو

رہی رات بھر وہ دعا مانگتی
یہی آرزو اسکے بس دل کی تھی

کہ سر سے کہیں میری آفت ٹلے
امانت کسیکی سلامت رہے

سنو عاشقو سانحۂ غم ذرا
مصیبت یہ اب اسپہ پڑتی ہے کیا

وہ حسیں گھر میں کرتی تھی نالی پیا
کہ افسوس سیدا وہاں آگیا

گیا بیٹھ وہ ہیر کے پاس پھر
کہ تا وہ کرے عیش با ہمدگر

کہا ہیر نے ہٹ پرے دور ہو
مرے سامنے سے تو کافور ہو

نہیں شرم آتی تجھے بے تمیز
نہ یہ ہیر بندی ہے مولی کی چیز

اے بے سمجھ تو ہے بھائی میرا
بدی تیرے دلمیں یہ آئی ہے کیا

نہ کر مجھ سے بیہودہ اب تو کلام
نہیں کرتے بھائی بہن سے یہ کام

تری عقل کو ہائے کیا ہو گیا
یقیں ہے کہ سودا تجھے ہو گیا

دیا کچھ جنوں کا ہوا ہے اثر
لگا نبض میں اپنی تو نیشتر

اے بھائی ذرا کر تو اپنا علاج
کہ لایا جنوں اب یہ تیرا مزاج

چلا جا کہ پڑھتی ہے مجھ کو نماز
کرونگی میں خالق سے راز و نیاز

فجر کا یہ اب وقت آیا قریب
دفع ہو یہاں سے تو اے بدنصیب

اگر تو یہاں سے نہیں جائے گا
تو اپنے کیے کی سزا پائے گا

جواب سیدا

[illegible]
[illegible]

چڑھا جھنگ لیکر جو بارات میں
بیاہ کرکے لایا تجھے ساتھ میں

غضب ہے کہ تو مجھکو بھائی سکے
ترا باپ مجھ کو جنوائی سکے

نکاح مجھ سے قاضی نے تیرا پڑھا
پلنگ پر ترے اسلئے ہوں چڑھا

جواب ہیر(۱)

کہا ہیر نے سنکے او بیوقوف
نظر مجھکو آتا ہے تو قبل سوف

مجھے میری تقدیر لائی یہاں
نہیں تو بھلا پھر میں آتی کہاں

مجھے کچھ مقدر سے چارہ نہیں
اسی واسطے دم بھی مارا نہیں

نہ مجھپر ہی کچھ غم کی بھرمار ہے
ہر ایک شخص قسمت سے لاچار ہے

سنی کچھ نہ سیدے نے پر اُسکی بات
چلانے لگا اُسکے سینہ پہ ہات

تو ظاہر ہوا اُس دعا کا اثر
کہ حاضر ہوئے غیب سے شاہ ظفر

یہ بھیجا تھا خالق نے مردان غیب
امانت میں تا اُسکی ہو وے نہ عیب

ملی اُسنے سیدے کی کیما س رگ
کیا اُسکو نامرد تا ہو الگ

اُدھر ہیر نے اپنی جوتی اُٹھا
غضبناک ہوکرکے اور طیش کھا

لگی سر میں سیدے کے وہ مارنے
پڑا پڑ کی نوبت لگی جھاڑنے

عزیزو یہ ہے حُسن ایسی ہی چیز
وہ بے رعب ہیں جیسکے رستم بھی نیز

گیا ہیر کو دیکھ سیدا لبھا
لیا حُسن کے رعب نے پھر دبا

گئے ہاتھ اور پاؤں سیدے کے پھول
نہ لذت ہوئی وصل کی کچھ حصول

مزے میں مگر خیر پٹتا رہا
اِدھر اور اُدھر خوب لٹتا رہا

پٹا خوب سیدا جو بیزار سے
تو کہتا تھا رو رو یہ اقرار سے

کہ میں اب نہ آؤں کبھی تیرے پاس
ترے وصل کی چھوڑ دی میں نے آس

کسی نے ابھی میرا گھٹنا ملا
قسم ہے کہ نامرد میں ہو گیا

کیا میں نے شہوت کو اب قید میں
نہ آؤں گا ہرگز ترے صید میں

(۱) مورخ کا کلام خناس سے لکھا ہے کہ دلپر دو موکل ہوتے ہیں ایک موکل نیکی کا اسکو ملہم کہتے ہیں اور بدی کا موکل خناس ہے ۱۲ منہ

خدا کے لئے تو مجھے چھوڑ دے
نہ ہڈی و پسلی مری توڑ دے

کھڑا ہوں ترے سامنے ہاتھ جوڑ
میں اے پیر جاتا ہوں دے مجھکو چھوڑ

یہ سچ بات ہے کچھ نہیں اسمیں جھوٹ
کہ ناچے سدا مار آگے ہے بھوت

کہا پیر نے خیر چھوڑا تجھے
بتائی ابھی ورنہ گھوڑا اسے تجھے

مرے دل میں ہے خوف اللہ کا
اسی واسطے میں نے جانے دیا

غرض سید اُس گھر سے باہر ہوا
نہ اس بھید سے کوئی ماہر ہوا

کسی کو نہ سید نے دی یہ خبر
کہ مارا ہے جورو نے مجھکو نیز

وہ سمجھا کہ ہوگی حماقت میری
رہے گی نہ زنہار عزت میری

کریں گے مجھے لوگ طعنہ سے یاد
کہیں گے کہ جورو کی جوتی ہے یاد

مگر دل میں کرتا تھا یہ بھی خیال
کہ مارا مجھے کیوں ہے پیر سیال

کہ اتنے میں یاد آئی اُسکی غشی
نہو ہوتی بھی تھی وہ ایسی غشی

تو سمجھا کہیں اسکو آسیب ہے
خلل دیو جن کا بلا ریب ہے

یہ آسیب ہی نے تو مارا مجھے
نہیں تو اسے مجھ سے کیا رنج ہے

مجھے یاد ہے اسکی وہ کل کی بات
کہی تھی جو جنگل میں یوں جوڑ ہاتھ

تجھی سے ہے میرا مدعا ہے مدام
نہیں ہے نہیں مجھکو تجھ سے کام

تھی اُسوقت آپے میں آئی ہوئی
مگر اب تھی جن کی ستائی ہوئی

اُسی جن نے تھا میرا گھٹنا ملا
اسی نے ہے نامرد مجھکو دیا

کہ ہے میری بیوی یہ صاحب جمال
نہیں حسن میں کوئی اسکی مثال

حقیقت میں ہے پیر رشک پری
کہ ہے حسن میں اسکے جلوہ گری

کسی جن کی اسپر پڑی ہے نظر
ہوا ہوگا شیدا پری جان کر

سمجھ کر دیا اس کو جنت کی حور
ہے اعشق میں اسکے جوں شیخ چور

یا دیو ہی اسے حسن کی جان کے
کری پوجا ہوں برہمن آن کے

ہے لازم نہ اس پاس جایا کروں
اور اس بھید کو بھی چھپایا کروں

کروں پھر میں درپردہ اسکا علاج | بدلجائے تا اسکا یہہ بد مزاج
گجر دم اُس عامل پہ میں جاؤں لگا | کوئی نقش و تعویذ لے آؤں گا
یقیناً یہ آسیب جاتا رہے | مرے دل کو آرام آتا رہے
شفا جب تلک اسکو حاصل نہو | تو بندہ تو اس کے مقابل نہو
نہ واصل کبھی اس سے ہوں زینہار | مبادا کہ آسیب دے مجھکو مار
یہ ٹھیرا کے تدبیر دل میں تمام | علاج اُسکا کرنے لگا صبح و شام
سدا پاس عامل کے وہ جاتا تھا | فلیتے و تعویذ لے آتا تھا
پلاتا تھا ستی کے ہاتھوں اُسکو | مگر خود نہ جاتا کبھی سامنے
سیانے کبھی اپنے گھر میں بلا | سدا اُسکا آسیب جھڑواتے تھا
کبھی جھوج پتر پہ جنتر لکھا | کبھی عرق تیلے سے منتر لکھا
عمل اُسکا ستی سے کرواتے تھا | اثر اُن کا پر الٹا ہو جاتے تھا
کہ رونے لگی ہیر آٹھوں پہر | لگا ہونے دو چند دردِ جگر
دیا کھانا پینا و سونا بھی چھوڑ | لئے کان بندی نے گویا مروڑ
لگا ہونے پیدا بھی اسکا زرد | ہوا گھر کے کاموں سے جی اُسکا سرد
لگی لینے سینے سے ہر دو ترنگ | دوہا تھڑ بچانے لگی ہو کے تنگ
جو حالت بدلنے لگی ہیر کی | عمل نے یہ ستی کے تاثیر کی

ہیر کا بارہ ماسہ

پلا ساقیا جام بھر کر ذرا | ہوا خشک وقت میں ہیرا گلا
مجھے ہجر دلبر میں ہے بیکلی | نکل ہجر میں جان میری چلی
سنو بارہ ماسہ ہے یہ ہیر کا | سناتی ہے یوں اپنے غم کی کتھا

پہلا ہاڑ گلستان ہر وار وے | بیٹھو صبح جدائی نا مارے | مری جند تیرے لکوں نثار وے

آویں آویں وے سوہنیا یار وے

ساون ساہ نہ آوندا پیاریا
ترے نت دے وچھوڑے نے ماریا
رُنّے نین دوویں زاروزار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

بھادوں بھاہ لگی تری پیت دی
عمراں سڑدیاں سڑدیاں بیت دی
پئی کرنی آں حال پکار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

اسوّ آساں پنیاں ساڈیاں
پئی رُنیا دور ڈراڈیاں
کیتا کوچ ایہ ابر بہار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

کتک کتنا تنہا چھوڑیا
چرخہ بھی نیندی وچ بوڑیا
وگدی چشم تھکیں اشک دی تار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

مگھر ماہی یا جھوں چھجاں نیاں
ہویاں سردیاں ٹھنڈیاں دونیاں
تسنجا دسدائی گھر وار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

پوہ پاندھیا تری بھول وے
کد آون اساڈے ڈھول وے
پالا پیندا بے انت شمار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

ماگھ ماہیا جھبدی آونا
سولی انب تے سیت پراوہنا
مینوں مہر تری درکار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

پھاگن پھاہیاں گل بیاں لائیاں
بھانبڑ عشق نے آن سڑایاں
ترے باجھ نہ صبر و قرار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

چیت چیتیں ہی پیار پالاڑیا
کاہنوں کنت وچھوڑے واچا ہڑیا
کانی ہجر فراق نہ مار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

بیساکھ بیساکھی ہی سوچ وے
مینوں دبائی فراق دی فوج وے
کچھ کیساں ترا انتظار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

جیٹھ جھنڈ نوں تلھ عذاب دے
تاہیں کھلیوں لکھ جواب دے
پھیرا پائیں ہتھابے ہی وار وے
آویں آویں وے سوہنیا یار وے

لونڈ لاگیا کھڑی دالوں	گھلاں کول ترے میں ہوا نوں آویں آویں وے سوہنیا یار وے	قیسا آیکے دکھ نوار وے

دوسرا بارہ ماسہ

سنو بارہ ماسہ ہے یہ دوسرا | سناتی ہے اب وہ نئی غم کتھا

پیا چھانڈ گئے منجدھار کجب کر ڈارو
کجب کر ڈارو ستم کر ڈارو ہے

اساڑھ بینے کویل کوکے	نہیں آئے مورے بھرتار	کجب کر ڈارو پیا چھانڈ
ساون سکھیا تیج منائی	میں تڑپت ہوں ہر بار	〃
بھادوں جنم لیا جاڑہ نے	میں برہن لاچار	〃
آسوج ماس پیا نہیں آئے	کیسو کروں تیوہار	〃
کاتک دیپک جری جراوی	موسے سارو جگت اندھیار	〃
اگھن مہینا سیج اکیلی	کاسے کروں اب پیار	〃
پوس مہینا پالا پرتا ہے	سکھ سو دیں نر نار	〃
ماگھ سکٹ سنکرات کرت ہیں	میں بیٹھی من مار	〃
پھاگن پھاگ بھری پچکاری	خوشیاں کرت سنسار	〃
چیت پیا کی آس گھنیری	پھولت ہیں گل ہزار	〃
بیساکھی بیساکھ مناویں	سب چالیں ہر دوار	〃
جیٹھ پیا کا سپنا آیا	قیس تورے بلہار	کجب کر ڈارو پیا چھانڈ گئے منجدھار

تیسرا بارہ ماسہ

سنو بارہ ماسہ ہے یہ تیسرا | کیا کامنی نے ہے آہ و بکا

میری سیج پیا بن سونی کر چلی کوچ برسات	نہیں گھر پیہ ہمارے موہنی بڑی آفات	مری برہا اگن بھڑکی ہجر کی رات	نہیں کنھیں آن اچھو تُہی رنج کا سہنا	مجھے کلپ کلپکر سکھی پیا بن مرنا
		کاتک		
لگا سکھی مہینا کاتک ہوئی سکھی رہی ہوئی کن سوتن نے من بھلاڑا بن پیا جینا ہے کٹھن	ہوا غم بیاپک چین مری کھوئی چھبی کو موری بگھاڑا کروں کیا جتن	جلوں جیسے دیپک نین بھر روئی سکھی جلیو سوت پیا لاڑا الٹا ہی متھن	نیند نہیں آوے گوردھن بھاوے جن لیوہ ہو سی آڑا پیا کا ورنا	یہ کرداچوتھ مجھی پیا بنا نہیں بھاوے کیا کروں نہیں بھیا دوج جیا کو بہلاوے مجھے کلپ کلپکر سکھی پیا بن مرنا
		اگھن		
لگا سکھی مہینا اگھن ہوا جاڑے کا زور میں کاگا شگن مناؤں کروں سوت کو روار	کروں نت بھجن ملوں کس طور کہیں اپنے پیا کو پاؤں مجھے دیار مار	برہا کی اگن مجھے فی الفور نت بیٹھی کاگ اڑاؤں پیا سنگ پیار	پیا بن جاڑے کہو کوئی آرے پڑی کی نی سیج کر لاؤ لیا عیش خود کرنا	سب سکھیاں سجدیں سیج پیا سنگ کر عیش تو بھی لگے آگئے بیتم پیارے مجھے کلپ کلپکر سکھی پیا بن مرنا
		پوس		
لگا سکھی مہینا پوس تم سنو پیا نرموہی اب پڑے چلے کی سردی سکھی گیا جوبن کا تاؤ	پیا گئے روس اوڑھ کر لوئی نہیں آئے موری بیدردی ہیں نصیبیں بھاؤ	رنگ لیا چوس سوکن تجھی سوہی مکھ چھائی برہن کی زردی لگا بھڑکاؤ	برہ نے مارا موہا دل تیرا تمکروداری گردی آئے موے ترورنا	بھیر گجر گئے چیہاہ نہ پایو پھیرا مجھے تیرے ہجر میں رنج و الم نے گھیرا مجھے کلپ کلپکر سکھی پیا بن مرنا
		ماہ		
لگا سکھی مہینا ماہ سب کریں سکٹ سنکرات سکھی ہوا مجھے دکھ بھاری یہی اٹھے ہی دل سے لہر	آئے نہیں ساہ گجر گئی رات مری چین نکھٹ گئی ساری پڑیو نت قہر	جیسے ہوا لواہ چوتھ کی بات نت نکسی سوکن کی گاری سوکن کے شہر	تیاگ ہمیں دینا پیا سنگ کی نا جن ہی ہماری جاری کپٹ جن کرنا	میں کیسو کرونگی بسنت پاس نہ پیا نہیں ملا سین میں کبھی شام انگنیا مجھے کلپ کلپکر سکھی پیا بن مرنا
		پھاگن		

نہیں کروں کسی سو بات دن رات کروں ہوں نالہ مرے تھکے ہجر میں پران	گذر گئی رات نر کہاں گیا وہ بنسی والہ سنو بلمان	برہ کی ساتھ مجھے قید الم میں ڈالا تو رانت دھیان	دہی مری داد دھی لیا ایسا کے دل سے نکالا جان میں دھرنا	ترے غم میں پیا میں ہی نہیں آدھی مجھے کلپ کلپ کر سکھی پیا بن مرنا

بدھ

اب لگا سکھی آ بدھ پیت چڑھی تو ہے پر نار مری پریت جنم کی توڑی اری سکھی سوئی میں رات	بسر گئی سدھ بہت بدکار کبھی باگ گھر کو موڑی سپنے کی بات	مچایا جب دھ ستم ہے پیار میں تڑپوں ٹوٹی نگوڑی پیا کے ساتھ	برہ نے مجھے کیا بدخو سے گئی ہائے بچھڑ مری جوڑی ملا مجھے پڑنا	جو گذری ہے ان پر موری کہو کہنے لگی کیا ملا تجھے جس پیا پرائی جو سے جب کھلی آنکھ مجھی کلپ کلپ ہوا مرنا

جمعرات

سکھی آئی آج جمعرات جھٹ اٹھی آہ اک بار ہوئی غم میں بیر بیچاری یہ کہا قیس نے خیال	پڑی آفات مرے بھر تار ہوئی نیٹ اسے لاچاری دھنورہ جھال	ہوئی ہیں مات گئے کہیں دیار کیے کھڑی ہی ماری جمنا نپال	برہ کی ماری رکھی بنواری کیا کروں میں اے گھنا ری نویسی کرنا	میں دھیائے قلندر پیر سو ملیں گر دھاری گر پڑیں یہ بجر میں جا رون پیا پر واری جب بچھڑ گیا دل درسد دکھ بھرنا

چوتھا بارہ ماسہ

سنو بارہ ماسہ یہ چوتھا نگر | نکالے ہے کیا ہیر سوز جگر

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہی جیا تڑپت ہی پیا لرجت ہے دم سازہی ہمارا ہمدم ہے

ماہ | دا | دل مل دونو ایک بھئے | اساڑھ

اساڑ ماہ میں دیکھو بجل چھلا رہے
نہ کیسے ہجر میں اسکے ہمارا دل ترسے
ستم ہے یارا ہمارا نکل گیا گھر سے
کہیں جو موت بھی آوے بلا ٹلے سر سے

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہی جیا تڑپت ہی پیا لرجت ہی دم ساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ | دل مل دونوں ایک بھئے | ساون

لگی ہے آن کے دیکھو جھڑی ساون کی | کہ جیسے آنکھیں برستی ہوں ہجر پر فن کا

پھریں ہیں باغ میں تجھ بن جو لالہ چمن کی — تو آتی ہے یاد ہمیں فوراً ہی شکل گلشن کی

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ — دل مل دونوں ایک بھئے — بھادوں

یہ ماہ بھادوں ہی جانے ہے جنم لینا — ہمارے یار نے دیکھو تو ہے ستم کینا
فراق یار میں ہمکو کٹھن ہوا جینا — میں گوگا پیر مناؤں جو آئے سکھ دینا

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ — دل مل دونوں ایک بھئے — اسوج

اسوج ماہ میں رخصت ہے ابر بارانی — مگر یہ حیف ہے آیا نہ ماہ تابانی
کریں ہیں پائتا گھر گھر خوشی ہی من مانی — چراغ کو زہ صفت ہمکو سوز پنہانی

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ — دل مل دونوں ایک بھئے — کاتک

مہینا دیکھئے کاتک کا رنگ لایا ہے — ہجر کا دیوالا ہم نے بھی جگمگایا ہے
یہ میلا رات کو دیوالیوں کا آیا ہے — ہمیں تو سرد چراغاں کا نور سایا ہے

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ — دل مل دونو ایک بھئے — منگسر

اگھن میں دیکھئے سردی نے زور پایا ہے — ہمارے یار نے پردیس گھر بنایا ہے
سبھی نے خلق میں شادی کا حظ اٹھایا ہے — ہمیں ہیں وہ کہ جنہیں رنج ہاتھ آیا ہے

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ — دل مل دونوں ایک بھئے — پوس

مہینا پوس کا فرقت میں جان ترستی ہے — لکھی ہے جو کہ مقدر کی کب وہ ٹلتی ہے
ہوائیں سرد چلیں اور بتیسی بجتی ہے — بدن میں روئی کی پوشاک سب کے سجتی ہے

دئی دئی دئی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ — دل مل دونو ایک بھئے — ماہ

مہینا ماہ کا آموں کو پھول آیا ہے
ہمارے رنج جدائی نے طول پایا ہے
مگر وہ یار ہمارا نہ بھول آیا ہے
بسنت آیا ہے رانجھا نہ مول آیا ہے

دی دی دی دی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ پھاگن — دل مل دونوں ایک بھئے

مچا ہے پھاگ یہ پھاگن میں ہر طرف دیکھو
گھڑی ہوں منتظر وصل سر بکف دیکھو
ہوا ہے پھاگ ہمارا ہی اک تلف دیکھو
نہ آیا سامنے ابتک وہ ذی شرف دیکھو

دی دی دی دی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ چیت — دل مل دو تو ایک بھئے

مہینا چیت کا تو رس پڑا درختوں میں
نہ ایسا پائیگا کوئی بھی دل کر ختوں میں
ہمارا خون ہی سوکھے لکھا ہے بختوں میں
کہ جیسے یار ہمارا ہے تو د پرستوں میں

دی دی دی دی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دم ساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ بیساکھ — دل مل دو تو ایک بھئے

بیساکھ ماہ میں ساکھا اسی کی ہے دل کو
ہزار درد میں دنیا میں عشق کامل کو
اٹھاؤں کیسے میں چھاتی سے غم کی اس سل کو
ہزار رنج ہیں عاشق کو نیم بسمل کو

دی دی دی دی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

ماہ جیٹھ — دل مل دونوں ایک بھئے

مہینا جیٹھ کا گرمی پہ اور گرمی ہے
نہیں خبر کہ وہ پاپی یا کہ دھرمی ہے
نہ آیا چار برس سے جو اپنا مرلی ہے
بشکل قیس مگر اس کے دل میں نرمی ہے

دی دی دی دی پھڑک پھڑک جیا تڑپت ہے جیا تڑپت ہے ہیا لرجت ہے ہیا لرجت ہے دمساز ہمارا ہمدم ہے

دل مل دو تو ایک بھئے

پانچواں بارہ ماسہ

سنو بارہ ماسہ ہے یہ پانچواں
نہ کیا کیا گئے اُس سے آہ و فغاں

ماہ

اساڑھ ماس بپتا پڑی اب کیجئے کیا شام
رین وناروتی پھروں نہیں ہے آرام

اساڑھ

آساڑھ میں سونا کہاں آرام ساجن لیگئی
کالی گھٹا میں مور بولے سن بچن جیورا جھرے

بجلی چمک تڑپائی ہے بادل گگن پر چھاگئے
برسے سکھی ہیل جھیلا اور بیکوپی بن ناسرے

آساڑھ کہے سن ری سکھی بسر گیا تیرا گیان
مجکو دوس نہ دیجئے کرنی کے پردان

اساڑھ سمجھاوے سکھی تو دیکھ کر کالی گھٹا
رانجھا جو چاہے تھا تجھے تو اس کو ان نے لیا

کر سیر چاروں اور کی چوڑھ بام پر لیکر جتھا
وہ چھوڑ کر جیت ہوا بیراگ تجکو دیدیا

ماہ

ساون میں دیکھو سکھی امڈ گئے دریا
جو رانجھا اب کے ملے تو سیتل ہوئے جیا

ساون

ساون ساونوں تیج کو سکھی ساتھ اپنے لائی ہے
جھولا جو ڈالا باغ میں سب سنگ ساجن جھولتی

ہم سیج پر تڑپیں پڑی اور نیر نینوں سے جاتے بہے
ہنسی بہتی نار یاں کوسے دیکر سے کوٹتی

ساون کہتا ہے سکھی کیوں کرتی ہے بین
تیری بپتا دیکھ کے نہیں تجھے کبھی چین

ساون کے ساجن کو کر تو یاد دن اور رات ری
جن پر سجن کا نیہ ہے اور نہیں کسو بپتا پڑی

شاید کبھی پھیرا کرے رکھ یاد میری بات ری
جس نے رسایا پیو کو پھیرتی ہے وہ پیا آوری

ماہ

بھادوں رین اندھیریاں پیا بدیسا چھائے
کیا جانوں رانجھا ملے اس رت پایا نا آئے

بھادوں

بھادوں میں سادھوں جوگ تن پر چڑھ گیا بانا بھروں
مل جائے جو رانجھا ملے پھر ساتھ اپنی لاؤں میں

لے ہاتھ سمرن موتیوں کی نام رانجھن کا رٹوں
ہر وقت آگیا میں رہوں بلہار نت جاؤں میں

بھادوں کہے سن ہیر اب ہے چاروں کھونٹ اندھیر
آسو کی کر ماننا تو پاوے رانجھا پھیر

بھادوں کہے سن ہیر تو مت رین کا رہیے ڈر

ملجائیگا رانجھا تجھے من بیچ چنتا نا کرے

گونجے بھنور پی پیہا کوکے سہے کوئل کامنی
پرتی تپت بجلی لشک دکھ دیں ہیں دونوں دامنی

ماہ

آسوج ماس جھڑیاں لگی جھریں نین دن رات
اب کا سے کروں میں ہے سکھی نہیں پوچھے بالم بات

آسوج

آسوج میں رانجھا ملے پوجوں دسہرا پائنتا
گرجے گگن لرجے بدن ہور آگ برہا لائے ہے
سب نار بھرتی تو رہے ہم راجبا ترسائنتا
اب کیا کروں میں ہے سکھی برسات نکسی جائے ہے

اسوج کے سن ہیر تو مت رانجھے کو بھول
کاتک کی کر بنتی پیا ملیں اس سول

اسوج کہتا ہیر اب تو نے ترسا رانجھا دیا
سب ناریں سنگ بیٹھکر گھر گھر کنا گت بوجتی
سب خلق میں رسوا ہوئی اور جیو کو دکھڑا لگا
اب ٹوٹ برکھا کا بھیو تجھ کچھ نہ پی بن سوجھتی

ماہ

کاتک میں اب کیا کروں لگا برہ کا بان
جو بن سگرا داردوں جو آئے مورا بلمان

کاتک

کاتک عجب اک ماس ہو سم سرد سر پر لائے ہے
سب نار کر سنگار نینا ریکھ کاگی دھریں
رانجھے بنا کب رہ سکوں برہا بہت ترسائے ہے
جو ہیں سہیلی سکھ چاندنی اشنان گنگا کو کریں

کاتک ہوا ہیر تو کیوں کرتی افسوس
چار کھونٹ چاندن بھیو پڑے گگن سے اوس

کاتک کہے اب ہیر تجکو دھیان رانجھے کا ہوا
جب پاس رانجھا تھا ترے تکدہ لاج آنچل لیلیا
اس سرد رت میں نارین کب ہوگی تیری جیو کا
اب چاندنی کی موج میں تو یاد رانجھے کو کیا

ماہ

منگسر میں ڈھنگ سر بچھوڑن لگو جگ سیت
چھٹا مہینا آگا نہیں پھرا پالو میت

منگسر

منگسر مہینا آگا میں یاد رانجھے کو کروں
سب نار سوویں سیج پر لے سنگ ساجن رات دن
جگ بیچ ٹھٹھہ پالا پڑے میں آگ برہا میں جروں
ہمسی برہنی ناریاں ترسیں ستم دلدار بن

اگھن مہینا یوں کہے سن چاتر سر گیان
رانجھا تجکو آملے تو دے سنتو نکو دان

منگسر مہینا چل بسا پیتم ہمارا دور ہے
اسی رت میں رانجھا نا ملا اب ہے سہیلی کیا کروں
بالی عمر پتلی کمر جوبن نپٹ بھرپور ہے
پالا پڑے دھرتی ٹھرے بن یار بستر کھا مروں

ماہ

پوس مہینا آ لگا ہے پالے کا تھان
ہل بل واکے جائے جو آئے سگھڑ سجان

پوس

آیا مہینا پوس نت پالا پڑے آسمان سے
پاتی لکھوں پیتم کے اس رت میں تو آجاؤ جی
چھریاں سینے کلیجے لگے ہی ہل جا تو رانجھے آن کے
جوبن چلا یا دیت سب اب تو مجھے گلے لگاؤ جی

پوس کہے سن ہے سکھی کیوں ہاری تو بیہوش
کرنی اپنی یاد کر مجھے لگا مت دوش

پوس کہتا جوش اٹھا عشق کا تجھے ہے سکھی
جو دن کا سنکٹ ہے لکھا لے یا دری بھرنا پڑا
رانجھا لگا تا جو گلے رہتی نہ دکھیا تو کبھی
نرماہ بالی عمر کا لے ہیر اب کرنا پڑا

ماہ

ماہ مہینا لگ گیا را تجھے کا نہیں ٹھیک
میں دکھیا در در پھروں پیتم کی بھیک

ماہ

ماہ میں گھر آپیا اوڑھو بسنتی پاگ تم
اس رت عجیب نسبت میں بسنت رچھایا پیو کو
تل سکٹ اور سنکرات کر ہمارے جگاؤ بھاگ تم
اس سوت کو صدقہ کروں دکھڑا دیا میرے جیو کو

ماہ کہتا ہے سکھی یہی کرم کا لیکھ
ہم سے چارہ نا چلے کرتا کے گن دیکھ

ماہ کہتا پنچھی کی رت سکھی رہی کیسا بھلی
بن میں میں ٹیسو کھل رہے کیا چاندنی کی موج
پہنو بسنتی چولنا گگے ڈال کر جیت یا کلی
مہارے کسوہنی نین ہیں بھر کر سکے اتار وج ہر

ماہ

پھاگن میں دیکھو سکھی پھاگ مچا جو دیس
میں رانجھا ڈھونڈن چلی کر جوگن کا بھیس

پھاگن

آیا جو پھاگن ماس سگری نار پھگوا کھیلتی
اڑتا عبیر گلال ہے سب برج میں خوشحال ہیں
کیسر گلال اور رنگ سب پچکاریوں میں میلتی
من مار بیٹھی ہم سکھی سو و طرح کے خیال ہیں

پھاگن کہتا ہے سکھی ان ترپا دھن بھاگ

پھگوا کھیلیں پیو سے ہوری کا سوہاگ

پھاگن کہے رانجھا جو ہوتا تو مجھی پھگوا کھیلتی
رانجھے بتا اے ہیر تو اب سر لبسر مرجھا گئی

وہ رنگ تجھ پہ ڈالتا تو اُس پہ کیسر ملتی
جوبن عبیری اڑ گیا زردی بدن پر چھا گئی

ماہ

چیت ماس میں ہے سکھی انگ بھبوت دمار
ڈھونڈن نکسوں رانجھا ہی مرامن جائے

چیت

چیت میں چلتا لگی ہر دم پیا کا دھیان ہے
لوں مرگ چھالا دوش پر مندراں بھی ڈالوں کان میں

نت سیج پر تڑپوں پڑی جیوڑا مرا ہلکان ہے
ٹیکا لگا سمرن پکڑ بیٹھوں کسی استھان میں

چیت گئے دیس رانجھا گئے سمندر پار
تو سیوا کیوں نا کری پاس رہے ہر بار

چیت کہتا ہے سکھی چنپا چمیلی کھل گئی
پھولوں کی سیجیں پی بچھا سر گرم پی کے ساتھ ہیں

گجرے پہن پھولوں کے سب سا جن سے سکھیاں ملگئی
بیاں گلے میں ڈالکر چھپتیں پہ پی کے ہاتھ ہیں

ماہ

بیساکھ ماس گرمی پڑے سگے پھول کملاؤ
درشن دے من موہنا گیا جوبن کا تاؤ

بیساکھ

بیساکھ رت پڑتی تپت بھڑکی برہ کی آگ ہے
ہمکو خبر کچھ بھی نہ تھی اس عشق کے جنجال کی

اب سر لبسر جلنا پڑا برھا اگن ہو رہے بھاگ ہے
قاصد کوئی پی سے کہے بپتا ہمارے حال کی

بیساکھ کہے سن ری سکھی کیوں بھرتی ہے سانس
رانجھا اب مل جائے گا آئی کنول کی باس

بیساکھ کہتا جسگھڑی درشن تجھے ہوں شام کے
لے ہاتھ اسکا ہاتھ میں اشنان گنگا جائیو

سنگار بانکا کیجیو آدیں گے دن آرام کے
جمنا جلی کو نوش کر کرتا کے پھر گن گائیو

ماہ

تجھے جلیٹھ کا آسرا وہی ملا دیں پی نہ نہ
بل بل واسکے جائے خوشی کریں مزاجی

جلیٹھ

جلیٹھ میں سکھ سیج بیٹھوں ہو سکے نت خوشکار جی
شربت بنا کر کھانڈ کے پی کو پلاؤں میں سدا

رانجھا جو میرا آملے اس سے کروں گی پیار جی
سیجیں بچھا تکیے لگا لوں اپنی آنکھوں میں بٹھا

جیٹھ کے ہم کیا کریں جتن سجن کا ہیر
ہم سے ٹاری نا ٹرے قسمت کی تقصیر

جیٹھ میں جیٹھ وہ ہیر کو ٹھٹے رات دن رویا کرے
ہجر و غم رانجھے میں اپنا جان وجی کھویا کرے

پاتی لکھے تو کیا لکھے من بیچ چنتا کر رہی
قاصد کہاں سے لائے وہ ملتا نہیں اسکو کوئی

ہیر کا ایلچین تلاش کر کے رانجھے کو نامہ شوق لکھنا اور رانجھے کا جواب ہیر کو

پلا ساقیا بادۂ دل فگار
تجھے نامہ شوق لکھنا ہے یار

مہیا ہے دوات و کاغذ قلم
کروں گا میں تحریر طومار غم

کہ تا اُس کو بھیجوں میں اُس یار پاس
مئے وصل کی جس سے رکھتا ہوں آس

اگر وصل دلبر نہ میں پاؤں گا
یقیں ہے کہ رک رک کے مر جاؤں گا

مرا ہجر میں ہو گیا تنگ حال
اُدھر ہیر بیٹھی ہے غم سے نڈھال

سبب کے اسباب ہیں کیا عجیب
کرے وصل کا میرے ساماں نصیب

نہ کھاتی نہ پیتی نہ سوتی ہے وہ
مگر بارہ ماسوں میں روتی ہے وہ

غذا ظاہری سے ہے وہ پُر حذر
یہ کھاتی ہے باطن میں لخت جگر

بچاری ہے بیتاب سیماب وش
کہ بے آب ماہی ساں رہتا ہے غش

سدا درد ہجراں میں بیتاب ہے
نہ ماہی ہے اور نہ سیماب ہے

نکالے ہے آہوں کا دل سے دھواں
بنی جس سے یہ ہیئت آسماں

کبھی ہو کے بادل برستا ہے وہ
کبھی بن کے بجلی چمکتا ہے وہ

کئے ہجر میں بین وہ سوگ دار
ہوئے گوش مالی میں تار ستار

کہاں تک کروں اُس کی حالت بیاں
زبس تھی وہ تصویر حسرت عیاں

شب و روز رہتا تھا اُس کو خیال
لکھوں چٹھی میں رانجھے کو اس غم کا حال

مگر ایلچی کوئی ملتا نہ تھا
وہ بے بس تھی بس اسکا چلتا نہ تھا

پھر اب دیکھئے قدرتِ کردگار
کہ کرتا سبب کیا ہے وہ آشکار

یہاں ایک نکتہ ہے سن اے عزیز
خدا فہم کی تجکو دیوے تمیز

کہ جو کام کرتا ہے پروردگار
تو پہلے سبب اُس کا کرتا ہے یار

سبب اُس کا سن مجھسے اے نیکنام
کہ اسبابِ عالم ہے دنیا کا نام

خدا نے جو عالم کو پیدا کیا
سبب اِس کا سن مجھسے تو اے فتا

نبی تھے جو داؤد علیہ السلام
خدا سے کیا تھا اُنھوں نے کلام

الٰہی بتا مجکو اس کا سبب
ہے پیدائش خلق کا کیا سبب

ہوا تھا خدا کا یہ اُن کو خطاب
کہ تھا گنج عرفان مراد حجاب

جو چاہا خدائی کو ظاہر کرون
بنائے تھے ارض و سما میں نے یوں

کیا عشق کا سب سے پہلے ظہور
بنایا تھا پھر میں نے احمد کا نور

فرشتوں کو پھر میں نے پیدا کیا
اُنھیں آسمانوں کے اوپر رکھا

کیا جن و انساں کا پھر وجود
بہائم کئے اُن کی خاطر نمود

عبادت کا اُن کو تقاضا کیا
ذریعہ ہے یہ میری پہچان کا

شریعت طریقت سکھائی تمام
حقیقت کے اور معرفت کے مقام

کئے پیدا ہم نے نبیؑ بے شمار
نصیحت کریں تا وہ در روزگار

بہت سے ہوئے انبیاء اولیا
بہت سے ہوئے اتقیا اصفیا

ہوا ہے کوئی غوث کوئی قطب
کوئی عارف و کامل و حق طلب

ہدایت کی خاطر یہ بھیجے گئے
کہ تا خلق اِن کی اطاعت کرے

سبب یہ کہ جنت ہو اُن کا مقام
ملیں اُن کو حوریں و کوثر کا جام

ہدایت نہ اُن کی کرے جو قبول
عذابِ جہنم سے ہووے ملول

اے داؤد ہے یہ ہی اسکا سبب
ملے تا کہ خالق سے مخلوقِ رب

درختوں کو پیدا کیا اس لئے
کہ انسان خوراک بس ان سے لے

دیا یہ کہ کھاویں انھیں جب نور
جو ہیں فیل اور اسپ اور گاؤ خر

درختوں کو گر ہم نہ پیدا کریں — تو انسان وحیوان بھوکے مریں
اسی طرح سے ہیر کے پیک کا — سبب یہ خدا نے تھا پیدا کیا
تھی کھیڑے میں اک دختر باصفا — بیاہ جھنگ سیالے میں جس کا ہوا
تعلق اسی سے کیا ہیر نے — بتایا جو یہ کام تدبیر نے
اُسے خاص اپنی سہیلی بنا — بہنا پا لیا اپنا اُس سے لگا
سدا پاس اپنے بٹھاتی اُسے — مزیدار کھانے کھلاتی اُسے
اُسے ہیر نے خوب پرچا لیا — کہ چاہے تھی وہ اُس کو پرچا دیا
جو آتی کسی روز وہ دیر کر — تو کہتی کہ اے میری نور نظر
تو کس کام میں آج مشغول تھی — کہ میں انتظاری ہی کرتی رہی
تو جس روز آتی نہیں مجھ پہ لال — تو رہتا ہے ہر وقت تیرا خیال
طبیعت مری ساس کی چاہی تھی — مٹھائی مرے واسطے لائی تھی
نہیں اب تلک میں نے کھائی ہے وہ — یہی سوچ تھی کیوں نہ آئی ہے وہ
کہا اُس سہیلی نے پھر ہیر کی — نہ سن آج کچھ مجھ سی دل گیر کی
کہا ہیر نے اے بہن سچ بتا — تجھے آج ہے رنج کس بات کا
کہا آج تھی گھر ہمارے خوشی — محلہ کی سب عورتیں آئی تھی
انہوں کی زبانی سنا میں یہ حال — کہ تھی مانگ رانجھے کی ہیر سیال
مگر کی دغا پھر ترے باپ نے — چھڑا اُس سے کھیڑے میں بیاہی تجھے
سنا ہے کہ تو اُس پہ عاشق بھی تھی — اُسے بھی سنا تھی محبت تری
جبھی سے ہے بگڑا ہوا تیرا حال — کہ بھیجا نہیں چھوڑتا یہ خیال
کہا ہیر نے اے بہن واقعی — یونہی ہے یونہی ہے یونہی ہے یونہی ہے

مگر کچھ نہ کر اب تو اس کا خیال
اگرچہ ہے صدمہ مجھے بھی کمال

ہیر کی سہیلی کا کھیڑہ سے وداع ہو کر جھنگ اپنی خسرال میں جانا اور ہیر کا خط لکھنا رانجھے کو

سنو ایک دن کی ہے یہ واردات — چلی جھنگ سیالے جو وہ نیکذات
کہا ہیر سے آج میں جاؤں گی — رضا گر تری ہیر میں پاؤں گی
کہا ہیر نے خیر سے جا بوا — مبارک تجھے ہووے شوہر ترا
پر اک کام میرا ابھی کرنا تو لال — خدا کے لئے ہے یہ میرا سوال
مگر راز کہنا تو یہ مستتر — کسی کو نہ زنہار ہووے خبر
کہا اس نے کہہ مجھ سے جو کام ہے — کسی سے اگر تیرا پیغام ہے
کسی کو نہ یہ بھید ظاہر کروں — قسم ہے کسی کو نہ ظاہر کروں
کہا ہیر نے جائے تو جب کہ جھنگ — تو رانجھے کو واں دیکھنا بیدرنگ
مری گاؤ بیشوں کا پالی تھا وہ — مرا بھی خدا سے سوالی تھا وہ
تجھے خط بھی ایک لکھ کے دیتی ہوں — ذرا اس کو دیجیو دیکھ بھال
کہا شوق نامہ تو لکھ دے مجھے — میں پہنچاؤں رانجھے کو وہ سوق سے
وہ جس جا ملا میں وہیں جاوں گی — ترا شوق نامہ میں دے آؤں گی
مجھے بھی ہے اس کی نہایت خوشی — ملا دوں گی لا اس کو جیسے بنی
ترا خط میں پہنچادوں اس کو ضرور — کروں گی نہ زنہار اس میں قصور
جہاں ہوگا میں اس کو کرکے تلاش — یہ دے آؤں گی نامۂ دل خراش
سنا ہیر نے جب یہ اس کا کلام — تو دل میں ہوئی وہ بہت شاد کام
کہا لا قلمدان میرا اٹھا — لکھوں درد ہجراں کا کچھ ماجرا
اٹھا لائی فوراً قلمدان وہ — کہ کاغذ بھی لے آئی شایان وہ
قلم میں وہیں اس نے دیکر شگاف — دیا شکن کاغذ میں موقع سے صاف

دہیں رکھکے پھر دائیں گھٹنے پہ پیار
لگی کرنے تحریر یوں حال زار

خط ہیر کا

بنام خدا عاشق مصطفےٰ
صلوٰۃ و تحیات و صلِّ علےٰ

صبح صادق فخر صدق و صفا
و شفق دم شام زلف دوتا

انیس شب وصل و ایام قہر
ترا جلوہ دید ہو بے سِتر

پس ایں کرکے طے سب مراسم نیاز
قلمبند کرتی ہوں سب دلکا راز

لے رانجھے غم ہجر کے مبتلا
مرے درد دل کی بھی کر کچھ دوا

مرخص ہوا ہے تو جس آن سے
تڑپتی ہوں میں دردِ پنہاں سے

ترے غم میں پھنسیں بھی بیمار ہو
گئی مر مری طرح لاچار ہو

ہوں ظاہر میں سرسبز باطن میں جل
حنا سے مرا حال لے پوچھ توں

کیا عشق نے تیرے یاں تک فتور
ہوں مرنے سے نزدیک جینے سے دور

مسیحائی آکر دکھا دے مجھے
کہ مُردہ پڑی ہوں جلا دے مجھے

ترے وصل کی ہوں میں اُمیدوار
نہیں پہنچا غنچہ کو آسیبِ خار

مگر تیری فرقت کا جو خار ہے
کھٹکتا ہے دن رات دلمیں مرے

وہ موتی جو ہے تیری اُمید کا
بڑی کوششوں سے سلامت رہا

کہ بھیجا تھا خالق نے مردانِ غیب
نہ چلنے دیا کوئی اس کا فریب

قسم کھا کے سیدے نے مجھسے کہا
کہ نامرد میں واقعی ہو گیا

کبھی اب نہ آؤں گا میں تیرے پاس
اُٹھا دی میں اب تیرے ملنے کی آس

ہوا تھا یہ میری دعا کا اثر
کہ مانگی تھی جو حق سے میں رات بھر

مرے گھر میں سیدا جو آکر گھسا
میں جوتی سے دی خوب اُسکو سزا

پٹا اس قدر مجھسے وہ بدنہاد
قیامت تلک اُس کو رکھیگا یاد

مرے پاس ہرگز نہ وہ آئے گا
ارادہ بدی کا نہ ٹھیرائے گا

یہی بات اب اس نے لی دل میں ٹھان خلل جن کا ہے ہیر کو بے گمان
سدا عاملوں پاس جاتا ہے وہ فلیتے و تعویذ لاتا ہے وہ
مرے پاس لاتی ہے سہتی انہیں جو پڑتی ہیں مجھ پر ہوں سہتی انہیں
ترے غم کا صدمہ کچھ ایسا نہیں کہ دے چھوڑ زندہ یہ میرے تئیں
جبھی تو یہ لکھتی ہے ناچیز ہیر کہ مل مجھ سے رانجھے تو بن کر فقیر
ذرا جلد تشریف لے آئیو کرم مجھ پہ للہ فرمائیو
مرے سر پہ احسان کیجو ذرا بہت جلد دو اپنی صورت دکھا
نہیں تو میں مر مر کے مر جاؤں گی جدائی میں جی سے گذر جاؤں گی
توقف ذرا بھی نہ فرمائیو بھلا آئیو جی بھلا آئیو
ہوئے غم میں روتے مجھے پانچ سال اب آ گئے ہوئی زندگانی محال
میں کہتی ہوں پھر اب یہی ہاتھ جوڑ کہ رانجھے ادھر جلد تر باگ موڑ
کرو وصل کا جلد کچھ انتظام کہ ہونے کو ہے کام میرا تمام
کیا ختم پھر خط وہ تسلیم پر بصد شوق و آداب و تعظیم پر
لپیٹ اس نے اس خط کو باقاعدہ دیا زلف مشکیں سے کچھ فائدہ
کرے لے کر کے دو تین زلفوں کے تار کیا بیچ میں نامہ پیچدار
بدستور ملفوف اس کو کیا ملا اس پہ پھر مشک و عطر حنا
دیا ایلچن کو کہ لے جا شتاب مرادوں دل اس کو دکھلا شتاب
کہ شاید اسے رحم آوے مرا کہیں جلد دے اپنی صورت دکھا
زبانی بھی اس کو دیا کچھ پیام ہوئی دیر تک اس سے وہ ہمکلام
وہ لے نامہ شوق ایسی چلی یقیناً ہوا سے بھی آگے رہی
وہ دوڑتی گئی شوق میں اس اصول ہرن بھی گئے چوکڑی اپنی بھول
ہوئی جھنگ سیالے میں داخل جو جا تو پھر لڑکیوں سے یہ پوچھا پتا
کہ رانجھا تھا چھوچھک کا پالی جو یاں کہو تو بھلا ری وہ اب ہے کہاں

دیا لڑکیوں نے یہ اُس کو جواب
ہوا عشق میں ہیر کے وہ تباہ
بڑا ظلم چھوچھک نے اُس پر کیا
گئی ہیر کھیڑے میں جس روز سے
اُسی حال میں وہ دیوانہ ہوا
جہاں پہلے بھینسیں چراتا تھا وہ
کبھی اُس کے دلمیں جو آتا ہے لال
پتہ جب کہ رانجھے کا اُس کو ملا
زبانی بھی کہکر سنانے لگی
دیا تھا تجھے ہیر نے یہ پیام
کہ غنچہ کا منھ اب تلک بند ہے
وہ موتی جو ہے تیری اُمید کا
بہت حال ابتر ہے اب ہیر کا
کسی کی نہیں ساتھ اب بولتی
اگر کھولتی ہے تو غصہ کے ساتھ
اگرچہ ہے مارے دیا چھوڑ دے
یقین جس سے سب کو بلا رہا ہے
تصور ترا ہے اُسے ہر گھڑی
تری دید کا ہے اُسے انتظار
گیا ہے زبس اُس کا آرام و چین
کہا ہے تجھے لیکے تو حال و قال
بچارا وہ سب حال سنتا رہا
لیا نامۂ شوق دل پر رکھا

کہ ہے اس بچارے کی حالت خراب
کہ ہے اسکی آنکھوں میں عالم سیاہ
نہ کی ہیر رانجھے سے جو تھی خطا
سدا آہ بھرتا ہے دل سوز سے
اُسی وحشت میں وہ روانہ ہوا
جہاں پہلے بنسی بجاتا تھا وہ
تو بستی میں بھی گھوم جاتا ہے لال
گئی دوڑ جا کر اُسے خط دیا
کہ میں جبکہ کھیڑے سے آنے لگی
کہ کہنا تو رانجھے کو بعد از سلام
اگرچہ جُدا اُس کو وہ چند سے
سلامت ہے، تو دلمیں کچھ غم نہ کھا
شب و روز کرتی ہے آہ و بکا
یہاں تک کہ آنکھیں نہیں کھولتی
گویا جان سب گھڑی ہے اُسکے ہاتھ
سے چلنے کسی کی دیا موڑ دے
بہو میں ہماری کچھ آسیب ہے
چھپر کھٹ پہ رہتی ہے ہر دم پڑی
کھٹکتا ہے دل میں محبت کا خار
پڑی گھر میں کرتی ہے فرقت کے بین
پہنچ جلد کھیڑے میں بجلی کی چال
مگر اپنے سر کو بھی دھنتا رہا
محبت سے پھر اُسکو بوسہ دیا

خوشی کی کہا دل مین یہ بات ہے
لیا پھر لفافے سے نامہ نکال
تھے ناگن کے بچے جو لپٹے ہوئے
لئے کھول پھر اُسنے تینون وہ بال
باہستگی پڑھ لیا کھول خط
مگر اُس کو غم اُس سے بھاری ہوا
یہان تک بڑھا اُس کا رنج و الم
گھٹا جسم اندوہ بڑھتا گیا
لگی ہچکیان پھر اُسے بے شمار
پڑھا جبکہ یون مجکو لکھتی ہے ہیر
تو دل مین ہوئی اُس کے اتنی خوشی
لگا کہنے یہ بات خوب ہے
مجھے ہر طرح وان پہ جانا پڑا
اگرچہ ہے وصل اسکا امر محال
پہ نظارہ بہ یارہ بیتر سب ہے
کہ اک بات نہ ہیں تو ہے ناگسنا
اسی مین پڑے ہیر مجکو نظر
فقیری تو ہے کام عشاق کا
کہ ہے فاسقون کی بدی پہ نظر
ہے فاسق تو شہوات مین مبتلا
ہے فاسق کو یکسان حلال و حرام
پہ عاشق کو ہر کام مین ہے ثواب
کہ بالک ہے وہ عشق کی آگ کا

کہ خط بھی تو آدھی ملاقات ہے
بچارے پہ نازل ہوا یہ وبال
پریشان ہوا اُس کو ڈوسنے لگے
کہ شاید نہ پھر مجھپہ لاوین وبال
کیا چاہتا تھا جو وہ غم غلط
ہر اک حرف سے اشک جاری ہوا
کہ تھا جسم کا ہسیدہ تا ل قلم
پہ وہ نامہ شوق پڑھتا گیا
گویا یاد کرتی تھی وہ گلعذار
کہ ان مجھسے رانجھے تو بن کر فقیر
کہ بھولا سماتا نہ تھا اسکے اخی
بلاتا جواب میرا محبوب ہے
بجا اُس کا فرمان لانا پڑا
مگر دور سے دیکھ لون گا جمال
فقیری کا بانا تو یہ خوب ہے
ہے بائیون کا دیدار پھر دوسرا
اگر ہو گیا اُس کے در پر گذر
نہین کام ہرگز یہ فساق کا
اور عاشق کا دل اپنے معشوق پہ
ہے عاشق کا کچھ اور ہی مدعا
کرے جا بجا وہ گناہون کے کام
جہنم کا اس کو نہین کچھ عذاب
ہوا آگ سا جو آگ مین آ گرا

جو کچھ اس کے دل کو تسلی ہوئی ... تو یہ فکر دل بیچ رانجھے نے کی
کہ لکھ نامہ شوق کا انتخاب ... تو کر پیش معشوق غم کی کتاب
وہیں بائیں پسلی ہیں دیگر شگاف ... قلم اپنی انگشت کا کرکے صاف
لئے پتّے دس تو ڑ پھر ڈھاک کے ... لگا کہنے یوں دردنامہ اُسے

رانجھے کا خط ہیر کو لکھنا

بنام جہاندار جان آفرین ... حکیم سخن بر زبان آفرین
کہ اے رشک گلزار رنگ بہار ... واے غیرت باغ دلستان زار
واے گل گلستان محبوبیت ... واے سرو بستان مطلوبیت
واے جان نوازندہ عاشقان ... واے سرفرازندہ شاہدان
تو ہے باغ رنگین کی رنگ و بو ... تو ہے گنج عشق کی آب رو
تو ہے بلبل باغ گلزار جہان ... تو ہے قمری شوق سرو روان
تو ہی تو ہے ہُدہُد وہ برکت نشان ... تو ہی تو ہے طوطی وہ شیرین بیان
ہے روشن تجھی سے یہ دل کا چراغ ... دیا عشق کا تو نے سینہ پہ داغ
تجھی سے ہے روشن یہ فانوس تن ... ملے تیرے باعث سے وہ گلبدن
کہ جس نے تجھے جان پیدا کیا ... مجھے پھر تو اُس نے شیدا کیا
تو ہی نور دین کا ہے یہ سنا ... ہے ایمان میں میرے تجھ سے ضیا
تجھی سے ہے قالب کو پاکی مرے ... تجھی سے پریشان ہر انسان ہے
تجھی سے ہیں دونوں جہان فیضیاب ... تجھی سے ہے یہ زندگی کامیاب
گھڑی سے ہے تو گھیرے میں اللہ نے ... تو ہی خاک مردہ کو زندہ کرے
کرے طے تو اکدم میں ہفت آسمان ... کہ رہ جائے قدسیا ہوا بھی جہان
صحن میں تجھی تو لامکان کے مگر ... یہان ہو گیا تب اکیلے گذر
وہان سب گناہوں سے تجھی پاک تو ... یہان حرص میں کیون ہے چالاک کا

خوشا نیستی سے تو آئی یہان
کیا خوب ہستی مین تو نے مکان

کبھی تو ہے دوزخ مین کرتی مقام
کبھی باغِ جنت مین ہے خوش خرام

ہے ملکِ فنا مین کبھی جلوہ گر
ہے ملکِ بقا مین کبھی مستقر

رہے جلوہ حسن افزا ترا
رہے زیب و تزئین مقرون ترا

بس از آہ و نالہ و درد فراق
بہم پہنچے یہ آرزوے ملاق

لکھا تھا جو وہ نامہ مشکبار
بندھے جسپہ تھے تیری زلفون کے تار

کبھی دشت و بر اس نے مہکا دیا
مجھے شکل بلبل کی چہکا دیا

لکھا تھا جو وہ تو نے غنچہ کا حال
خرد کے تھا نزدیک امرِ محال

اسی طرح موتی وہ اُمید کا
لکھا ہے جو تو نے سلامت رہا

بڑی بڑی بس یہ دنیا کی چال
کہ دے اچھے اچھے کو یہ دکھ ملال

نہین مجھکو آتا تھا اُس کا یقین
کہ ہے خانہ غیر مین تو مکین

مگر وہ جو امداد غیبی ہوئی
ہوا جس سے تعیین وہ دوزخی

پھر مجھکو حق الیقین ہو گیا
معاون جو روح الامین ہو گیا

سن اے غنچہ اب تو اپنے کا حال
کہ ہے زار و نالان یہ بلبل مثال

ترے پاس سے تھا مین جس دم چلا
تو دل پر مرے چھائی غم کی گھٹا

ہوا جب کہ اُس صید گاہ مین گذار
ملی تھی جہان تو تر موتی کا ہار

بندھا اسقدر میرے رونے کا تار
کہ تھا رشک مین دیکھ ابرِ بہار

ہوئی رات پھر مجھپہ آئی بلا
کہ یاد آ گیا مجھکو گیسو ترا

جو آہٹ کسی شے کی سن پاؤن تھا
تو مارِ سیاہ شب کو بتلاؤن تھا

کبھی دل مین میرے یہ آتی تھی بات
کہ سیدے نے دی آج بس تجکو مات

کبھی کہتا حق سے یہ اُمید ہے
رقیبون کا بس اسپہ کیا چل سکے

ہوئی رات وہ میرے حق مین وبال
درازی مین تھی تیری چوٹی مثال

نہ وہ تیرے گیسو سے ملتی تھی وہ
سیہ بختی سے میرے ملتی تھی وہ

پھر اوس شب کے اوپر جو آیا زوال
دکھانے لگا مہر اپنا جمال

ہوا تیرے جلوہ کا مجھکو گمان
کہ شاید ہوئی تو زمشرق عیان

گھڑی دو گھڑی جب کہ وہ دن چڑھا
گمان تھا جو میرا غلط ہو گیا

یہان تک کہ مین پھر دیوانہ ہوا
ہزاریے کی جانب روانہ ہوا

مگر جذب الفت ترے شہر کا
مجھے پھر وہین جھنگ مین لے گیا

ترے شہر مین جب کہ پہنچا یہان
بلا مجھپہ آنے لگی ناگہان

نظر مجکو آئی تھی جو کل سرا
وہین یاد آئی تھی چوٹی تری

جو چوٹی تری یاد آنے لگی
تو لیلیٰ کا مجنون بنانے لگی

لگے ہونے پھر مجھسے لڑکے خفا
پھر اس ننگ سے اُن کے مین بھاگتا

تو جوبن دکھایا تھا اُس دن مجھے
نہین چین پڑتا ہے اُس بن مجھے

شب و روز پھرتا ہون مین ایکلا
اے رشک مہ دہر تیرے بنا

ترے وصل کی ہے مجھے آرزو
شب و روز تیری ہے بس جستجو

مگر اب جو تو نے لکھا ہے یہ میر
کہ مل تجھسے رانجھے تو بن کر فقیر

مرا دل بہت اس سے شادان ہوا
کہ باقی نہ رہ جائے یہ حسرت

کہ الفقر فخری ہے قول رسول ؐ
وسیلے سے تیرے مجھے ہو حصول

فقیری سے مجکو نہین عار ہے
کہ مدنظر تیرا دیدار ہے

نکل جائے جب تیرے پہلو سے تو
تو کفنی نہ کیون پہنون اے ماہرو

ہے قسمت مری جو مین جیتا رہا
غم ہجر کھا اشک پیتا رہا

تڑپ میری کانون کی مچھلی سے پوچھ
مری غربت اپنی ہتھیلی سے پوچھ

ترے ہجر مین مرگ منظور ہے
مگر موت چندین قدم دور ہے

مرا رنگ ظاہر ہے جون برگ گل
یہ باطن مین ہون کوئلہ بے دلیل

جو مہلت مجھے موت نے دی پری
یقین جان دیکھون گا صورت تری

جو اس درد الفت مین مین مر گیا
سمجھ لینا کی جان مجھپر فدا

کہ جس روز میں آؤن بن کر فقیر
تو ڈھونڈی لگا لیجو ہاتھوں میں ہیر

بندھے اس میں پگڑی کے جو تار تھے
تو یون ہیر جٹی نے سمجھا دے

نمونہ ہے یہ اس کی دستار کا
تجھے اس نے شاید دیا یون جتا

کہ یہ وہ ہی دستار ہے اے پری
رنگا کرتے تھے جس کو ہم کیسری

اڑا کرتی تھی زعفرانی بہار
مگر اب تو ہے اس میں گرد و غبار

محبت سے تو نے تھی رنگ کر یہ دی
برس چار پانچ گذرے جب اے پری

حفاظت بہت اس کی رکھتا ہون مین
نشانی تری اس کو سمجھا ہون مین

غرض کھول اس خط کو ہوشیار
لگی پڑھنے وہ نامہ دل فگار

کہا اس سہیلی نے اس کیا ہوا
یہ رونے کا موقع نہیں اے بوا

توقع تو رکھ دل میں اللہ سے
یقین ہے کہ جلدی ملاتے تجھے

کیا مجھ سے وعدہ یہ رانجھا نے ہیر
تجھے پاس آوے گا بن کر فقیر

اگرچہ وہ چلنے میں لاچار ہے
زبس بار غم سے گران بار ہے

مگر پھر بھی ہمت نہیں ہارتا
بہت ہاتھ اور پاؤن ہے مارتا

پر اس ہجر غم میں کسی کا بھی لال
نہیں لگتا تھل بیڑا یہ کر خیال

رانجھے کا بحالت بیراگ میں بالناتھ جوگی کے آستان پر جا کر چیلا بننا وغیرہ

قدح بھر کے دے ساقیا وصل ہیر
کہ ہوتا ہے اس وقت رانجھا فقیر

پلا جام وحدت خدا کے لئے
دلا دے تجھے دختر رز مجھے

نہیں گھر میں بیٹی جو انگور کی
تو کیا سبزہ جوبن میں بھی ہے کمی

تو بھنگ ہی لا تو پھر کوکنار
مین زاہد نہیں مست کر مجھے یار

تو پیمانہ دے مجھکو بھر کر شراب
کہ ہونے کو ہے میری حالت خراب

مجھے اب کے وہ تیز پیالا پلا | کہ سمجھا کروں ایک شاہ و گدا
جو دو چار مٹکے پلا دے مجھے | گویا ڈوبتے کو ترا دے مجھے
بھرے سب ہے تو کیا ڈھونڈتا جام گیر | وہاں آج بنتا ہے رانجھا فقیر
یہاں ہیں وہ اب اہل عرفان تمام | سمجھ لیں جو یہ رمز پنہاں تمام
فقیری سے ہے کیا اور کیا بات ہے | کوئی بھید ہے یا کہ ہفوات ہے
مریجان اس غم سے ہے بس حقیر | کہ ہونا ہے اک روز سب کو فقیر
وہ کفنی پہننی ہے سب کو ضرور | ملانا ہے مٹی میں تن کو ضرور
جو کھیڑا ہے جنگل میں وہ بس رہا | اور اک دن نکل تن کی یہ ہیر جا
پھن اپنے تن پر فقیری لباس | بلا شک تو جاوے گا اوس ہیر پاس
کریں زندان زان تجکو آئیں منکر نکیر | تو لینا سمجھ اب ملی مجکو ہیر
کیا پھر یہ رانجھے نے دل میں خیال | ملاتی ہے اب تجکو ہیر سیال
تو سب ننگ و ناموس کو دور کر | اور عزت کے شیشے کو بھی چور کر
ہزارے سے چلکر سیالے میں آ | اسی ہیر کا تھا تو پالی بنا
اسی کیلئے اب پکڑ کوئی پیر | تو چل ہیر کے پاس بن کر فقیر
مڑے ہے تو کپڑون کے گیری لگا | اٹھا شوق سے جھولی تو بنا سدا
صد... دہ دل سے آئی یہی | کہ ہے منزل عشق یہ آخری
ملی ہیر یا جان جاتی رہی | یہی اس کو آواز آتی رہی
یہ سن ہیں کے رانجھے نے دی کی صدا | لگا کہنے ہاں خیر بہتر ہوا
کہ تھا میں تو اول ہی بے بس فقیر | اور آخر بھی ہونا ہے از بس فقیر
رہا دودھا دھاری ہیں دو ڈھائی سال | لگا کرنے پھر روٹیوں کا سوال
خدا کی ہوئی پھر جو مجھپر نگاہ | گدا تھا مگر کر دیا بادشاہ
لگا میری قسمت سے یہ عشق ہے | تو پھر مجکو ہونا پڑا اب فقیر
لگے پہلے پھر دیکھو لوں آزما | کوئی اور بھی ہے فقیری کہ نا

غرض جھنگ میں جا کے رانجھا غریب
کہ ہٹ جاؤ دنیا کے جنجال سے
تمہیں موت کر دیگی اک دن حقیر
مگر اس فقیری میں ہے بے بسی
مگر اس فقیری میں ہے اختیار
نہیں تو ہمیشہ کو پچتاؤ گے
ذرا کان چھدوا کے مل تو بھبوت
کسب کی ضرورت نہ ہو گی تمہیں
لگی بھوک بستی میں جا مانگنا
نہ دن کو تمہیں ہوگا فکر ریاض
کسی کے نہ جینے کی ہو کچھ خوشی
معزز اور شاہ تم کو کہیں
کریں سب تمہیں دست بستہ سلام
نہ ہو فکر تنخواہ و فوج و سپاہ
نہ یوں قید ہو کر کے گھر میں رہو
کہو تم کسی کو برا یا بھلا
کسی سے نہ لینا نہ دینا تمہیں
ضرورت نہ کوٹ اور شلوار کی
نہ ہل اور نہ پاٹے کی خواہش رہے
صرف ایک دھیلے کا گیروا منگا
یہ سن آ گئے سینکڑوں آدمی
خدا کی صدا یاد کرتے رہو
یہ سن سب گئے بھاگ آپ اپنے گھر

لگا دینے آواز مثل نقیب
محبت نہ رکھو زر و مال سے
بنو گے مگر اک نہ اک دن فقیر
غریبی و مجبوری دیکھی
چلا لو جو کچھ بس چلے تم سے یار
یونہی کر کے افسوس رہ جاؤ گے
ملے گا تمہیں مفت پھر آب و قوت
کمائی کی حاجت نہ ہو گی تمہیں تو
اٹھا اپنا کچکول اور دینا
نہ شب کو کھلی ہو وہ غم کی بیاض
کسی کے نہ مرنے کی ہو کچھ غمی
زمانے کے انسان تابع رہیں
بہت سے ہوں پیدا ہم آ کر غلام
نہ ہو فکر کچھ تخت و تاج و کلاہ
نہیں بلکہ جس طرح چاہو پھرو
نہ شکوہ تمہارا نہ کوئی گلہ
مگن مانگ کھا کر کے رہنا تمہیں
نہ حاجت ہے کچھ ڈھال و تلوار کی
نہ یوں گا کو بیٹھیں پھرو بانکتے
جو تو آج کپڑوں میں اپنے لگا
تو پھر ان کو رانجھے نے اتنی کہی
مگر پہلے مرنے سے مرتے رہو
کہ یہ بات ہم سے نہ ہو گی مگر

کہ مرنے سے پہلے جو ہم جائیں مر
کہا پھر کرو غور دل میں ذرا
ہمیشہ کی حاصل ہو پھر زندگی
مگر پھر بھی کوئی نہ آیا وہاں
غرض پھر وہ اک جا ورا سے میں جا
جو آتے تھے مجھ پاس پنچ اولیا
مگر اب کوئی ایسا مرشد نہیں
غرض کر کے وہ دل میں سوچ و بچار
لگا ڈھونڈنے فقیر وہ سو بسو
مسافر کوئی اُس کو ملتا اگر
کوئی ایسا مرشد بتا دو مجھے
کہا یہ کسی نے کہ آمیسر ہی ساتھ
تو اب پاس اُس کے چلا جائیو
پہاڑی اُسے ایک آئی نظر
اُسی جا تھا وہ ناتھ بیٹھا ہوا
چڑھا پھر پہاڑی پہ رانجھا بفور
کہ ایک طرف مسجد بنائی ہوئی
عبادت وہاں کر رہے تھے مرید
اُدھر ایک مندر بنا یا ہوا
وہاں چیلے کرتے تھے پوجا و پاٹ
اِدھر ایک ممبر پہ واعظ کھڑے
اُدھر بیٹھ کر ویدوں کی ہوتی کتھا
کہیں تھا گرنتھ اور گیتا و دھرا

کریں اس فقیری کو کیا دھار کر
کہ مرنے سے پہلے جو ہے مر گیا
چلو آؤ دو چھوڑ یہ زندگی
چلا پھر تو تنہا وہی نوجوان
لگا سوچنے جاؤں کس جا بھلا
مریدان کا ازبسکہ میں ہو چکا
کہ آوے مجھے جس کے اوپر یقین
بڑھا اور آگے قدم تین چار
کہ تھی اس کو مرشد کی جو آرزو
تو کہتا یہی اُس کو اے باہنر
فقیری کی تعلیم جو مجھ کو دے
یہ ہے پہاڑی پہ وہ بال ناتھ
فقیری کی تعلیم لے آئیو
سُنی وان سے آواز ذکر جہر
مراقب ہوئے اور سمادھی لگا
ہوا دیکھ حیران وہ وان کے طور
دری ایک اس میں بچھائی ہوئی
گویا اپنے خالق کی کرتا تھا دید
کہ تھا ٹاٹ اس میں بچھایا ہوا
گویا اُن کو بھی اپنے ایشور کی چاٹ
سناتے تھے احکام قرآن کے
شبد تھا کوئی اُن میں پوران کا
کہیں کوئی پستک بھی اپدیش کا

شغل اک طرف ذکر و اذکار کا — اور اک طرف چرچا اذکار کا
لٹک کر کے معکوس پڑھتے مرید — بسندر کو پوجین تھے چیلے مزید
سمگری ہون کنڈ مین ڈال کر — سوا ہا کو جپ کر رہے تھے مگر
تھا اُس طرف حلقہ مریدون مین یار — اور اِس طرف تھی گاتیری مین پکار
اُدھر پیر تھے تسبیح پر اللہ کا نام — اِدھر جپتے مالا پہ ہر ہر مدام
مریدون کو گورکھ نے بخشا عصا — بیراگن ہوئی بالکون کو عطا
مرید آ کے کرتے مصافحہ سلام — کہین چیلے چرنون مین گر گر کے رام
وہان کا جو رانجھے نے دیکھا یہ حال — اُسی وقت یون دل مین لایا خیال
گرو مرشد اُس کو بنا لیجئے — عبادت و جپ تپ یہین سے کیجئے
کرامات جو مجھکو ہو جائے گی — تو پھر سیر بھی خود چلی آئے گی
اِسی بات کو دل مین دے کر قرار — گیا ناتھ کی پھر وہ خدمت مین یار
کہا مجھکو بھی کر لو چیلا مرید — کرامات بھی مجھکو بخشو مزید
تمھارا جو تھا نام مین نے سنا — عقیدت کے رستے سے آیا چلا
بہت مجکو ہے آپ سے اعتقاد — یقین کو بھی حاصل ہوا ازدیاد
اے مرشد گرو یان جو آیا ہون مین — زمانہ کا بیڑ سب ستایا ہون مین
تمھارے جو دیدار و درشن کرے — تو نعمت سے رب سیر و پرشن کرے
مجھے عشق نے کر دیا ہے تو مونڈ — گناہ پاپ کی مجھکو بتلاؤ ڈھونڈ
ابھی سب گناہون سے توبہ کرون — کبھی پاپ لیلا نہ دیکھا کرون
قدم اور چرن کی بدولت ذرا — پھرا دو سر پر تم استرا

بالناتھ بیراگی کا جواب

کہا ناتھ نے پھر یہ رانجھے سے یار — کہ سچا فقیری ہے مشکل کا کار

سدا صبر سے شکم معمور ہے | فقر فاقہ دنیا مین مشہور ہے
ہے دشوار پھر خاک پہ لیٹنا | سہے دو پھر وہ منڈپ مین جا بیٹھنا
نشانِ فقر رنگ ہوتا ہے تیر | کہان ہووے چیلا کسی مین فقیر
توکل پہ رہنا ہے رب کے مدام | اور اِس کنس پاپی کو دنیا لگام
مے عشق پی کر کے بیٹھین مگن | رہین پریم ساگر سے انترین
رکھین اپنے ہردے مین ہر کی بچار | سرشٹی مین رچنا کی دیکھین بہار
رجوگن ستوگن تموگن کا دھیان | کٹھن ہے بہت سے مری بات مان
لے سمجھ لے کٹھن جوگ ہے | بھسم کا رمانا بھی اک روگ ہے
کہین سی کا یا پہ ملنا بھبوت | نہین کام دیتا سوائے اوبھوت
اسی طرح لاکھون ہین اسمین عذاب | پھرین دربدر خوار و خستہ خراب

جواب رانجھا

کیا عرض رانجھے نے یہ سر جھکا | گرو جی سے ہے منظور جو کچھ کہا
مجھے اپنے دل دار کی ہے لگن | نہ سمجھون گا یہ جوگ سادھن کٹھن
مین دیکھی تھی جب صورتِ دلپذیر | گرو جی جبھی سے ہوا ہون فقیر
فقیری مین مجھ پر نہ ہوگا عذاب | یقین ہے کہ ہووے گا دونا ثواب
بھسم شوق سے یون مین تن پر رما | کرون شوق سے خاک پر بسترا
زمین پر تو سونے کی ہے مجکو مشق | کہ جب سے ہوا یار جانی سے عشق
تمھاری سدا پھر مین خدمت کرون | نہ ہرگز کسی وقت غفلت کرون
تمھاری ہو تا ثین جو کچھ مجھے | کرون گا اسے یاد مین شوق سے
کسی روز کرپا جو ہو جائے گی | مجھے جوت بھی آپ سے پائیگی

کرامات جب مجکو کر دو عطا
جو مرضی تمھاری ہو جاؤن چلا

بال ناتھ بیراگی کا رانجھے سے بانسلی بجوانا اور اس پہ عاشق ہو کر چیلا بنانا اور جوگ ریت سکھانا

گرو نے کیا اپنے دل میں خیال
کسی راجے بابو کا پتر ہے یہ
کسی غم میں ہے اس کی حالت نہی
لیے ہو نہ ہو غم کی ہے بیکلی
گرو نے کہا یہ تیرے پاس کیا
کہا پھر یہ رانجھے نے ہے بانسلی
دیا اب گرو آپ کے حکم سے
دہین دونوں ہاتھوں میں اس کو تھام
منوہر تھی از بسکہ وہ بانسلی
کنھیا کی مرلی تھی یوں سو عجیب
فدا اس پہ تھی برج کی گوپیاں
بجی تھی جو مرلی وہ روز الست
ہرے ہیں دیا سب نے سر کو ہلا
لگا ہے یہاں سوز باطن کا بیڑا
پڑی ٹیپ سے یہ بجی بانسلی
گرو ناتھ کو خوب آیا مزا
جو حالت وہاں سب کی ابتر ہوئی
گرو ناتھ رانجھے پہ عاشق ہوا
فقیری تو کیا بلکہ جو کچھ کہے

کہ ہے نوجوان یہ کوئی نونہال
کہ رچتا ہیں ایشور کی سنت ہے یہ
خدا جانے کیا اسکے دل پہ تھی
جو پھرتا ہے لے ہاتھ میں بانسلی
شبد کوئی اسکا ہیں بھی سنا
بجی تھی جو سندھ کے دوار سے کبھی
بجاتا ہوں اس کو ذرا دیکھئے
بجانے لگا شوق سے اس مقام
لگی اس کے دم سے وہ ہر کو بھلی
نا گہی تھی اسے بات یہ کیا نصیب
اور اس پر ہیں شیدا زمین آسمان
ہوا تھا جسے سن کے شخص سست
لگے شوق سے کہنے قالوا بلی
کریں اہل ظاہر نہ آ جسے چھیڑ
کہ روتا ہے سن جس کو ہر آدمی
ہوا حال یہ سب بھی بجانے لگا
تو لی تھام رانجھے نے پھر بانسلی
لگا کہنے سچ تو کچھ غم نہ کھا
یہ نا چیز دینے کو طیار ہے

نہ کچھ تجھ سے سیوا ابھی لون گا ذری
ترے سیس پر ہاتھ دھرتا ہون مین
بتادون گا تدبیر سب جوگ کی
اے بچا ابھی غسل و اشنان کر
لپیٹ تو بھی اپنا دے تو اُتار
دھری ہے مرے پاس چندن بھبوت
پڑے تھے ہزارون ہی جو سیپ دان
کہ لو ان کے اندر سے موتی نکال
بھسم اس کی خاطر بناؤن گا مین
کہا ناتھ نے اُس کو دیکھ بھسم
گرو ان نے جو چیلون کو تاکید کی
لگے کہنے دل مین کے اوت ہم
یہ جٹ آج آیا ہے اسکے لئے
اُدھر غسل و اشنان رانجھا بھی کر
اُسی وقت لے ناتھ نے استرا
بھبوت اُس بچارے کے تن پر ملی
وہ سورن سی کایا وہ موتی سا تن
پڑا اپنے اوپر یہ رونا ہمین
یہ مٹی جو مٹی مین مل جائے گی
دیا ایک کنٹھا پھر اُس کے تئین
پکڑ کان پھر اُس کو آگے بٹھا
لگے چیرنے جو اُس کے تن مین نہ تھا

سنا تار رہا کر ذرا بالک ہی
لے چیلا تجھے آج کرتا ہون مین
خبر دون گا سب تجھے جوگ کی
ذرا چیلا بننے کا سامان کر
کرم لیکھ کی اپنے پوچھتی بچار
کرم لائے گی راس چندن بھبوت
دیا حکم چیلون کو ہوشیار دان
ہون اکٹھے مین اُن کو دو جلد ڈال
اسے جوگ کے ریت بتاؤن گا مین
کہ ہو جلد تیار موتی بھسم
بھسم دل مین جل جل کے تیار کی
نہ اب تک ملی ہم کو موتی بھسم
گرو نے کہے ہین یو خاک موتی سے
گرو کے گیا پاس اچھا نکھر
دیا مونڈ رانجھے کو سر تا بپا
گلے سیلیان ریشم کی ڈال دی
ملے خاک مین یہ ہوا اس کا بدن
کرے خاک و ریت خاک ہونا ہمین
بھسم اور تن پہ پکھل جائے گی
کہ تا کام آ جائے اسکے کہین
دے کان بھی چیر وہ رگ بچا
لہو کا ذرا بھی نہ ٹپکا گرا اگر
جھجک رہ گیا ناتھ پھر یک بیک

وہ حیران ہو دل میں کہنے لگا
غرض مندران لال شہبار کی
بھسم موتیوں کی وہ مسند پہ لی
دیا دوسرے ہاتھ میں دسپنا
سکھائی وہ چمٹا بجانے کی ریت
دیے لنگ اور گودڑی کی وہ اوٹ بھی
بچارے کو پھر اک بھیراگن بھی دی
وہ زیتون کی ایک تسبیح نکال
دیا پھر اسے مرگ چھالہ بھی سونپ
دیا یا دبھی کنگٹا بھی دے دیا
سکھایا سکھوت کا اس کو بچار
کہا پھر شرجن کی کر سمرنا
بھجن بھی سکھائے اسے بیشمار
سکھائے اسے گیارہ رہیونکے نام
اُدان و سمان ناگ کورم دیوت
وہ پرش و پرم پرش و پرم آتما
کہا پرلے پرلے کی دیکھ خبر
مہیش و بشن ہیں بڑے دیوتا
پنج اندری و چتر انجھ و پنج بھوت بھی
دیا گیان اور دھیان سارا بتا

ملا مجکو چیلا بڑی شان کا
پچھادی گرو نے اسے باخوشی
اور اک مالا تلسیان کی بھی ہاتھ دی
کہ کرتا رہے اس پہ من جپ جاپ
بتایا وہ پھر اس کو گانے کا گیت
گویا تاگرا اور لنگوٹ بھی
کہ تھی ریت یہ ان کے بیراگ کی
عطا کی اسے اور کہا لے سنبھال
کہ تھی مرگ نینا کی جو اس کی چھپ
عطا کی اسے شوق سے کل صفا
رجوگن و ستوگن تموگن کی دھار
سچانند کی نت کر دو رشنا
دلائی اسے یاد پروردگار
پران و اپان و دیان اس مقام
کرکل و سپے آتما بال مت
بتایا کہ ہیں سب یہ نام خدا
کہا پھر اچل کے سدا اچل سے ڈر
دہرراج و جمراج بھی لے سنا
سکھائے اسے ناتھ نے ایک ہی
وہ دی ریت آتش پدم کی جتا

۱۵ عالم اربع سے متعلق ہے ۱۶ حرکت زیر سینہ ناف تک ۱۷ تا ۳۳ ان سب کا ایک مطلب ہے یعنی جو ۱۸ کا ہے
۱۹ قیامت کبری سے جہان یعنی عالم صغیر اور اسکو لوک بھی کہتے ہیں اور قیامت صغری کو گنہ سری بھی کہتے ہیں۔
۲۴ شیطان ۲۵ ذریب ۲۶ جبرائیل ۲۷ اسرافیل ۲۸ میکائیل ۲۹ عزرائیل ۳۲ عالم ربع ۳۳ مرتبہ نشینی۔

اُسے سینگ کی ایک لوٹنگی بھی دی
اور ایک خوبصورت سی جھولی نکال
چرن سلکھ ہے لکڑی کے پاؤن کا نام
اُسے اک پرانی سی گدڑی بھی دی
پدارتھ جو یہ وے چکا بال ناتھ
اُسے ڈھائی انچھر وے وہ سکھا
کہا پھر کہ اب دس حواسون کو جانچ
جو ہین پانچ ظاہر ہین ان کے نام
کہ ہین آنکھ اور کان اور ناک ہاتھ
زبان سے تو لذت کی خوراک چھوڑ
تو شہوت سے مت دیکھ عورت کوئی
نہ چھو ہاتھ سے اپنے فعل حرام
یہی تو ہین ظاہر وہ خمسہ حواس
حس باطنی حافظہ واہمہ
تو اول تو دل اپنا حق سے لگا
کہ رکھ اپنے خالق کو ہر وقت یاد
سوم وہم سے کر تو حاصل کمال
تو کر دین دنیا مین بھی امتیاز
شریعت طریقت حقیقت تمام
تو ناسوت و ملکوت بھی یاد کر
سمجھ من عرفا کی تو رمز اے فقیر
مقدم ہے سب سے فنا فی الوجود
پھر اس بعد ہے وہ فنا فی الرسول

وہ مٹی کا پیالہ و بغل بھی دی
لگا کہنے بچا اسے بھی سنبھال
کہا ناتھ نے لے انہین بچے تھام
کہا پھر یہ گورکھ نے سے ہاتھ کی
اپنشد دیا اس کو وہ گن کی بات
کہ جن کا نہین یان بتانا روا
کہ ہین پانچ ظاہر و باطن ہین پانچ
تو رکھ یاد یہ تیرے آوین گے کام
زبان پانچوین یاد رکھ میری بات
بد آواز سے کان اپنے مروڑ
کیا کر تو ہر سانس ذکر خفی
نہ کر پاؤن سے بھی بدی ہین تمام
کران باطنی پر بھی بچا قیاس
ہے متفرقہ مشترک پنجمہ
دوم قوت یاد بودی بڑھا
اسی نام سے اپنے رکھ دل کو شاد
چہارم تو نفس اپنے قابو مین ڈال
پڑھا کر سدا دل لگا کر نماز
سبھی سیکھ لے معرفت کے کلام
وہ جبروت و لاہوت بھی یاد کر
اگر تجھکو ہونا ہے روشن ضمیر
فنا شیخ مین پھر تو ہووے نمود
فنا فی اللہ پھر تجھ کو ہوگا حصول

خدا کی ہو ذات میں جب فنا
یہی ہے یہی بس وہ راہ سلوک
نفی اور اثبات کرنا سدا
کرامات کمال اور الہام سب
مجاہدہ سے ہو جو چھپنے کی بات
پیغمبر[۱۲] ولی میں سے ظاہر جو ہو بات یہ
اگر روح نکلی میں ہو باکمال
فقیری کی چالیس صفتین ہیں کل
فقیری کے حرفون کے معنے سمجھ
قناعت ہے بس قاف سے جان لے
ہے رے سے ریاضت عبادت تمام
نہیں یاد کر ہین جو وہ چار پیر
تو مرشد کا کلمہ بھی لے یاد کر
اگر کپڑے رنگنے کا آوے خیال
کلاہ پوشی سلطان بلخی سے ہے
تو پڑھ انک میت کو ضرور
کمر بند و لنگوٹ باندھے اگر
تسبیح کی آیت بتاؤن تجھے
جو کشکول کشا تو لے ہاتھ مین
گدائی کا لقمہ جو کھاوے کبھی
گدائی کو جاتے ہوئے یون کہے
تو لے چار کرسی بھی وہ یاد کر
ہے پہلا لطیفہ تو دل کا ترے

ملے گا تجھے پھر مقام بقا
تجھے چاہیئے سالکون سے سلوک
فقیری کا تا تجکو آوے مزا
سمجھلے ابھی مجھسے اے حق طلب
کہین ہین اُسے معجزہ باصفات
تو سمجھ ہے بیشک کرامات
اسی کو تو کہتے ہین سچا کمال
بتادونگا رخصت مین اُسے شک گل
کرنے سے تو فاقہ ہے ہان سے سمجھ
ہے یا خدا سے یہ ان سے
فقیرون کا ازبس یہی ہے وہ کام
وہ ہین چار[۱۴] وہ خانوادے فقیر
فقیری کی آیت بھی اے باخبر
تو سے صبغة الله کی آیت کا فال
توکل علی الله تجھے چاہیئے
پہنی ہو کفنی کبھی سے تصور
هی الما ... تک پڑھ تو اے دادگر
یسبح لله بتاؤن تجھے
تو بسم الله مجرىها کہین
تو پڑھ اللهم اطعمنی ...
خدا اپنی رحمت کا کشکول دے
لطیفے بھی ساتون سمجھ باخبر
ہے بس روح کا دوسرا جان سے

جو سر ہے تو ہے وہ مگر تیسرا — خفی ہے بکر چوتھا ہے اے باوفا

جو اخفیٰ ہے وہ پانچواں ہے مگر — چھپا ہے وہ چھٹواں اے باہنر

جو لطیفہ ہے وہ ساتواں تو ان — انہیں یاد کر دل سے اے میری جان

تو رکھ یاد ان پنچ تت کے تئیں — نہیں جانتا جو وہ جوگی نہیں

ہے اکاس تت دوسرا بائی تت — اگن تت و جل تت و پرتھائی تت

بنا اربع عنصر سے یہ آدمی — وہ ہیں آب و آتش و گل باد ہی

سمادھی لگا مار آسن پدم — کر اس کنس پاپی کو جلد بھسم

اے رانجھے تو اس نفس کو مار لے — فقیری کا اول یہی کار ہے

تو لے سیکھ شجرہ و گر نام بھی — کیا کر تو گوشہ میں چلہ کشی

کہ ہے ناتھ پارس سے میرا استھن — تم خانوادہ میں ہے جو تکن

مجھے بھی ضروری ہے اب اور کام — کہ لینا ہے کچھ مجھکو ایشور کا نام

اب اٹھ تو بھی مسجد میں جا شوق سے — پڑھا کر نمازیں سدا شوق سے

مرے پاس ہر روز آیا تو کر — سدا مجھسے تعلیم پایا تو کر

اٹھا پھر ادب سے وہ رانجھا بنور — گیا بیٹھ مسجد میں با فکر و غور

بچھا مرگ چھالہ و تسبیح نکال — لگا کرنے حق کی عبادت کمال

کبھی وقت فرصت جو وہ پاتا تھا — تو خدمت میں بھی ناتھ کی آتا تھا

سناتا تھا پھر وہ اسے بانسلی — تو ہوتا تھا وہ ناتھ دل میں خوشی

بہت اس کو کرتا تھا وہ دل سے پیار — بھبوت اس پہ چندن کی کرتا نثار

لگا رہنے جوگی جو رانجھے سے شاد — گرو سے لگے کرنے چیلے فساد

بال ناتھ پر چیلوں کی خفگی

گرو سے لگے کہنے ہو کر اداس — کہ مدت سے رہتے ہیں ہم تیرے پاس

خوشی تو نہ ہم سے ہوا زینہار — انہیں پہ نہ ہم پر کیا آشکار

مگر دیکھ رانجھے کو نوندا حسین
چھپاتا کوئی بات اس سے نہین

بڑھاپے مین تجکو پڑی کیا ٹھرک
لگی آگ دل مین ہمارے بھڑک

سدا گر رہے گی یہ عادت تری
تو ہم سے نہ ہووے گی خدمت تری

تجھے پاس سے ہم چلے جاینگے
مقدر کہین اور آزمائین گے

جواب بالناتھ کا چیلون کو ناراض ہو کر

کہا ناتھ نے اُن سے ہو کر خفا
حسد تم کو رانجھے سے کیون ہو گیا

ہزارے کے سردار کا وہ پسر
چلا آیا گھر بار سب چھوڑ کر

ہوا عشق مین وہ بچارا تباہ
جبھی تو ہے اُس پر خدا کی نگاہ

خدا جس کے اوپر مہربان ہو
تو عاشق نہ کیون اُسپہ انسان ہو

وہ ہے عشق کے حال سے باخبر
بتاؤن نہ کیون اُس کو راہ فقیر

بچاتا ہے اِس درد سے با تسلی
کہ ہوتی ہے جسے دلکو بے کلی

کرو اپنے بھی حال پر تم خیال
دیا تم کو ماتا پتا نے نکال

دیا چھوڑ کر تم کو وہ مر گئے
نہ دیکر تمھین سیم اور زر گئے

تو تم ہو کے محتاج آئے یہان
تھے بھوکے جن کے طالب ہی تم اُس زمان

نہ تھا شوق کشف و کرامات کا
فقط شوق تھا دال اور بھات کا

نہین عشق مین تم بنے ہو فقیر
دیا تجکو الزام ہو تم شریر

کری میری خدمت بھلا تم نے کیا
رہے دکھ ہی دیتے مجھے تم سدا

مرا نام لے مانگ کھاتے ہو تم
مرے پاس کیا خاک لاتے ہو تم

اکیلا تھا جب کر کے رب کا بھجن
بفضل الٰہی رہون تھا مگن

مگر جب سے رکھا ہے تم نے قدم
تو کھو یا گیا مرا دین و دھرم

مرے پاس سے گر چلے جاؤ گے
بہت مجھپہ احسان فرماؤ گے

خفا ہو کے پھر ناتھ وان سے اُٹھا
تو ان سب کو [illegible]

کہا پھر کہ ایسی کرون بد دعا — کہ اک آن مین سب کے سب ہون فنا
مرا نام کچھ تم سے روشن نہ ہو — نہ وہ خوش رہے تم کو رکھے گا جو
حقیقت مین رانجھے کے ہین ہم بھی بھاگ — بندھاؤن گا سر اُسکے مین جوگ پاگ

چیلون کا معذرت کرنا بالناتھ سے

گرو کو جو چیلون نے دیکھا خفا — پشیمان ہر اک اپنے دل مین ہوا
گرو کے دیا آکے چرنون مین سیس — کہا ہم نہ جانینگے اب بسوہ بیس
ہمارے تو اوگن کو مت دیکھ بھال — تجھے چاہئے اپنے گن پر خیال
رہینگے ترے پاس ہم عمر بھر — تری کار خدمت مین باندھے کمر
صحیح ہے صحیح یہ تری قیل و قال — حقیقت مین کئے تھے ستم تنگ حال
تو کر عفو بہر خدا یہ قصور — نہ ہو اس قدر ہم سے ہرگز نفور
کہا خیر اب تو خطا کی معاف — مگر پھر جو تم نے کیا انحراف
تمھین پاس سے اپنے دونگا نکال — یہ ہون گا کبھی چھین مین حال و قال
کہا معذرت سے یہ چیلون نے پھر — نہ ہوگی خطا ہم سے بار دگر

رانجھے کی چلہ کشی اور خیال ہیر کا

دیا ناتھ نے حکم رانجھے کو یہ — کہ جا بیٹھ چلہ مین اے رشک مہ
لگا کرنے رانجھا جو چلہ کشی — ہوئی تیرہ دل کی سبھی تیرگی
سرے تھا جو چلہ وہ صبح و مسا — کیا عشق نے پھر یہ فتنہ بپا
کہ آیا یہ دل بیچ اس کے خیال — مجھے یاد کرتی ہے ہیر سیال
اگر مین نہ جلدی وہان جاؤن گا — جو وہ مر گئی پھر تو پچھتاؤن گا
یا تقدیر سے موت آئی مری — تو رو رو مرے گی وہ رشک پری

نکل کر کے چلے ہو اتیر سا / گرو ناتھ کے پاس سیدھا گیا

کہا پھر گرو جی کو رخصت کرو / لگے سینے پر ہاتھ اپنا دھرو

دیا ہے تمہاری ہوا کام سدھ / مجھے ہر طرح کی اب آئی ہے بدھ

گرو بالناتھ بیراگی کا رانجھے کو رخصت کرنا اور وقت روانگی آخری فہمائش

کہا جا اجازت تجھے ہم نے دی / مگر یاد رکھنا نصیحت مری

مجھے فکر ہے یہ ترا اس گھڑی / جوانی ہے پر عمر تیری چڑھی

گدائی کو جس وقت جانے لگے / الگ در بدر جب جگانے لگے

جو عورت کوئی تجکو آوے نظر / اگرچہ ہو صورت میں رشک قمر

دوبارہ نہ پھر اس کو تو دیکھنا / کہ ہے آنکھ کی یہ سراسر خطا

کسی جان کو بھی تو بس بے قصور / نہ نقصان ہاتھوں سے دینا ضرور

بری بات پر تو لگانا نہ کان / چھوڑی نہ کرلینا اپنی زبان

بری بات بھی منھ سے کہنا نہیں / بلا ذکر اک دم بھی رہنا نہیں

تو رکھ یاد یہ جوگ کا قاعدہ / بڑا اس میں جوگی کو ہے فائدہ

جو ہو تجھ سے چھوٹی بہن جانیو / بڑی ہو تو ماتا اسے مانیو

کہے کوئی تجکو برا یا بھلا / تو غصہ نہ دل بیچ کیجو ذرا

نہ ابھمان کرنا خدا کے لئے / نہ ہنکار رکھنا خدا کے لئے

لڑائی کسی سے تو مت کیجیو / جواب ان کو زنہار مت دیجیو

یہی تو ہے وہ بات بس جوگ کی / تمنا نہ جوگی کو ہو بھوگ کی

کہیں سے اگر مل گیا کھا لیا / دیا گھانس ہی پیٹ میں پا لیا

مری بات گر یاد رکھے گا تو / [illegible]

گرو کو جواب دینا رانجھے کا

گرو کو دیا پھر یہ اس نے جواب — سنو مجھسے اے مرشد فیضیاب
عمل اسپہ کرتا رہون گا سدا — مگر میرا اُسن لیجئے مدعا
کہ ہے عشق مجھکو پری ہیر سے — بہن مین نہ سمجھون گا ہرگز اسے
ہوئی پانچ پیرون سے مجھکو عطا — نکاح بھی ہمارا اُنھون نے پڑھا
گرو جی ہوئی ہائے مجھپر جفا — غضب ہے کہ سیدا اُسے لیگیا
کرو تم دعا مجھکو مل جائے وہ — کہین اپنا دیدار دکھلائے وہ

کہا خیر وہ تجھکو مل جائیگی — کہ دیدار بھی اپنا دکھلائے گی
مگر غور کر ہے یہ فعل فلاح — ہوا ہو نہ گر تیرا اُس سے نکاح
زنا اس سے ہے گر نہ تم کیجیو — محبت کو الزام مت دیجیو
برا ہے جو کچا ہے لنگوٹ کا — بہت دکھ ہے جوگی کو اس چوٹ کا
کیا پیار گر تونے پرنار سے — نہ بھچا پڑے گی کسی دوار سے
جو پیا استری سے لگاتا ہے بھوگ — تو بچا پھر شک اُس کا ہوتا ہے جوگ
پھرے گا مگر تو نگر در نگر — بہت صورتین تجکو آوین نظر
مگر کام بُرو ھی نہ ہو دیکھنا — جتی اور ستی بن کے رہنا سدا
اگر تیج دیا تونے انت اور ست — تو اپنی تو کیا میری کھودیگا پت
اگر چھیڑ کرے کوئی تجھسے ٹھٹھول — مگر تو نہ کرنا کسی سے مخول
نمردی کی مارین تجھے بولیان — نہ کرنا کبھی اُسسے ٹھٹھولیان

جواب رانجھا

کہا پھر یہ رانجھے نے سن بالناتھ — یہان کے مین آ لنے یہ بلتا ہون ہاتھ
نصیحت نہین تیری ہوتی تمام — تو کہنا پڑا مجکو قطع کلام

کہ یہ کان میرے ابھی دے سنوار — کرون ورنہ سرکار مین جا پکار
کہ جوگی نے صاحب مرے بیقصور — دے کان کیون چیر دیکھو حضور
یہ چمٹا یہ گدڑی اٹھا لو ذرا — بہت بوجھ مجھسے سنبھالا نہ جا
دہرا ہے تمھارا یہ سب حال و قال — نہین چاہتا مجکو ایسا وبال
یہ چیلے ہین جتنے انہین چیر کو — نہین تو نہین ہون بانسلی سے خبر
ضرورت نہین اس ترے جوگ کی — بجاؤن گا بنسی ترے سوگ کی
مرے جس طرح میرے مادر پدر — سمجھ لون گا تو بھی گیا مجھسے مر
مین جب کہہ چکا ہے مجھے عشق ہیر — اسی واسطے مین بنا تھا فقیر
نہ جب تم نے اس سے ہی ملنے دیا — تو اس جوگ سے کیا مجھے فائدہ
مدد مجکو دیتے رہے پانچ پیر — غضب ہے کہ اب تم چھڑاتے ہو ہیر

کہے کوئی مجکو برا یا بھلا — نگر مین سے جاؤن مردہ بنا
کرین عورتین مجھسے ہانسی مخول — نگر مین ہی منھ سے نکلے نہ بول
ستم ہے کہ وہ دین مجھے گالیان — نہ غصے کی آوین مجھے لالیان
ستم ہے وہ کنٹھا مرا چھین لین — ہم آگے سے مٹی کے مادھو رہین
ستم ہے کہ پیالہ مرا دین وہ پھوڑ — مگر مین رہی اُن کو نہ ڈالون جھنجھوڑ
مگر مین مری ہائے مارین وہ لات — نگر مین ہی بس اُن سے کہا جاؤن بات
کرین لڑکیان مجسے اور جفا — نگر مین نہ ہون اُن کے اوپر خفا
بنا مین رہون سب کا مشقِ ستم — بکھر جائے چمٹا بھی مارون نہ دم
مری ساتھ سہتی کرے ہیر یون — مراد اس کی دیدے رب مردن ہیر یون
گلے مین مرے طوق و زنجیر ہو — رہون چپ تینہ مین جیسے تصویر ہو
ستم ہیر یون زہر پیالہ پیئے — یہ عاشق لبِ گور جیتا رہے

جواب بالناتھ

کہا ناتھ نے کیون ہوا تو خفا — مجھے سب خبر ہے یہ جو کچھ کہا

اسی طرح گذرے گی یہ واردات ۔ کہ الہام ربّی ہے یہ تیری بات
مجھے بھی یہ پیر تکشف ہاں ہو چکا ۔ کہ ہوگی یون ہی یہ بحکم خدا
ترا حال سب مجھکو معلوم ہے ۔ کہ فرقت زدہ ہے تو مغموم ہے
غم ہیر مین تو ہوا ہے [illegible] ۔ جبھی تو کیا تجھکو بخشا فقیر
بتائی ہے کل تجھکو ہر بات کی ۔ عطا سب وہ کشف و کرامات کی
نہین تو یہ چیلے جو ہے دیکھتا ۔ پڑے ہین بڑی مدتون سے بچا
انہین اب تلک کچھ بھی حاصل نہین ۔ مرادل جو کچھ ان پہ مائل نہین
وجہ یہ کہ ہین عشق سے بیخبر ۔ جبھی تو ہے یہ بات دشوار تر
مصالحہ مگر تیرا تیار تھا ۔ جبھی تو ترا کام پختہ ہوا
لے اچھا تجھے دیر ہوتی ہے اب ۔ بھرا ہے ترے دل مین رنج و تعب
لگا شوق سے اپنا یہ حال و قال ۔ خوشی سے تو کھیڑے کا رستہ سنبھال
یقین ہے تری ہیر مل جائیگی ۔ تجھے اپنا دیدار دکھلائے گی

رانجھے کا وداع ہونا

گرو کو جو رانجھے نے دیکھا ویاں ۔ کہا دست بستہ کرو [illegible]
کہا ناتھ نے رکھ خدا پر نظر ۔ گرو کی ہے تجھپر دیا بیشتر
گرو کا قدم بوس رانجھا ہوا ۔ فقیری لیا حال تن پر لگا

رانجھے کے پیر بھائیون کی گفتگو رانجھے جوگی سے

جو تھے پیر بھائی وہ رانجھے کے آ ۔ لگے کرنے رانجھے سے ورشن صفا
کیا عاجزی سے سبھون نے کلام ۔ کہ بھائی ترا بن گیا خوب کام
تو پھر [illegible] سے کر چلا ۔ ہمین اب تلک کچھ نہ حاصل ہوا
کہا بھائیو ہے یہ [illegible] سے ۔ محبت تھی مجھکو پری ہیر سے

تمھیں بھی تعلق کہیں ہو اگر
تو ہو جاتے اس سے دل کی خبر

اگر عشق تم کو کسی سے ہوا
گرو ناتھ دیں کام پل مین بنا

کہا خیر چل تجھکو رخصت کرین
کہ گر تو ہم ساتھ تیرے چلین

کہا پھر یہ رانجھے نے بیٹھے یہین
کسی کی مجھے اب ضرورت نہین

مرے ساتھ ہر دم گرو ناتھ ہے
مرے سر پہ جس کا سدا ہاتھ ہے

مرے ساتھ خالق ہے رحمان ہے
مرے ساتھ ایشور بھگوان ہے

غرض ان کو رانجھے نے چھوڑا وہان
لگا توڑنے پھر جڑی بوٹیان

کوئی تاپ کی کوئی سنپات کی
کوئی کشتہ دھات واپدھات کی

ہان اور ڈہہ کی اوکھد کوئی
جڑی کوئی پسلی کے بھی روگ کی

کنول باؤ اور باؤ گولہ کی جڑ
اکھاڑی کہ اُس کا گیا دم اُکھڑ

جڑی کوئی کھانسی دمہ کی بھی لی
چننگ کی کوئی کوئی سوزاک کی

کوئی درد کی اور کوئی پیٹ کی
رتو کی کوئی کوئی نکسیر کی

اکھاڑی جڑی کوئی پرسوت کی
مگر آہ پائی نہ جڑ موت کی

غرض سب کو جھولی مین وہ ڈال کر
لیا راہ کھیڑے کا پھر زود تر

قدم شوق مین اُسکا ایسا اوٹھا
گویا توسن باد پیچھے ہٹا

رانجھے جوگی کا کھیڑے کے جنگل مین پہنچکر گدہے کو اپنی کرامات دکھانا

پلا ساقیا بادۂ کامیاب
در آرزو ہاتھ آئے شتاب

نشہ کی مجھے جھوک ایسی دکھا
نظر آئے وہ کوچۂ دلربا

کیا کر فقیرون کے اوپر خیال
نہ کرتا رہا گر تو جنگ و جدال

نہین ہے نشہ کی چڑہائی کا خوف
مگر ہے تو ہے کچھ لڑائی کا خوف

پیالے تو دے مجھکو بھر بھر کے جام
نشہ مین چڑہتا دیکھ لون روم و شام

خبر کیا نہین ہے تجھے ساقیا
وداع ہو گرو سے جو رانجھا چلا

محبت مین وہ ہیر کی سر بسر — لپک کر چلا ہے بہت تیز تر
رہِ شوق مین بس وہ ایسا اڑا — ہوا سے ہوا کا ہوا دم ہوا
یہ منزل شیون قسم ہوتی تھی پار — اگر راہ مین پاؤن دیتا پسار
ہوئی جب کہ طے راہ دور و دراز — تو کھیڑے کے جنگل مین لے دلنواز
ملا اُس کو چرواہا پوچھا اُسے — کہ کھیڑا نگر کس قدر دور ہے
کہا ہے یہ کھیڑے کا جنگل تمام — وہین کا یہ ریوڑ ہے اے ذی مقام
ذرا آپ آرام فرمائیے — گھڑی دو گھڑی مین چلے جائیے
گڈریے کی جوگی وہ سُن گفتگو — لگا بیٹھا آسن وہین رو برو
خدا جانے کیا دل مین کچھ ٹھان کر — کہا اُس نے جوگی تو پہچان کر
عبث ہیر کے گرد پھرتے ہو تم — شباہت مین رانجھے سے ملتے ہو تم
لگا جانے کیا تم کو وسواس ہے — جوانی کا ابھی کیا ناس ہے
نہ ہون زور مین آپ رستم سے پست — بنے کس لئے آپ یون تنگ دست
ہنر کوئی کیون تم نے سیکھا نہین — کہ ملتا تمہین زیور و زن زمین
نہ کیون آپ سے ہل چلایا گیا — وہ گلہ مویشی چرایا گیا
تم آئے تھے ہمراہ ہیر سیال — مجھے خیال آیا ہوئے سات سال
گیا عقل کا ملک تاراج ہو — گئے اس قدر تم جو محتاج ہو
کدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے — دیا ہیر سے بات ٹھہراؤ گے
بندھی ہے یہ گانی تمہاری کہان — دیا کھونے سید کو آئے یہان

رانجھے جوگی کا جواب

دیا پھر یہ رانجھے نے اُس کو جواب — ایالی نہ کر ہم سے باتین خراب
نہین کیا خبر کون ہے سیال — گڈریے ذرا بول تو منھ سنبھال
نہ سید سے ہے ہم کو کوئی دشمنی — ہری ہر بھجن کو ہے گانی بندھی

کیا ہم کو حق نے ہے یون تندرست
عبادت مین جب ہون نہ ہوجاین سست

سدا عشق کا ہل چلاتے ہین ہم
مواشی دنیا چراتے ہین ہم

نہ ہم کو گورکھ سے پہنچا ہی
سدا اُس کے دھندیے پہ چھاپین جی

نہ کچھ عقل کا ملک تاراج ہے
لقب جب ہمارا جگت راج ہے

ضرورت نہین کچھ ہمین تخت کی
کہ ہر ایک کہنے لگا شاہ جی

نہ حاجت ہے استقلال کی ہم کو مگر
پھرین ہین ہمیشہ نگر در نگر

رانجھے جوگی کی کرامات

گڈریا تو باتون مین تھا لگ رہا
جھکے تھا اُدھر اُس کا ریوڑ کھڑا

تو اک بھیڑیا ناگہاں آن کر
اُٹھا لے چلا ایک بکری مگر

جو دیکھا گڈریئے نے بھیڑے کی اور
بچارا مچانے لگا پھر وہ شور

لگا کہنے جوگی جی کرپا کرو تُو
چھڑا دو جو بکری تو اچھا کرو

سنا جب یہ جوگی نے با درد و تاب
تو چٹکی پڑھی خاک کی بے شتاب

سوئے گرگ وہی اُس نے فوراً اڑا
لگا اس کی تاثیر سے بھیڑیا

نہ آنکھون مین اس کی رہی روشنی
وہ بکری بھی پھر آخرش چھوڑ دی

گیا گرگ کے پاس رانجھا شتاب
مگر دل مین کھاتا چلا پیچ و تاب

کہ یہ گرگ سیدے کا ہم وصف ہے
بڑا ہی حریف اور کم ظرف ہے

وہ بچپن سے تھا ہیر کو لے گیا
یہ ریوڑ سے بکری کو تھا لے اڑا

گڈرے کو بھی رنج اس نے دیا
بچارا کھڑا ہے وہ غمگین سا

سمجھ اپنے دل مین یہ اور طیش کھا
لیا جھٹ پکڑ اُس نے وہ بھیڑیا

لئے دانت بھی اُس کے چمٹے سے توڑ
دیئے کان بھی اُس کے دونو مروڑ

اُسی دم دبا کر اُسے زیر پا
جھٹکا لگا اک دو پارہ کیا

کیا پھر یہ رانجھے نے دل مین خیال
اسی طرح سیدے کو دون گا مین ٹال

چھڑاؤں گا پھر اُس کے پنجے سے ہیر
چلاؤں گا بڑا ایسا حکمت کا تیر

کئی رہ کے لئے دیکھی کرامات جب
گرا پاؤں میں آن کر بے سبب

رانجھے جوگی کا کھیڑے میں داخل ہونا

غرض پھر وہاں سے جو رانجھا چلا
تو کھیڑے میں فی الفور داخل ہوا

الکھ کی صدا دینے لگا پھر وہ دھوم
ہوا گرد لڑکوں کا اُس کے ہجوم

لگے پوچھنے اُس سے لڑکے تمام
کہ آئے ہیں جوگی کہاں سے مقام

لیا ہے بھلا کس کی خاطر یہ جوگ
کہاں کا جنم ہے وہ کون لوگ

اجی کس لئے تم نے کپڑے رنگے
اجی کیوں بھلا آپ جوگی بنے

یہ بھسم کس کے کارن رمائی بھلا
یہ کیوں آپ نے مرگ چھالا لیا

لیا کس لئے آپ نے سپنا
دھری کیوں ہے یہ دوش پر گل صفا

یہ جھولی بھلا تم نے ڈالی ہے کیوں
بغلی بھی تم نے سنبھالی ہے کیوں

بھلا کس لئے تاد یوں کی یہ لی
ہے کیا فائدہ اُس سے یہ کہیں بھی

مگر رانجھا دیتا نہ تھا کچھ جواب
وہ سمجھا خموشی میں ہے اب ثواب

کہ یہ سارا لشکر ہے شیطان کا
نہیں بولتا ان سے ہرگز روا

رانجھے کا کنوین پر بستر لگانا اور کھیڑہ کی لڑکیوں کا رانجھے جوگی پر شیفتہ ہونا

ہوا پھر جو آگے کو رانجھا روان
نظر دور سے اُس کو آیا کنوان

یہی اپنے دل بیچ کرکے خیال
کہ شاید چلی آوے ہیر سیال

کمر سے وہیں کھول کر بوریا
جمایا کنوین پر وہیں بسترا

لگی آنے پھر لڑکیاں غول غول
بغل میں گھڑے اور ہاتھوں میں ڈول

جوانان غنچہ دہن گلبدن
حسینان جوبن بھری سیمتن

دھری اینڈوئیاں وہ یوں سر اوپر
کہیں سانپ بیٹھے کہیں زر اوپر

حقیقت مین وہ حسن کی کان تھی
جبھی سر پہ سانپون کی کنڈلی لگی

غضب چوٹیان تھی وہ اُن کی بلا
کہ موباف کا سر زمین سے لگا

نزاکت مین اور بانک پن مین ستم
غضب ڈھاتے ہے سینے وہ نارنگی خم

نفاست لطافت مین رشک چمن
لگی پانی بھرنے جو وہ گلبدن

کنوین مین وہ یون اپنا پھینکین تھین ڈول
دل چاہ بھی جس سے جاتا تھا ہول

ڈلک پر شنا کیا وہ کھڑکا ہوا
گویا دلو ہی چاہ مین گر پڑا

کنوین کا جو پانی گیا دل مین کانپ
بنا جانتی تھین وہ رسی کا سانپ

وہ بھر ڈول کھینچین تھین انداز سے
کہ ہر جھونک پر اُن کی دل بھی نکلے

پڑی جب کہ جوگی پر اُن کی نظر
ہوئین پانی پانی وہ سنگین جگر

لگین کہنے آپس مین وہ مہرخان
کہ جوگی جو بیٹھا ہے یہ اب یہان

خدا جانے اس پر پڑا کیا جوگ
بچارے نے جانے لیا کیون یہ جوگ

کہے کوئی کچھ اس کا کھویا گیا
جبھی دل سے دنیا سے دھویا گیا

کہے کوئی ماں باپ نے مار کر
نکالا اسے یون پھرا دربدر

کہے کوئی ماں باپ اسکے مرے
اسی واسطے ہے یہ دردر پھرے

کہے کوئی اس کا گیا راج چھن
جبھی تو یہ پھرتا ہے یون رات دن

کہے کوئی جورو کا مارا ہوا
پھکے سے ہے یون خوار ہوتا سدا

نہین گھر مین گھسنے وہ دیتی کہین
پھرے ڈھونڈتا ہے یہ دو گز زمین

کہے کوئی جورو گئی اس کی مر
جبھی تو یہ پھرتا ہے یون دربدر

کہے کوئی آؤ تو پوچھین اسے
کہ جوگی ہے کس بات کا غم تجھے

نہین حسن مین کوئی اس کا نظیر
مگر ہے تو ہے وہ سیالے کی ہیر

چلی آئین نزدیک رانجھے کے سب
نمسکار جوگی لگین کہنے سب

نمستے کہے کوئی جوگی کو آ
ہمین تو ہے جوگی ترا آسرا

کوئی بولی جوگی جی آدیس ہے
نیا جوگی نہ بولی کوئی بھیس ہے

کوئی کہتی کیون جوگ تم نے لیا
بھلا اپنی کایا کو کیون دکھ دیا

کوئی بولی کیون یہ ملی ہے بھبوت
کوئی بولی جوگی جی دو مجکو پوت

سبھی پاس اولاد ہے ہر کہین
مرے پاس سنتان کوئی نہین

کوئی بولی بیراگ کیون لے لیا
بیراگن کو دل اپنا کیون دیدیا

کوئی بولی کیون مرگ چھالا یہ لی
کہین مرگ نینا کی ہے لو لگی

کوئی بولی یہ مونج کا تاگڑا
اری دیکھ تو جن کوئی اژدھا

کوئی بولی لنگوٹ باندھا ہے کیون
یہ دھوتی کرو تیڑ ہین تم کو دون

کوئی بولی جوگی نہین چور ہے
کن انکھیون کا اُسکی برا طور ہے

کوئی بولی کیون لی ہے یہ گل صفا
کیا کس لئے تم نے بلبل خفا

کوئی بولی جوگی بڑا ہے اصیل
حیا ہی سے کرتا نہین قال و قیل

کوئی بولی ہان ہان بڑا ہے شریف
نہ سیدھے سے کا نکلے کہین یہ حریف

کن انکھیون سے ہے جو ادھر دیکھتا
یہ مطلب سے ملے پھیر پانی کو آ

کوئی بولی کیا پھیر سے اس کو کام
یہ جوگی نہین لیتے عورت کا نام

کوئی بولی جوگی ہے یہ نوجوان
نہین شان کا اس کی کوئی بیان

کوئی بولی جوگی جی دو کچھ جواب
محبت مین ہین آپ کی ہم خراب

مگر جوگی چپ چاپ بیٹھا رہا
کسی کو نہ زنہار پاسخ دیا

لگی کوئی کہنے کہ جوگی جی سن
ہمین پر ہے گردان یہ چرخ کہن

ہے داغی ہمین دیکھ بدر منیر
ہمین سے ہے روشن یہ مہر منیر

یہان سے ہے پیدا ہمہ چھوٹا بڑا
تجھے کیا ہوا کیون نہین بولتا

کسی کو تو ہم ہین سے کرنے قبول
جو دنیا کی لذت سے ہے کرنے حصول

ترے وصل سے ہم جو خوش حال ہون
تو منزل ہین تیری ہم انزال ہون

کہین بیٹھ پھر سب وہ سینون کو کھول
دکھانے لگی چھیر کچھ گول گول

کہے کوئی نارنج کوئی انار
مگر واقعی تھا کچون کا ابھار

دکھائی کوئی اپنا محل سے سپیٹ
کوئی بولی شاید یہ گون گا نہ ہو
جو تھا گون گا بھرا جبھی تو غریب
کہے کوئی اندھا بھی ہوگا ضرور
نہین توجہ ہم اس کی آتی نظر
اسی وقت لینا بغل بین ہین
مگر اب نہین کوئی اس کا پتا
کوئی بولی پوچھو یہ گون گا نہین
کوئی بولی جوگی نرالا ہے یہہ
یہ مطلب کہ تا سب رہین یان کھڑی
لئے دور جا اپنے لہنگے اٹھا
وہان سے پلٹ پھر وہ آئین شتاب
کوئی بولی کیون اس کے پیچھے پڑی
وہ بولی کہ واری تو ہو چل سے حچنے
کوئی ناز و غمزے دکھانے لگی
کوئی کہتی ہے یہ کوئی باولا
نہین اب تلک اس کی شادی ہوئی
کوئی بولی یہ سب خبردار ہے
سمایا ہے دل بیچ اسکے یہ ڈر
مگر ہم نہ چھوڑین گی پکڑے بغیر
لئے پاؤن جوگی نے اپنے سکیڑ
مٹے دل مین ہے عشق ربّا قدیر
اٹھو تم مرے پاس سے دور ہو

گئی کوئی رانجھے کے سر کو گئی ہی لپیٹ
کہے کوئی دیکھو یہ بہرا نہ ہو تو
تھکے ہے یہ در در ارے کم نصیب
سراسر ہے یہ موسیقی کا قصور
تو کیا ہم کو چھوڑے تھا یون دور تر
سدا رکھتا اپنی بغل مین ہین
خدا جانے کیا روگ اس کو لگا
بجاتی تھی پونگی سنی ہر کہین
نیا ڈھنگ اس نے نکالا ہے یہ
یہ کہکر بناوٹ سے سب چل پڑی
دکھانے لگین پنڈلیان گل صفا
لگی کہنے جوگی سے بو بو جناب
چھواوے گا سر مین یہ جوگی جڑی
ہے جوگی کی جوگن تو بننا تجھے
کوئی پاؤن پڑ پڑ کے جانے لگی
سماگم کی لذت نہین جانتا
مزے سے ہے بس بیخبر یہ ابھی
چتر تر بھرا ہر دہ ہشیار ہے
کہ پردیس مین لے نہ کوئی پکڑ
دبانے لگین پھر وہ جوگی کے پیر
کہا دور ہو مجھسے کیا گو بہت کہیڑ
نہین بولتا تم سے تم ہو شریر
سماگم اگر تم کو منظور ہو

اٹھو تم مرے پاس سے اس گھڑی / نظر ہے بدی پر تمھاری چڑھی

گرو کا ہے اُپدیش مجھکو یہی / نہ بولون گا مین عورتون سے کبھی

مگر ہان جو مجھکو کرے کوئی تنگ / تو لاچار ہون بولتا اسکے سنگ

اُٹھو بس اُٹھو مجھکو تم چھوڑ دو / ارادہ جو بد ہے اُسے توڑ دو

کہا ہم نہ جائینگے ہرگز کہین / ترے پاس بیٹھی رہین گی یہین

رہین گی تری ساتھ مشغول ہم / گئی اپنا گھر بار بھی بھول ہم

ہماری تجھے بات خنطل ہوئی / محبت مین ہم تیری منزل ہوئی

شگوفہ نیا جب یہ دیکھا کھلا / سمجھکر یہ دل بیچ رانجھا اٹھا

کہ ہین عورتین سب یہ فتنہ فگن / گویا ہیر کے حق مین ہین راہزن

نہین ان سے مشغول ہونا بھلا / کہ ہے عشق مین فسق کرنا برا

گئی لڑکیان پھر وہ لاچار ہو / نہ اُن کی جو پوری ہوئی آرزو

لڑکیون کا مایوس ہو کر اپنے اپنے گھر چلے جانا اور اپنی مان سے جوگی کی تعریف بیان کرنا

اُٹھا کر گھڑے چاہ سے چل پڑین / وہ گھر جا کے ماؤن سے کہنے لگین

کہ جوگی کوئی آج آیا نیا / رکھی ہے بھبوت اُسنے تن پر رما

کہ حسن اپنا ان چھپاتا ہے وہ / بھبوت اس لئے ہی رماتا ہے وہ

مگر پھر بھی حسن اُس کا چھپتا نہین / بھسم کے بھی پردہ مین رکتا نہین

یہان تک ہے وہ حسن مین بے نظیر / کہ غیرت مین ہے دیکھ مہر منیر

کوئی اُسپہ شاید مصیبت پڑی / گرو ہی کا لیتا ہے نام ہر گھڑی

گلے مین ہین اُس کے پڑی سیلیان / دو کانون مین ہین مندران سیلیان

نہ جانے کیون اُسکے چھپے ہین گیان / کسی کو نہین اُس سے پہچانیان

خدا جانے کس کا بنا وہ غلام
خدا جانے کیوں اس نے چمٹا لیا
ہرن کے لئے سینگ کو ناد وہ
عجب اسنے پونگی بجائی بہان
پٹے کیس اس کے ملنگوں سے لوہ
ہرن کی جو ہے کھال وہ لا کلام
اور اک ہاتھ مین اس کے ہے اور چیز
جو پوچھا کہ ہے سادھو یہ چیز کیا
نہین ایک تارا وہ کہتا اسے
دھری سر پہ اسکے ہے ٹوپی عجیب
ہے اک اسپہ رومال جو خوشنما
جو کانون مین مندران ہین اسکے پڑی
اور اک اسپہ تلوار بھی خوب ہے
جو تھا اسپہ اندھون کا وہ دور نسما
وہ ہوتی ہے لکڑی کی جو بھاوڑی
کھڑاوین جو ہوتی ہین وہ پیر کی
وہ جوتا بھلا کیون پہنتا نہین
کسی دن جو پاؤن سے گر جائے گا
گلے اس کے تسبیح ہے رتیون کی
اور اک ہاتھ مین اسکے ترسول ہے
مصلےٰ بچھا کر پڑھے تھا نماز
بہت دیر پھر اس نے ہو حق کیا
خبر کیا تھی کچھ اس کے دلمین طلب

لیا ہے جو حلقہ بگوشی کا کام
بھلا وہ بیراگن کو کرتا ہے کیا
بجا کرکے کرتا ہے فریاد وہ
ہے یہ دیکھتے سارے پیر و جوان
بھسم ان مین دیکھی جو کی ہے غور
تو کچھ مرگ چھالا سا لیتا ہے نام
بجاتا تھا انگلی سے وہ اسکو نہین
تو کچھ کنگ سا نام اس کا لیا
وہ مرغوب خاطر ہے رہتا اسے
کہے ہے خضر سے ہوئی تھی نصیب
کہے ہے شکر گنج نے تھا دیا
تو کہتا ہے شہباز نے تھی یہ بھی
کہے ہے بخاری نے دی تھی مجھے
تو بولا یہ ہے زکریا کا عصا
کہے گل صفا اس کو وہ باوری
چرن سکھ بتاتا ہے ان کواری
چرن سکھ پہ چلتا ہے جو ہر کہین
کسی کے دوارے وہ مرجائیگا
کر اس نے لئے تلسان کی مالا بھی
مسلمان ہو کر یہ کیا بھول ہے
کرے تھا خدا سے وہ راز و نیاز
بڑی دیر تک اس نے مانگی دعا
بہت گڑگڑاتا تھا وہ پیش رب

لگا پڑھنے تسبیح پر سبحان حق
کبھی کچھ پڑھے اور کبھی کچھ پڑھے
کبھی اونگھے و بیٹھے اور ہو کھڑا
کبھی پانی چلو مین لے کر نہا
نہین آنکھین اُس کے اوپر ہنسی
پلایا نہ پر اُس نے پیچ کتا ہین
کہان سے خدا جانے آیا ہے وہ
وہ جس وقت بستی مین آکر گھسا
بہت دیر اُس نے جگائی الک
کنوین کے جو نزدیک آیا وہ پھر
سر پیٹتا آگیا اور روتا رہا
چھپایا اُسے پھر یہ آئی امنگ
بہین اُس نے لگے وہان ہشیار
چھپاتا رہا اور لگاتا رہا
بچا گا کے پھر بھی وہ رونے لگا
نہین اسکا کچھ بھید پاتا ہین
اُسے لڑکیون نے کہا عیب دار
کہا اُن کی ماؤن نے چپ ہو رہو
بڑی شان کا ہے وہ جوگی اودھوت

بہت یاد تھے اسکو اپنے سبق
کبھی اک ٹنگا ہو کے آگے بڑھے
وہ سورج کو تھا ہاتھ بھی جوڑتا
ارے اُس نے کپڑون پہ چھینٹا دیا
جہاں دیو کی جب وہ پوجا کری
بہت کچھ دئے اُسنے چپ تب یہین
کہ ہر ایک کے دل کو بھایا ہے وہ
گرو ناتھ کا نام اُسنے لیا
گویا باپ کی سب بتائی الک
دکھائی نہین اُس نے کچھ اور رسم
خدا جانے کیا اُس کو ہوتا رہا
بجانے لگا ہاتھ مین لیکے کنگ
الک کا رو و پک کی کرکے بچار
کنوین والیون کو رجھاتا رہا
کسی نے نہ مارا اُسے کچھ
نہین بات من کی بتاتا ہین
مگر پھر بھی بولا نہ وہ زینہار
کسی سے نہ یہ بات ظاہر کرو
کسی راجا پرجا کا ہوگا وہ پوت

جوگی کا تیجن مین الک جگانا اور سہتی کا جوگی سے کنٹھا چھین نا اور ہیر کو جوگی کی خبر ہونا اور لڑکیان بھیجکر بلوانا مگر جوگی کا نہ آنا۔ لڑکیون کی مار پیٹ پھر جوگی کا ہیر کے دروازہ پر الک جگانا۔ سہتی اور جوگی کی تکرار ہیر کا دیدار چھپنا بکھنا وغیرہ

کدہر ہے تو اے ساقی دریہ سال — دکھادے کہین اپنی ہستی کی چال
پلادے کوئی ساغر پر خمار — کہ گردش کرے گردش روزگار
تجھے میکدہ مین جو آیا ہون مین — یہی دل مین ارمان لایا ہون مین
تری بزم مین ہوکے خاطر مدام — پیون خوب جی بھر کے الفت کا جام
خوشی سے پلادے تو احسان ہے — نہین تو یہان اور بھی ہمیان سب
بچاکر نظر سے تری ساقیا — سبھی پو تلین دون گا دم مین اٹھا
ملا ہاتھ سے وقت یہ جب یہ شاق — پلادے یہ کاسا و باق
اٹھا جب وہان سے وہ رانجھا فقیر — نہ تھا پر نظر اُس کو دیدار ہیر
گدائی کی خاطر ہوا وہ تیار — کہ تا دیکھ پاتے وہ دیدار یار
مگر اُس کے دل مین یہ آیا خیال — نہ کر پہلے تو ہیر کے گھر سوال
کہ شاید کوئی شخص پہچان لے — اور عاشق تجھے ہیر کا جان لے
تو آفت پڑے اور سختی بنی — نہ جائے رہے جان سے شاید تری
اُدھر تو ہو فرقت مین یون جان کنی — اُدھر ہیر کے دل پہ گذرے قلق

مقدمہ

یہان عاشقو غور کی ہے یہ جا — کہ ہے عشق نے کیا کیا ہے بپا
ہزارا کہان جھنگ سیالا کہان — تجا کون رانجھے کو لایا وہان

یہی حضرت عشق لائے اسے
چھڑا کر بچارے کی سب بہتری
کہ چہروالگی پر اسے خوش کیا
وہ سردار تھا پائے پال کیا
نہ دی اُس کو چہروالگی پہ بھی چین
غضب ہے غضب اُس کا وہ یار غار
عزیزہ تھی ہیر اس کی دی غیر کو
دیا اب بچارے کو جوگی بنا
یہی تو ہے اِس عشق کی ٹیڑھی کھیر
کسی کا نہین چھوڑتا یہ کمان
کر دیا وشاہِ سکندر کا حال
دکیا عشق زن مین ہوا وہ خراب
بہت منزلِ عشق مین ہے بلا
خوشی ہے سدا اِس کی رنج و الم
رہِ عشق مین ہین ہزارون عذاب
جنون بے خودی گریہ نیم شب
قلق اور طپش اور دیوان گی
ملول اور محزون رکھتا ہے یہ
کرے عاشقون کو یہ آزردہ دل
کہان تک کرین اس کی تعریف ہم
نہین چین دیتی رسیدہ دلی
چشمِ حقیقت سے دیکھا اُسے
[illegible]

جھگڑے نہ کیا کیا دکھائے اُسے
دلائی اُسے ہائے یون کہتری
سدا ان مین بھینسین چگاتا رہا
ہزار ا بچارے سے خالی کیا
کیا عین کو ایک نقطہ مین غین
کرے حیف یون اس کے پہلو سے عار
کرو غور تم عشق کے پھیر کو
غمِ ہیر مین یون بروگی بنا
کرے شاہ کو ایک دم مین فقیر
ہے عاجز شہِ ہفت کشور یہان
ہوا عشق زر مین وہ یون پائمال
نہ کیا ملک گیری مین کھینچے عذاب
ستم پر ستم ہے جفا پر جفا
اٹھانے پڑے آہ ہمسون کو غم
بہت آفتین اور رنج و عتاب
تقاضائے وحشت کا ٹوٹے غضب
یہ حالت کہ اپنون سے بیگان گی
غمگین اور محزون رکھتا ہے یہ
پشیمان پریشان اور پا بگل
کہ فرصت نہین دیتا لکھنے کی غم
یہ سوغات ہے ہم کو جیسے ملی
تو دکھائے کچھ اُسنے جلوے نئے
نہ عاشق نہ معشوق ہے عشق ہی

مگر اہل ظاہر کے نزدیک ہان — بہت کچھ ہین حضرت کی نیرنگیان
ہے محنت وخواری وذلت حذر — زبس انتظاری ہین ہو دردسر
نہ کھانا نہ پینا نہ سونا یہان — مگر ہے تو ہے غم مین رونا یہان
سدا آہ بھرتا ہے دل سوز سے — سدا ہے فغان اس غم اندوز سے
اگر ہو نہ ملنے کی کوئی سبیل — کہا اس کو کر اب تو صبر جمیل
تسلی کو عشاق غمناک کی — نظیرین بہت اسنے مضبوط دی
کہے ہے کیا صبر ایوبؑ نے — بتایا کیا صبر یعقوبؑ نے
کہا پھر زلیخا جو صابر رہی — جبھی تو وہ یوسف سے تھی جا ملی
کیا صبر یوسفؑ نے بھی تھا کیا — یہ معنے ہوا مصر کا بادشاہ
کہا پھر کیا صبر فرہاد نے — کہا پھر کیا صبر شداد نے
کہا پھر کیا صبر بلقیس نے — سلیمانؑ جبھی تو آے ملنے
کہا پھر کیا صبر تھا قیس نے — کہا پھر کیا صبر آدریسؑ نے
جتایا وہ جب اسنے صبر حسینؑ — نہ آوے گی تا مرگ بھی دل کو چین
کہا پھر کہا خالق العالمین — ہے تحقیق اللہ مع الصابرین
مگر صبر عاشق سے ہوتا نہین — وہ اس آتش غم مین سوتا نہین
یہان انتظاری کا ہے نام صبر — یہ ہے حضرت عشق کا اور جبر
کہان تک لکھون عشق کی واردات — سناتا ہون اب تم کو جوگی کی بات

رجوع بقصہ جوگی

غرض جوگی پھرنے لگا گھر بہ گھر — الکھ تھا جگاتا وہ لیس در بدر
کہے تھا کوئی جگ میرے کی وو — بھلا ہو تمہارا اری مائیو
رہو شاد دائم بفضل خدا — رہین جیتے سائین تمہارے سدا
تمہارے کماؤ رہین خیر سے — دکھڑا اسے ہے یہ در بدر گدا دیر سے

خدا کے لئے دیر کچھ مت کرو
جو حاضر ہو درویش کو بھیج دو

جو جوگی کا سنجوگ آکر کھڑا
پلایا کسی نے اُسے لا مٹھا

کوئی دیتی بھی خوان بھر کر اُسے
کوئی دیتی تھی شیر و شکر اُسے

کوئی دیتی حلوا کوئی چورما
کسی نے کھلایا اُسے قورما

کسی نے پلاؤ دیا قاب بھر
کسی نے کھلایا اُسے مزعفر

کوئی بولی در پر کھڑا رہ فقیر
ترے واسطے اب میں لاتی ہوں کھیر

کسی نے کہا شام کو آئیو
چپاتی کوئی پان سے لے جائیو

کسی نے دیا اُس کو پوری کڑاہ
کسی نے کہا ٹھیرو آتی ہوں شاہ

مرے پاس دو ورقیاں ہیں رہی
ہمیں آسرا ہے تمہارا اجی

کوئی بولی چل دور ہو اے فقیر
نہیں تو ابھی تیرا پوچھوں گی پیر

کسی نے بچارے کو دی گالیاں
کرے ٹھٹھا کہ جوں سالیاں

اسی طرح پھرتا تھا وہ دربدر
اُسے چرخہ گاہ ایک آئی نظر

بہت لڑکیاں واں پہ موجود تھی
کلائی جھکا کر جو تھیں کاتتی

تعریف چرخہ گاہ یعنی تنجن و آرائش و زیبائش دختران

لکھوں کیا بیاں اُن کے تنجن کا یار
جسے دیکھ گردش میں ہو روزگار

سنا یہ چھپر میں ہیں زمین آسمان
مگر ایسی گردش انہیں بھی کہاں

نظر کی بھی گردش ہے مشہور گو
مگر ایسی گردش اُسے بھی نہ ہو

سنا اور دیکھا بگولہ کا حال
مگر ایسی گردش نہیں لامحال

یہ دیکھا کہ پھرتے ہیں شمس و قمر
مگر ایسی گردش کہاں اُن اوپر

جمع تھی وہاں لڑکیاں نوجوان
زبس حسن نمکین و شیرین دہان

کسی عقل عالم کی چکر میں آ
سنا جس نے اس کو وہ لٹو ہوا

کہ تھی [illegible] گالوں پہ زلفیں چھٹی
کچیں تھی وہ سینوں کی ابھر اٹھی

اگر حسن کی اُن کے دون کچھ مثال
لگا لین اگر پردہ پوشاک مین
حقیقت مین رشک پرستان تھین
یہ ادنیٰ نزاکت ہے بس اُن کی یہ
نزاکت بھلا جن کی ہو اس قدر
پھر اُس بے پری مین بھی وصف تھا
نہین تو پرون کی دہان کیا کمی
نہین حسن کا ان کے ہوتا بیان
کوئی مہ جبین ماہ پیکر کوئی
کوئی نورتن رشک بدر منیر
کوئی سرو قامت و گل آب قد
تھی سیب ذقن کوئی رشک چمن
جو اک لخت چہرون پہ ڈالو نظر
کوئی موتیا کی طرح کھل کے یار
دہن اون کا دیتا تہا غنچہ کو جل
تھی گفتار شیرین کوئی قند لب
کسی نے جو لی ناگنین سر چڑھا
مجھے خال رخ سے یہ پہنچی خبر
کسی نے نکالی جو سیدھی سی مانگ
کوئی چاہ غبغب سے چاہ مین
غرض ایک سے ایک چڑھتی ہی تھی
وہ بیٹھی تھی پیڑھے بچھانے ہوئے
وندا سہ کا وہ رنگ ہونٹون پہ لا

ابھی جا ئین پریون کے جھڑ پر و بال
تو ملجائین پریان ابھی خاک مین
نزاکت لطافت مین شایان تھین
کہ دشوار یون کا تھا ان کو بار
ہے ممکن کہان لین اٹھا بار پر
کہ دیتی تھین کتنون کو بے پر اڑا
جما ئے تھے تیر نظر مین سبھی
وہ مہتاب پیکر تھین مہا بیان
کوئی ماہ سیما تھی اختر کوئی
کوئی اپنے عالم مین تھی بے نظیر
صنوبر صفت کوئی شمشاد قد
تھی نسرین کوئی اور کوئی نسترن
کھلے پھول گل آپ کے بیشتر
دکھائی تھی دانتون کی اپنے بہار
گویا گال سے گل بھی کھاتا تھا گل
کرے ایک بوسہ مین جو بند لب
وہین اُس نے رخسار اُس کا ڈسا
کہ ناگن کے ہے دانت کا یہ اثر
لیا راہ چیتون کے بھی دل کو مانگ
گئی بیٹھ دہلیز کی راہ مین
کہ عشوہ و غمزہ مین بڑھتی ہی تھی
لگا کر حنا پان کھائے ہوئے
کوئی ناز سے یون گئی تھی

دھرے انکے آگے تھے چرخ عجیب
تھے تا بہ کہ وہ قول معشوق کی
مرصع تھے جڑتے جواہر عجب
کرین اُس چھپرو کی تعریف کیا
وہ ہتھڑی سبک رنگ اچھا لگے
وہ پیڑھی جواہر جڑی بے شمار
پڑی کھینچ وہ پیڑیوں مین غضب
وہ کھوٹے بڑے چھوٹے چند ملے تھے
چلے کیون نہ عاشق کو جلدی بھلا
وہ گاڑی کا چرخہ بھلا کیون نہو
چلے کیون نہ چرخ مین نکلا بھلا
ابھی تک نہین دوک مین بل پڑا
ابھی پونیان پھر تو چپلی ہوئی
کوئی گیت گاتی تھی سنتی کوئی
کوئی تھام چرخ کو کرتی تھی رقص
جو جوگی نے تیتن مین دیکھا مزا
پڑی لڑکیون کی جو اسپر نظر
کہ دیکھو تو جوگی کی صورت ہوا
اری دیکھو دیکھو ہان کر ذرا
اری حسن دیکھو - تو کیا خوب ہے
سنو تن والیون سے سنا اسکا حال
اری ہو نہ ہو ہے یہ راجا کا پوت
لگین کہنے سب ہوکے وہ یکزبان

ہو گردان جنھین دیکھ چرخ غریب
فدا جن پہ عاشق کی سرگشتگی
بنی لاٹھ مرجان کی شاخ سے
گویا نور شمس و قمر کا وہ تھا
جو دیکھے نظر بھر کے ہتھا لگے
جو دیکھے تو اک لخت ٹپڑا ہو یار
لیا کھینچ مست جمر اور مہ کا سب
جھنک مین پڑی بال انداز سے
کہ مالک ہے الفت کی وہ پیڑ کا
اٹھاتا ہے جو عشق کی بال کو
پڑا جھوپ ہے سامنے چاہ سا
نہ شاید کسی کا ہے دامن اڑا
وہ رکھ اپنی کتنی مین چپلی ہوئی
کوئی سوانگ لاتی تھی ہنستی کوئی
کہے کوئی آجائے گا کوئی شخص
الگ کے دہلیز پر دی جگا
لگی کہنے آپس مین ایک آہ بھر
ہے کیا حسن کیا شان کیا مرتبہ
رہا ہے یہ اک سینگ سا کیا بجا
بہت ہی یہ محبوب ہے خوب ہے
کسی کا نہین اس کے دل مین خیال
نہ دیکھے کبھی ایسے ہم نے ادھوت
کہ جوگی کرو اپنی کر پاسبان

کہے کوئی جوگی جی آؤ ادھر | گرد اپنے چیلون سے روشن چگھر
پرا جو بہین اپنی کر کے دیا | بہت پیچھے چلے آپ گوکل گیا
مگر آنکھ جوگی کی اُس آن مین | لگی تھی کسی اور ہی دھیان مین
اُسے ہیر کا جو جھگڑا پڑا | کہ جیرنا سا جیہ اُس کا ہے ہل رہا
مگر آہ وہ اُس کی پون گی کو سن | گئی گھر چلی اپنے ماتھے کو دھن

سہتی کا جوگی سے کنٹھا چھینا

وہان ایک لڑکی تھی سہتی بنام | کہ تھی وہ نند ہیر کی لاکلام
حسین تھی وہ ایسی کہ دیکھا کرے | اگر حسن کا اُس سے لیکھا کرے
جو پڑتی تھی سر اُس کے سہتی تھی وہ | اسیواسطے نام سہتی تھی وہ
ولیکن بہت ہی وہ حراف تھی | حیا سے تو بالکل ہی وہ صاف تھی
حقیقت مین جوگی کی تھی بھاوجہ | جبھی تو اُسے مسکرا کر کہا
کہ جوگی یہ کنٹھا دکھا دے مجھے | دکھا کیا ہے بالکہ پہنا دو مجھے
دیا پھر یہ جوگی نے اس کا جواب | اگر دے سبھی تجھے یہ ہندوستان سب
اگر دو کی نشانی نہ دون گا تجھے | چھپا اپنی جھولی مین لون گا اسے
اُسی وقت سہتی نے مستی دکھا | ستم ہے کہ وہ چھین کنٹھا لیا
کہا پھر یہ جوگی نے اے بے تمیز | یہ کنٹھا تو ہے میرے دل کا عزیز
نہین ہے یہ تجھے یہ کسی کام کا | اگر ہے تو ہے مجھے آرام کا
کہا اُس نے بس جاؤ بابا جہان | رہے گی تمہاری نشانی یہان
کہا پھر یہ جوگی نے او بے ادب | یہ کنٹھا مرا دیجے جلد اب لا
اگر تو یہ کنٹھا نہ دے گی مجھے | اذیت بہت سی مین دونگا تجھے
پکڑ تیری چوٹی کو کھینچون گا مین | دو چھاتی پہ چڑھ تیری بیٹھون گا مین
دھرے ہین جو سینہ پہ یہ مشتے | انھین توڑ ڈالون گا تو دیکھئے

ہزارون ہی ایسی کھیلون گا مین
یہ کنٹھا غرض اپنا لے یون گا مین

جو گفتار جوگی پہ کی اُس نے غور
دیا پھینک سہتی نے کنٹھا بفور

لگی کہنے پھر اُس سے تیور بدل
تو جس وقت آوے گا تیرے محل

سمجھے خوب اُس وقت سمجھون گی مین
ترا حال بے حال کردون گی مین

سہتی کا ہیر کو جوگی کا حال سُنانا

ازان بعد سہتی گئی اپنے گھر
تو جوگی کی دی ہیر کو سب خبر

کہا تو تو وان سے چلی آئی تھی
مرے سر پہ آفت بھلی آئی تھی

ترے ہوتے جوگی جو آیا تھا وہ
مرے سر پہ آفات لایا تھا وہ

صرف ایک کنٹھے کے اوپر مجھے
بہت سخت الفاظ اُسنے کہے

مین احوال اُس کا سُناؤن تجھے
جو دیکھا ہے سب کچھ بتاؤن تجھے

دھری سر پہ پس اُس کے ٹوپی ہے ایک
لگی سیلیان سر پہ لاتا ہے بھیک

اور اک ہاتھ مین اُسکے ہے کھپرا
جگاتا الکھ ہے وہ گھر گھر پھرا

نہین ٹکڑے دانہ کی لیتا ہے بھیک
گرو نے جری اُس کو دی ہے یہ سیکھ

کہے ہے کہ دہ مجھکو شیر و برنج
دیا میدہ و روغن و قند و پنج

کبھی یہ جتاتا ہے وہ آرزو
جو چاہا ضرر ہو میری کرو رو برو

مگر بھید کچھ اُسکا پاتا نہین
وہ کچھ اپنے منہ سے بتاتا نہین

کہ کس واسطے وہ بنا ہے فقیر
مصیبت پڑی اُسپہ کیا سخت ہیر

شباہت مین رانجھے سے ملتا ہے وہ
بیراگن کے ساتھ پھرتا ہے وہ

سُنا ہیر کو قیس یہ واردات
اٹھی وان سے سہتی جتا کر یہ بات

کہا اے ہیر جوگی جو آیا ہے یان
کرون گی ترا اُس سے مین سب بیان

کہون میری بھاوج یہ بیمار ہے
اسے یا د اجی کیا اس کو آزار ہے

کہ اسنے دیا چھوڑ سب کاروبار
چھپر کھٹ پہ روتی ہے لیل و نہار

سنگھاؤ کوئی اس کو بوٹی جڑی ۔ دفع جس سے ہو اسکی سب ماندگی
یہ کہکر کے سہتی تو رخصت ہوئی ۔ مگر ہیر کو جس کے رقت ہوئی
اٹھا ہاتھ اور دل مین کچھ درد کھا ۔ لگی کرنے پھر ہیر حق سے دعا

مناجات ہیر

الٰہی الٰہی الٰہی الٰہ ۔ گدا ہین سبھی اور تو ہے بادشاہ
تو ہے مالک و خالق العالمین ۔ تو ہے حاجت ہمہ مسئلہ مستقر تین
بنایا ہے سب تو نے جذب سلوک ۔ ہین بندے تیرے سب بیعیب بیک
ترے ہاتھ ہے سب کا ہجر و وصال ۔ توہی دور کرتا ہے رنج و ملال
کوئی گو کہ کیسا ہی غمناک ہے ۔ عنایت تری ہو تو کیا باک ہے
ترا لطف جب شامل حال ہو ۔ دفع کیون نہ پھر غم کا جنجال ہو
مسبب توہے سب کے اسباب کا ۔ توہی سب کی ہمت کا حامی خدا
کہے تھی کبھی خاک پر رکھ جبین ۔ الٰہی بحق رسول امین
یقین ہے تری ذات سے یون مجھے ۔ ملاوے گا تو اس کو جون تون مجھے
کہے تھی کبھی یون کہ بار خدا ۔ وہ جوگی نہ ہو ہووے رانجھا مرا
کہین کر کے تکیے پے عمل ۔ گرو ناتھ سے جا ملا بے دخل
مرے واسطے جب وہ پالی بنا ۔ ہوا ہوگا جوگی بھی خستہ کیسا کیا
پڑی ہون گی کانون مین جب مندران ۔ تو اپنی دکھ نہ کیا اس کو ہوگا وہان
ملی ہوگی جب اسکے تن پر بھبوت ۔ تو کیا خاک غم سے نہ ہوگا ادھوت
ملا ہوگا جب گروان جو بانا اوسے ۔ تو کیا کہتا ہوگا زمانہ اوسے
گلے جتنے تھی جب ہو الفی پڑی ۔ نہ کیا موت روتی ہو آگے کھڑی
وہ کفنی کہ از بس کفن ہے کفن ۔ گرے کیون نہ افسوس ہے جسکے تن
کہین اس کی آئی مجھے آ لگے ۔ مگر یا الٰہی وہ جیتا رہے

مرے پیچھے اُس نے اُٹھایا ہے غم — مرے غم سے ہے ناک میں اُسکے دم
اُسے یوں لگے ہائے میرا بروگ — کہ لے غم میں میرے وہ یوں دھارا جوگ

لڑکیوں کا ہیر کو جوگی کے آنے کی خوش خبری دینا

کئی لڑکیاں آئیں پھر ہیر پاس — لگی کہنے اے ہیر ستا ہو اداس
اگر تجھسے رانجھا ہوا ہے جدا — یقیں ہے ملے گا تو کچھ غم نہ کھا
کہ جوگی یہاں ایک آیا ہے لال — ملے اُسکے رانجھے سے ہیں چال ڈھال
ہیں کانوں میں دو چھید جلتے پڑے — بہت بال ہیں اُسکے سر پر بڑے
بغل میں ہے جھولی تنبی پڑی — ترے روگ کی اُن میں ہوگی جڑی
اور اک ہاتھ میں اُسکے کچکول ہے — وہی ہے رکابی وہی ڈول ہے
اُسی سے تو پیتا ہے پانی مدام — اُسی میں ہے وہ ڈال لیتا طعام
ہے ماتھے پہ ٹیکا وہ سیندور کا — عجب ہے کہ کلمہ نبیؐ کا پڑھا
کسی سے وہ کرتا نہیں گفتگو — جو بولے تجھی سے بلا دیکھ تو
ابھی جب وہ بستی میں آ کر گھسا — گرو ناتھ کا نام پہلے لیا
بجایا جو پھر اُس نے سنکھ سے ناد — تو ہوتا رہا دل میں پھر وہ ہی شاد
بھبھوت اُس نے تن پر رمائی ہے لال — کئے سنگ گرو نے بتائی ہے لال
گرو سے اُسے جوت بھی مل گئی — بھاشی ہے رکھ من ہے شاید ولی
کرم لیکھ بھی جانتا ہے بچار — بتاتا ہے سب حال تفصیل وار
جو ٹک پوچھی پہ تیری وہ آجائے گا — پتہ تجکو رانجھے کا دے گا بتا
جو حال گذشتہ بھی پوچھے گی تو — سُنا دے گا سب تجکو وہ ہوبہو

جو رانجھے کو ملنا ہو درکار لال
تو کر لینا جوگی سے تو پیار لال

ہیر کا لڑکیون سے جوگی کو بلوانا

دیا ہیر نے لڑکیون کو جواب — بلا لاؤ جوگی کو اب تم شتاب
ذرا دیکھ یون مین بھی اس کا جمال — کیا کیون بھلا اُس نے اپنا یہ حال
ملا اُس کو رانجھا بھی میرا کہین ؟ — گیا جھنگ مین بھی ہے وہ یا نہین
اگر اُس کو رانجھا ملا ہو مرا — پتہ لیکے اس سے ملون اُس سے جا

لڑکیون کا جوگی کو بلانے جانا اور اُس کا نہ آنا

وہ جوگی جو تیجن سے رخصت ہوا — اُسی چاہ پر جا کیا بسترا
تو پھر لڑکیان نوجوان آ وہان — لگین کرنے رانجھے سے ٹھٹھلگو بیان
کہ بیٹھا ہے کیون چاہ کے متصل — کہین ڈوب جانے پہ آیا ہے دل
یا خواجہ خضر کا ہے کچھ انتظار — یہان پڑ رہا ہے جو پاؤن پسار
نہین تجکو بستی مین ملتی ہے جا — کنوین پر جو تو نے کیا بسترا
تجھے چودھرن ہیر کرتی ہے یاد — کہ بیمار ہے اب وہ حد سے زیاد
کہے تھی کہ جوگی کو لاؤ بلا — جڑی سے ہو اُس کی مجھے فائدہ
بہت اُس کی رہتی ہے حالت خراب — بلایا ہے اب اُسنے تم کو شتاب
بناوٹ سے جوگی نے اُن سے کہا — کسی چودھرن سے نہین کام کیا
مگر کام ہے اپنے گر پیر سے — ہون لاچار قسمت کی تحریر سے
تو پھر لڑکیون نے کہا مسکرا — کہ ہے ہیر سے کام کیا آپ کا
کہا اُن سے جوگی نے ہو پر غضب — سنا ہیر کا نام مین تم سے کب
ترے منھ سے گر پیر نکلا یہان — بنایا اُسے ہیر تم نے وہان
ڈرو دل مین خوف الٰہی سے کانپ — بھلا کیون بنائی ہو رسی کو سانپ
پھر اسنے مین کچھ لڑکیان اور آ — لگین کرنے جوگی سے درشن چھپا

کوئی آکے ڈنڈوت کرنے لگی
کہے کوئی حضرت سلام علیک
لگی کہنے ہے آپ کا کون دیس
لیا اس جوانی مین کیون تم نے جوگ
کہو تو کہ ہے آپ کی ذات کیا
کسی نے کہین تجکو طعنہ دیا
ہوا کس کے کارن بھلا تو فقیر
کہا پھر یہ جوگی نے ہو کر خفا
مری ساتھ ہے ہیر ہیری مدام
کہا لڑکیون نے یہ پھر مسکرا
تری ہم نے پائی ہے دلکی مراد
کہا اُس نے سہتی ہے وہ کونسی
کہا لڑکیون نے کہ جوگی جی سن
ترے ساتھ بچپن مین تھی وہ لڑی
محبت مین اُس کی ہوئی یون اسیر
کہا پھر یہ جوگی نے یہ بھی کہو
کہا لڑکیون نے کہ جوگی اتیت
برادر ہے سہتی کا سیدا بنام
کہا پھر یہ جوگی نے کیا ظلم تھا
کہا لڑکیون نے کہ ہم نے سنا
جو چوچک کی بیٹی تھی وہ جھنگ مین
کہین نام رانجھے نے اس کا سنا
ہوا غائبانہ اُسے اُس کا عشق

کوئی سیس چرنون مین دھرنے لگی
کسی نے دیا سر ہی قدمون مین ٹیک
مداری ملنگون کا ہی کیون یہ بھیس
کہو تو لگا تم کو کس کا بروگ
گرو کون ہے کس نے مارگ دیا
دیا بھاوجون نے نکالا دیا
دیا چاہتا ہے تو رانجھے کی ہیر
نہین ہیر و رانجھے کو مین جانتا
کسی کی مجھے ہیر سے کیا ہے کام
کہ شاید تو سہتی پہ جوگی بنا
شتربان ہے تو نام تیرا مراد
فقیرون کو تہمت نہ دو تم اری
وہ اجّو کی ہے دختر بدسخن
شتربان کے ہے وہ پیچھے پڑی
ہے جون عشق رانجھے مین مشہور ہیر
ہے کیا حال اُس کا خبر تجکو دو
برس سات اُس پہ کئے غم مین بیتا
کیا ظلم رانجھے پہ اُس نے تمام
جو رانجھے بچارے پہ اُس نے کیا
کہ رانجھا ہزارہ کا سردار تھا
بہت خوب تھی رنگ اور ڈھنگ مین
دیا حسن و خوبی کا بھی تذکرہ
چلا آیا وہ جھنگ مین ہو کے وق

کہا پھر کہ لڑکی جو چھوچھک کی تھی ・ فدا جس پہ رانجھا ہوا تھا اری
بھلا اُس کا بولو تو کیا نام تھا ・ کہا ہیر ہے نام اُس کا سُنا
کہا لڑکیون نے کہ سن اے فقیر ・ ملی باغ مین آ کے رانجھے سے ہیر
یہان تک کہ پھر اُس کو پالی کیا ・ چرانے کو بھینسون کا گلہ دیا
محبت جو اُن کی ہوئی بیشتر ・ ہوئی ملک در ملک ان کی خبر
سُنو آگے جوگی جی سے غم کی بات ・ کہ سیدا گیا جھنگ لے کر برات
وہ لایا یہان بیاہ کر ہیر کو ・ کرے کیا بچاری وہ تقدیر کو
سُنا ہے کہ کچھ اُس کو آسیب ہے ・ پڑا اُس پہ سایہ بلا ریب ہے
کوئی اُس نے سیدے پہ جادو کیا ・ کہ جس سے وہ نامرد ہے ہو گیا
وہ جس وقت بیاہ کر یہان آئی تھی ・ تو رانجھے کو بھی ساتھ وہ لائی تھی
جو دیکھا حسین تھا بہت آئین گن ・ اے جوگی ترے جیسی یارے تھی دھن
بچارا گیا پھر وہ جانے کہان ・ مصیبت پڑی اُس پہ سخت جان
حقیقت مین یہ ظلم اُس پر ہوا ・ کہ سیدے نے دی ہیر اُس سے چھڑا
خدا جانے اب اُس کا کیا حال ہے ・ یہان ہیر بھی غم سے پامال ہے
نہین کرتی گھر کا وہ کچھ کام کاج ・ اُسی دن سے اُس کا خفا ہے مزاج
گیا اُس کے دل کا جو آرام و چین ・ کرے ہے بچاری سدا غم کے بین
ترا ذکر جو آج اُس سے کیا ・ کہ اے ہیر آیا ہے جوگی بنا
شباہت مین رانجھے سے پاتا ہے وہ ・ بیراگن لئے ساتھ پھرتا ہے وہ
تو کہنے لگی لاؤ اُس کو بلا ・ کرے گا وہی میرے دکھ کی دوا

جوگی کا جواب

یہ سن سن کے جوگی نے اُن سے کہا ・ کہ مٹتا نہین حرف تقدیر کا
سُنا مین نے پہلے بھی تھا سرسری ・ کہ رانجھے کی ہے ہیر سے دوستی

مگر مجھکو آیا نہین تھا یقین ۔ کہ ایسی محبت بھی ہوتی ہے کہین
کہ سردار ہو کر وہ پالی بٹے ۔ مگر دو وارہین پھر وہ جا کر رہے
ہوا ہے مجھے اب مگر اعتبار ۔ کہ دونون کی الفت تھی وہ سازگار
ہمارے وطن کی جو پوچھی تھی بات ۔ تو جوگی کا ہے بس وطن وہم کیساتھہ
نہین ہے وطن بس ہمارا کہین ۔ کفایت ہے سونے کو دو گز زمین
جنم جھون سے میری الہ آباد ۔ نبی پور مین دائی تھی اک بامراد
اسی نے مجھے دودھ اپنا پلا ۔ کھلایا پلایا کیا یون بڑا
ملا پیت پور کا مجھے راج پھر ۔ قلم پھر گئی میری قسمت کی گر
مرا راج ہنتو وہ سب چھن گیا ۔ اسی فکر مین رات اور دن گیا
جوگی پن سے سیوا تھی اک ناتھ کی ۔ خبر پا گئی جوگ کی بات کی
اسی نے مجھے اپنا چیلا کیا ۔ اسی نے ہے بس مجھکو مارگ دیا
سکھائی اسی نے جڑی بوٹیان ۔ اسی سے ملی ہین یہ انگوٹھیان
ان انگوٹھیون مین ہے سب جگ کی ہچ ۔ مناتے ہین ہر آن ہم سب کی خیر
سدا یاد کرتے ہین ہم پاک ذات ۔ ہماری جو پوچھو تو ہے خاک ذات
وطن کا جو درویش رکھتے خیال ۔ تو سمجھو پڑا اس پہ دنیا کا جال
نہین رکھتے درویش فرزند و زن ۔ تو پھر کون سے ان تشنیع طعن
کہا لڑکیون نے پھر اصرار کر ۔ کہ جوگی جی لو ہیر کی اب خبر
خدا جانے کیا مرض اس کو لگا ۔ کہ رہتی ہے مغموم صبح و مسا
کہا پھر یہ جوگی نے جاؤ چلی ۔ تمہارے لئے رات ہے یہ بھلی
گدائی کو جسوقت جاؤن گا مین ۔ وہین ہیر کو دیکھ آؤن گا مین

لڑکیون کا مایوس ہوکر ہیر کے پاس جانا اور اُسے ردو بدل کرنا

ہوئی لڑکیون کو جو جوگی سے یاس ۔ گئی پھر وہ مایوس ہو ہیر پاس

کہا وہ نہیں تجھکو کرتا قبول ہمارا بھی جانا ہوا واں فضول
بہت زور ہم سے لگایا وہاں بڑی منتوں سے بلایا یہاں
مگر وہ اسی طرح کہتا رہا کسی چودھرن سے ہمیں کام کیا
ہمیں عشق ہے اپنے گرو پیر سے نہیں ہم کو مطلب ہے کچھ ہیر سے
سُن ای ہیر ہم تجھسے کہتے ہیں لال محبت تو جوگی کی دل سے نکال
نہیں بس ہے کیا تجھکو رانجھے کا عشق جو جوگی بچارے کو کرتی ہے دق
فقیروں سے زیبا نہیں تجھکو پیت نہیں دیکھ جوگی کسی کے بھی میت
اری دو گھڑی کا ہے انکا ملاپ ملا دل کو آخر یہ کرتے ہیں پاپ
کسی کی نہیں پھر یہ لیتے خبر پھریں ہیں سدا یہ نگر در نگر
کسی کے نہیں ساتھ رکھتے یہ پیار الگ رہتے ہیں مثل تار ستار
کسی سے نہیں آہ رکھتے یہ میل محبت کا اسکی نہ دُکھ سر پہ جھیل
کسی کے نہیں بنتے یہ آشنا اری اسپہ کیوں ڈوبتی ہے بھلا
یہ جوگی بیراگن سے رکھتے ہیں پیت کسی سے نہیں میل رکھتے اتیت
ہوا ہے وہ جوگی جو تجھ سے فرار نہ مل تو بھی اب اُس سے بس زینہار
وہ تجھ سے رُکا تو بھی اب اُس سے رک جو تجھسے جھکا تو بھی پھر اُس سے جھک
اری باولی چاہ پیر کر نظر کہ جاتا نہیں وہ کسی کے بھی گھر
گئے لینے ہم اور پہناریاں مگر وہ کسی سے نہ آیا یہاں
مروت کی اصلا نہیں اسمیں بو وہ ہے طوطی چشم اے ماہرو
دیا ہیر نے پھر یہ اُن کو جواب کہ سنتی ہو اے لڑکیو یہ جواب
بدی اُسکی کرتی ہو یہ عیب ہے کہ اُسکا خدا عالم الغیب ہے
تمھیں کیا خبر ہے وہ آیا نہ کیوں بھلا راز دل وہ بتایا نہ کیوں
کیا وصل کا تم نے ہوگا سوال جبھی تو دیا اُسنے یوں تم کو ٹال
اڑایا ہے پہلے تمھیں نے مزا لیا لوٹ جوگی کا درشن مزا

مجھے کس لیے تم نے طعنہ دیا — ہوئی تم بھی تو اس پہ فدا
مرا کاش ہوتا نہ اس جا بیاہ — تو ہوتی نہ طعنہ زنی سے تباہ
کہا لڑکیوں سے نہ کہتی تھی تو — کہ جوگی کو لاؤ مرے روبرو
ذرا دیکھ لوں میں بھی اسکا جمال — کیا کیوں بھلا اسنے ایسا یہ حال
لا جھنگ میں اسکو رانجھا کہیں — پتہ تیکے میں اس سے پوچھوں وہیں
یہاں تو یہی گفتگوئیں رہیں — سنو حال جوگی کا اے مشفقیں

ہمارے جوگی جی صاحب کا اپنی محبوبہ یعنی ہیر کے در پہ الک جگاتا اور سہتی کا آنا

بہت تھے گدائی سے پاتی ہو گھر — جگا دی الگ اسنے پھر آن کر
سکے تھا کوئی تجھکو خیرات دو — بھلا مائیو ری بھلا مائیو
کرو کوئی جوگی کا پورا سوال — تمھیں بھی کرے میرا مولی نہال
سدا دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو — خدا کے لیئے کچھ مجھے بھیجدو
سبھوں کا ہو اس گھر سے دکھ درد دور — دعا سے مری یہ خدا اسکے حضور
اسی طرح جوگی وہ پھرتا ہوا — چلا آیا وہی ہیر کے گھر صدا
الک جوگی آیا ہے یہ دور سے — جو توفیق ہو چھوڑ ہیرن بھیجدے
کھڑا ہے ترے در کے اوپر گدا — تو ہونا نہ سائل سے ہرگز خفا
سنی ہیر نے جب یہ اسکی صدا — کہا اسنے سہتی کو فوراً بلا
کہ ڈیوڑھی کے در پہ فرا کر خیال — یہ ہے کون جو کر رہا ہے سوال
کہا پھر یہ سہتی نے جوگی وہی — کہ ہے دھوم کھیڑے میں جسکی بڑی
بڑی دیر سے کر رہا ہے سوال — مگر میں تو اب اسکو دیتی ہوں ٹال
کہوں گی نہیں میرے گھر پاپ ہاں — نہ سیدا امیرا بھائی ہیگا یہاں

نہیں وقت روٹی کا بھی اب رہا
کھلائی بنا کر تجھے چورما

کہا پھر یہ سہتی نے آہیر دیکھ
کہ اس راولے کے ہیں کیا خوب بھیکھ

نہیں ہے یہ جوگی یہ مکار ہے
فقیری میں کچھ اسکی اسرار ہے

نہیں جوگیوں کے سے آنکھیں ہیں طور
حسینانِ کھیڑے پہ ہے اسکو غور

عروساں کھیڑے کو ہے گھورتا
کرے بد نظر لڑکیوں پہ سدا

بناوٹ سے اسنے ملی ہے بھبوت
یہ جوگی نہیں اوتنی کا ہے اوت

کہے ہے کہ دو مجھکو شیر برنج
جو دیں ارزن و جو تو ہوتا ہے رنج

سہتی کا جوگی کو بدتہذیب فقرے سنانا

کہا پھر یہ سہتی نے جوگی سے آ
بتا ہم سے جوگی ہے کیا مانگتا

نہیں دودھ چاول ہیں حاضر یہاں
نہ تیار ہے قند و شکر یہاں

نہیں زیب دیتی تجھے اب یہ بات
گدائی کرے تو جو لذت کے ساتھ

سُنا فقر کے تین ہیں گے حروف
تو واقف نہیں اُنسے ہے تجھپہ زوف

سمجھ فؔ سے فاقہ قناعت زقؔ
کہ تس سے ریاضت نکلتی ہے صاف

دیا فقر فاقہ مگر تو نے چھوڑ
قناعت ریاضت کی دی باگ توڑ

فقیری تری مجھکو معلوم ہے
کہ تو کوئی مسٹنڈہ منہ چوم ہے

جوگی کا سہتی کو معقول جواب

دیا پھر یہ جوگی نے اُسکو جواب
کہ سن مجھ سے اے سہتی ناصواب

برے ہیں نہیں جوگیوں کا جو طور
کرے حال پہ میرے ہیں تو نے غور

نہیں لڑکیاں جیسی تجھ ہیں بھی چال
تری ماں ہے بدکار تو ہے چھنال

نہیں ہے ذرا تجھ میں شرم و حیا
جو یارا پنا وہ اک شتربان کیا

مجھے بھی ترا حال معلوم ہے
کہ تو حنذی قطامہ مذموم ہے

نہیں جانتی تو حروف سخی
کہ گنتی میں ہیں لیکہ وہ تین ہی

ہے اوّل تو سین اور دیگر ہے خے
ہے بس تیسرا یاد رکھ حرف بے

سمائی ہے وہ سین اور خوف خا
زبیں بے سے کر دل میں یاد خدا

مگر تجھ میں یہ تینوں باتیں نہیں
مجھے تونے یہ سخت باتیں کہیں

فقیروں سے اچھی نہیں مسخری
نہیں اسمیں ہوگی تجھے بہتری

فقیروں سے کرتی ہے ردّ و بدل
یقیں ہے کسی دن تو جاوے نکل

کسی بھائی کا ہووے خانہ خراب
جہنم میں تو بھی اُٹھاوے عذاب

نہیں کچھ کیا ہینے تجھ سے سوال
مگر چودھرن نے کیا ہے سوال

ترے دل میں کیا جانے آئی اُمنگ
جو کرنے لگی تو غریبوں سے جنگ

فقیروں سے اچھی نہیں دل لگی
ہمیں یہ نہیں بات لگتی بھلی

وہاں چھین خندی نے کنٹھا لیا
یہاں یوں مرے ساتھ ٹھٹھا کیا

اگر چاہتی ہے تو پاوے مُراد
فقیروں سے رکھیو سدا اعتقاد

رہا کر فقیروں کی خدمت گزار
کہ شاید کسی دن نکل آوے کار

نہ کرنا کبھی سخت ویسے جا کلام
کیا کیجئے دست بستہ سلام

ہیر کا کلام جوگی سے اجنبی جانکر

کہا پھر سہتی نے آ دیکھ ہیر
کھڑا ہے جو در پر یہ احمق فقیر

خصم کی طرح مجھسے لڑتا ہے یہ
وسیفی سی کچھ اپنی پڑھتا ہے یہ

اُسی وقت پھر ہیر حاضر ہوئی
کہ درویش کی پاس خاطر ہوئی

نقاب عروسانہ منہ پر لئے
ادا سے نزاکت سے پردہ کئے

اجی شاہ صاحب سلام علیک
دکھا دو ذرا اپنے ہم کو بھی بھیک

بھلا جوگی جی تم کو آدیس ہے
کیا تم نے ایسا یہ کیوں بھیس ہر

وطن ہے کہو تو تمہارا کہاں
ہوئے آپ وارد ہو کیسے یہاں

یہ مندراں جو تھی تم سے ڈالی بھلا
یہ کیوں سیلیاں تم نے ڈالیں بھلا
اجی آپ تو خود مہاراج ہو
بھشم کس کے کارن رمائی بھلا
یہ پونگی بھلا کیوں بجاتے ہو تم

اجی سچ کہو دکھ بھی تھا کچھ ہو ا
یہ جھولی بھی کیوں ہے سنبھالی بھلا
سبب کیا ہے یوں جو محتاج ہو
لگا کیوں ہے ٹیکا یہ سیندور کا
الک کیا ہے اور کیوں جگاتے ہو تم

جواب جوگی کا ہیر سے

لگا کہنے جوگی کہ ہیر سیال
لگا عشق کا ہے یہ ہم کو بروگ
ہمارا وطن یار کی ہے گلی
خطا ہم نے اُس یار کی تھی جو کی
اسیواسطے کان چیرے گئے
گلے اُسکے ریشم کی تھی بدھیاں
جڑی پریم کی ہمنے جھولی میں ڈال
کیا تخت دل پہ جو تھا ہم نے راج
مراد اپنے دل کی نہ پوری ہوئی
مجھے اُسکے آگے جو جانا ہوا
ملی ہے جبھی تو یہ سینے بھبوت
ہتیلی کا کھینچ اُس کی رنگ حنا
دیا یہ چراغ محبت کی لو
دیا شعلۂ دل نے دل سے اُبھر
دیا یہ کہ ہے ابجد عشق کا
بشن پد کی کرتے ہیں ہم آرتی

تو کیا پوچھتی ہے فقیروں کا حال
اسیواسطے لیا ہے یہ جوگ
اسیواسطے آئے کھیڑے میں بھی
نہ فرمائی کچھ اُسکی ہم سے ہوئی
غلامی کے دو چوب کھلتے پڑے
جبھی ہم نے پہنی ہیں یہ سیلیاں
بغل میں حفاظت سے رکھی سنبھال
مہاراج گی کا ہے یہ سلج باج
جبھی تو یہ آئی ہے محتاج گی
تو لی خاکساروں کی صورت بنا
بناتا ہوں جبھی تو میں جوگی ادھوت
یہ ماتھے پہ آ ہیر سے ٹیکہ لگا
ہو پیدا نیساں پر گئی لبک ہو
جلا مغز سریاں لگا لاہے سر
یہ پہلا حرف یا عدد ابتدا [۱۳] [۱ا]
جبھی تو یہ پوں گی بجائی پڑی

الک سے ہی بن نکلتی ہے بات
الک ہو کے سب سے ملوں اسکے ساتھ

الک تا تھ کی یا دیا سے الک
متاؤں میں ڈشٹو نکی کہہ کے الک

اُسے دیکھئے جب سے ایمان ہم
نہ ہندو رہے ہے نے مسلمان ہم

نہ کچھ دین اپنا نہ ہے کچھ دھرم
نہ جینے کی شادی نہ مرنے کا غم

اُسی کا ہے غم اور اُسیکا بروگ
اُسیکا ہے جوگی اُسیکا ہے جوگ

ہیر کا جوگی سے اپنے کرم لیکھ کی بچار کرنا

کہا ہیر نے پھر کہ جوگی ہو تم
ہمارے ہی جیسے بروگی ہو تم

مگر یہ تو بتلاؤ اسے کا مگار
کرم لیکھ بھی جانتے ہو بچار

کہا پھر یہ جوگی نے اک آہ بھر
مجھے ہے کرم لیکھ کی سب خبر

کہا ہیر نے پھر کہ جلدی بتا
کرم لیکھ کی میرے ساری لکھا

کہا بیٹھ تجھ کو بتاتا ہوں میں
ترا حال تجھکو سناتا ہوں میں

وہیں ہاتھ میں اپنے تسبیح نکال
بتانے لگا حال دانے نکال

کہ تو جھنگ سیالے میں رہتی تھی جب
بنایا تھا اک باغ تو نے عجب

وہاں کی تو سن مجھ سے اب واردات
یہ بتلائی ہے مجھکو تسبیح نے بات

کہ تھا اک ہزارے کا جو چودھری
ترے باغ میں آیا وہ اسے پری

یکایک جو وہ نیند میں ہو گیا
بچھونے پہ آکر ترے سو گیا

دیا تیری مالن نے اس کو جگا
تو دی اُسنے قمچی سے اُسکو سزا

اُسیوقت تو باغ میں آن کر
خدا جانے کیا دل میں کچھ ٹھان کر

وہ سوتا تھا جو باغ میں چودھری
کمر پہ بچارے کے قمچی دھری

ہوا خواب سے پھر جو بیدار وہ
تو کرنے لگا حال اظہار وہ

محبت تری اُسنے ظاہر کری
اور اک آہ بھی شاید اُسنے بھری

کہ اگر مانس کی اُسپہ تھی ایک چیز
کئی اُسمیں سوراخ تھے کر تمیز

لگا منہ سے پھر اُسنے مارنی پھونک
سُنی تو جو آواز اُس بانس کی
بہت خوبصورت تھا وہ نوجوان
جوانی تھی تیری بھی آغاز پر
ترے حُسن کی بھی شروع تھی بہار
تری دیکھ چھب تختی و بانکپن
کہا ہیر نے ہاں یہ سب ٹھیک ہے
تو جوگی نے رکھ اپنی مالا پہ ہاتھ
تو پھر تو اُسے تو نے پالی کیا
تو ہر روز جنگل میں جاتی رہی
یہ تقدیر سے پھر خرابی ہوئی
کہا ہیر نے سچ ہے یہ تیری بات
تو پھر دستِ بینا ہاتھ سے کر فقیر
کہ وہ بھی ترے ساتھ آیا تھا یاں
یہاں سے وہ جسوقت رخصت ہوا
مگر ناگہاں تیرا وہ جذب راہ
لگی پھر وہاں اک تری انجمن
لکھا تو نے مضموں یہ تھا اُسمیں ہیر
ترا پڑھکے خط اُسنے تجھ کو لکھا
کہا ہیر نے پھر وہ ہے کہاں
نکالی جو جوگی نے حکمت کی فال
بہت ہی بچارا ہوا وہ حقیر
کہا ہیر نے کھو لکر دے پتا

لگی کوکنے جیسے موروں کی کونک
تو اُس چودھری پر تو عاشق ہوئی
لگی تھیں سیں بھیگنے اُسکی ہاں
تو شیدا ہوئی اپنے ہمراز پر
کہ ہوتا چلا تھا پچوں کا اُبھار
تھا غیرت میں ہر نخل گل در چمن
سُنا اور بھی حال اس کا مجھے
کہا اُس پہ آگے کی ہے واردات
بجاتا رہا تیری بھینسیں سدا
وہاں جاکے اُسکو رجھاتی رہی
تری اس نگر بیچ شادی ہوئی
سُنا اور بھی اسکی کچھ واردات
لگا کہنے سن اور آگے بھی ہیر
سبھی تیری بھینسیں وہ لایا تھا یاں
تو پہلے تو گھر کا ارادہ کیا
گیا سے اُسے جھنگ میں آہ آہ
کہ بھیجا تھا خط تو نے اک پُرمحن
کہ دل مجھسے رانجھے تو بن کر فقیر
جو تھا اُسکی فرقت کا وہ ماجرا
پتہ پوچھ بتا اُس کو دیکھوں جہاں
یہ بولا کہ اُسنے لیا حال فال
ترے نام کا بن گیا وہ فقیر
کہاں ہے کہاں ہے میرا دلربا

کہا پھر یہ رانجھے نے ہیر سیال
اگر اسکے ملنے کا ہے کچھ خیال

اسی نگر میں ہے وہ آیا چلا
پھرے ہے تجھی کو یہاں ڈھونڈھتا

مگر تو نہیں اسکو اب تک ملی
زبس اسکے دلمیں ہے اب بیکلی

کہا ہیر نے پھر کہ یہ بھی بتا
کہ ہے اس نگر میں وہ کس جا بھلا

دیا پھر یہ جوگی نے اسکو جواب
اٹھا کر ذرا دیکھ منہ سے نقاب

ترے سامنے ہے وہ موجود اب
پہ گھونگٹ نے تیرے کیا ہی غضب

حقیقت میں ہے قلبیں برقع بلا
کہ کرتا ہے حاضر کو غائب سدا

اگر اپنا گھونگٹ کرے دور تو
تو رانجھے کو دیکھے تو ہو بہو

عزیزو تعجب کا ہے یہ مقام
کہ آگے کھڑا ہے وہ اسکا غلام

مگر پھر بھی پہچان مشکل ہوئی
یہاں رمز عرفان حاصل ہوئی

کہ ہر دم ہے وہ اپنے پیش نظر
ولی خدا سے ہیں پھر بے خبر

پڑھا اسم اعظم کو قرآن میں
مگر پھر بھی آیا نہ پہچان میں

پڑے ہیں ہمیشہ وہ وسطے نماز
مگر کچھ نہ اسکا کھلا ہمیں راز

اسیوقت پھر ہیر نے مسکرا
اٹھا اپنے چہرہ سے گھونگٹ لیا

جو دیکھے تو رانجھا کھڑا روبرو
سناتا ہے اپنی ہی سب گفتگو

مگر کثرتِ رنج و درد و الام
مجاہد سے ہے کام اس کا تمام

سنڈا سیوڑا اور پیسی دوا
نہیں ان کی پہچان ہوتی ذرا

اسیواسطے ہیر معذور تھی
نظر اسکی یوں تو بہت دور تھی

کہ کھیڑے میں بیٹھی ہوئی وہ سدا
اسے جھنگ میں دیکھ لیتی تھی جا

سنو دوستو دل یہ انسان کا
سراسر خزانہ ہے عرفان کا

سمجھ اس خزانہ کی کنجی ہے عشق
مگر عشق صادق نہ وہ عشق فسق

اگر عشق صادق ہو اللہ سے
تو واصل ہو تو اسکی درگاہ سے

ہی تو وہ عشق حقیقی سے یار
اسی سے تو ملتا ہے پروردگار

مگر جس کو عشق مجازی نہ ہو — حقیقی میں کچھ کارسازی نہ ہو
پر عشق مجازی حقیقی میں یار — طلبگار صادق ہوا اور جاں نثار
تو پھر تو وہ ہو جائے گا کامیاب — ملے مدعا اسکا اسکو شتاب
رضا اور تسلیم جس نے کیا — وہ عاشق بلا شبہ صادق ہوا
رضا اور تسلیم جو چھوڑ دے — تو کاذب ہے فاسق ہے مردود ہے
غرض اسنے پہچان اسکو کہا — اسے رانجھے تو یہ بھید کہیو نہ وا
جو ہے باغ کالا وہیں جائیو — اقامت وہیں اپنی ٹھہرائیو
کسی روز موقع جو پاؤں گی میں — یقیناً ترے پاس آؤں گی میں
پھر اتنے میں سہتی وہاں آگئی — تو پھر ہیر کچھ دل میں شرما گئی
اٹھی اور خلوت میں داخل ہوئی — تسلی جو کچھ اس کو حاصل ہوئی
ہوا دل کو رانجھے کے بھی کچھ قرار — جو دیکھا ذری اسنے دیدار یار

لو دوستو اب چینا بکھرتا ہے

پھر اتنے میں سہتی نے بھی یہ کہی — کہا اپنی باندی سے آ تو ذری
بتاتی ہوں اب تجھکو میں ایک کام — حقیقت میں ہے وہ بہت نیکنام
ہوئی آکے حاضر وہ باندی شتاب — لگی کہنے کیا حکم اے خوش خطاب
سنا ہے کہ نام اسکا تھا راسے بیل — وہ باندی نہ تھی بلکہ قدرت کی کھیل
دیا پھر یہ سہتی نے اسکو جواب — بتاتی ہوں اک تجھکو کار ثواب
کھڑا ہے جو دہلیز پہ وہ گدا — تو دے اسکو مٹھی تو چینے کی جا
لگی لے کے چینا وہ جوگی کے پاس — تو جوگی ہوا اپنے دل میں اداس
خفا ہو کے جوگی نے اس سے کہا — کہ خیرات چینے کی ہے ناروا
یہ غلہ ہے ناقص اگر کوئی کھا — تو گرمی کرے اور خشکی سوا
گرا اسکی روٹی کوئی لے بنا — تو اول تو کھانا ہی مشکل ہوا

اگر کھا بھی لی ہاضمہ ہو خراب
نہیں فاتحہ اسپہ پڑھنا ثواب
نہ چوری ہی اسکی کسی کام کی
اگر اسکے کھتے ہیں کوئی گرے
ہیں چینے کی خیرات لیتا نہیں
خفا ہوکے باندی تو آئی چلی
کہا جسپہ باندی نے سہتی سے آ
لگی اسکی ایڑی سے چوٹی تلک
سنی جبکہ سہتی نے باندی کی بات
لگی کہنے جوگی سے او بے شعور
کہا لا تو بھیجا ہے جاتا ہوں میں
لگی دینے سہتی جو چینا اسے
تو جوگی نے پیالے میں لیکر اسے
گیا سارا چینا زمیں پر بکھر
بکھیرا جو جوگی نے چینا وہاں
اگر اب یہ چینا بکھیروں نہیں
جو لیکر زمیں پر اسے پھینکدوں
حقیقت میں جوگی تھا وہ ہوشیار
لگا کہنے سہتی سے او بے حیا
نہیں دل سے بھیجا جو لائی تھی یہ
کہ افسوس چینا گیا ہے بکھر
کہا پھر یہ سہتی نے جوگی سے یار
نہیں تو تجھے دونگی میں وہ سزا

جو ہو ہضم ہو پانچا نہ عذاب
کروں کیا اسے ہے یہ غلہ خراب
نہ چاول ہی اچھے نہ کھچڑی بھلی
سنا ہے کہ وہ ڈوب کر مر رہے
یہاں سے تو لائی ہی پیچھا وہیں
ہوئی دل میں سہتی کے بیحد کھلبلی
کہ چینا نہیں مجھسے لیتا گدا
غضبناک ہو کر اٹھی وہ بھڑک
گئی پاس جوگی کے وہ بدصفات
تو لیکر یہ بھیجا یہاں سے ہو دور
نہیں کچھ کسیکو ستاتا ہوں میں
کہ جوگی سے تھا دلمیں کینہ اسے
زمیں پر دیا چھوڑ پیالہ وے
پیالے کی کرچیں ہوئیں ٹوٹ کر
یہ تھی مصلحت انکی امیری جہاں
تو مجھکو دیدے بھی یہاں پہ ٹھہروں نہیں
بہانے سے چننے کے بیٹھا رہوں
بڑا ہی عقیل اور حکمت شعار
ہیرا تو نے کیوں چھوڑ پیالہ دیا
مگر مجھپہ جل بل کے آئی تھی یہ
مجھے اسکے چننے میں ہے دردسر
خوشی خیر سے تو یہاں سے سدھار
کرے گا گرو یاد تیری سدا

تو جوگی نہیں کوئی مکار ہے
کہا پھر تو جوگی نے سہتی سے یوں
ابھی مجھکو جانے کی فرصت کہاں
گرو کا پیالہ گیا تجھسے ٹوٹ
جو تو چینا چھننے نہ دے گی مجھے
ابھی کاٹ صحرا سے لاؤنگا جھاڑ
یہیں اسمیں پانی بھی سینچوں گا میں
یہ جسوقت پک کر کے تیار ہو
دھروں اسکو کھریان میں دیکھ بھال
بتائی تجھے اسکی کردوں گا میں
ادھر تم کو آنے نہ دونگا کبھی
سنی جبکہ سہتی نے جوگی کی بات
کہا پھر یہ جوگی سے لے او نا سزا
جو غصہ مجھے تجھ پہ آجائے گا
سنی جبکہ سہتی نے یہ سخت بات
اُدھر اُسکی باندی جو تھی راے بیل
اُدھر جوگی صاحب نے لے وسپتا
لگی کہنے توبہ مجھے چھوڑ دے
اُدھر ہیر نے آکے جو دی مدد
لگی کہنے سہتی کوئی دوڑیو
بہت عورتیں آگئیں پھر وہاں
ہوئے ہوش سہتی کے قائم جو پھر
مخاطب ہو کہنے لگی ہیر سے

جو تو بھی سراسر و عیار ہے
کہ میں چینا چھننے میں مشغول ہوں
نہیں دیکھی کبھی ایسی دقت کہاں
کرے گا بہت مجھ پہ وہ مار کوٹ
تو تدبیر یہ یاد ہے گی مجھے
کہ چاروں طرف اسکے کردونگا باڑ
حفاظت بہت اسکی رکھوں گا میں
درانتی سے لوں کاٹ ہوشیار ہو
اناج اسکے خوشوں سے یوں میں نکال
یا ٹھیکہ خراج اسکا بھر دونگا میں
کرو راستہ دوسرا تم ابھی
لگی کہنے بکتا ہے کیا واہیات
مرے سامنے اب نہ تو غل مچا
نشاں تیری ہستی کا دونگا مٹا
خفا ہو کے جوگی کے دی مار لات
دیا اُسنے جوگی کو آکر ڈھکیل
پکڑ زور سے ناک اُسکا لیا
نہ سمجھوں تجھے جوگی میں ایسا تجھے
یہی خوب جوگی کے ہاتھوں سے یہ
مجھے مار ڈالا ارے دیکھیو
دیا چھوڑ جوگی نے کر نیم جاں
گئی آکے ڈلوڑھی سے وہ ورمیں گر
مرا بھائی آوے تو سمجھوں تجھے

تجھے آج میں خوب پٹواؤں گی — یہاں تک کہ گھر سے نکل واؤں گی
مجھے اپنے دھگڑے سے پٹوا دیا — تماشہ رہی دیکھتی یوں میرا
کہا ہیر نے دیکھ جوگی جوان — شتربان کا تجھکو ہوا تھا گماں
بھلا آئے سیدا تو کہکر اُسے — شتربان کے پاس بھیجوں تجھے
غرض ہو گیا اتنے میں وقت شام — تو جوگی بچارا برنج و الام
وہاں سے بنا چار اُٹھ کر چلا — لیا باغ کالے میں بستر لگا
سنا ہے کہ وہ خشک مدت سے تھا — کرامت سے اُسکی گیا لہلہا

ہمارے جوگی صاحب کا کالے باغ میں دھونی رمانا۔ اور کولاں کی معرفت ہیر کو پیغام پہنچانا۔ ہیر کا سہتی کو منانا۔ سہتی کا باغ میں جاکر جوگی کی کرامات دیکھنا۔ اور معتقد ہو کر مراد بلوچ کا سوال کرنا اور ہیر مار گزیدہ کا علاج اور تینوں کا مکان مقفل سے فرار ہونا

پلا ساقیا بادۂ کامیاب — کہانتک میں کھاتا رہوں پیچ و تاب
کوئی ایسی چُلّو پلا دے مجھے — کہ ساغر سے زیادہ نشہ دے مجھے
خفا تو نہ ہم سے رہا کر سدا — کہے تو ابھی ہم تجھے لیں منا
تجھے رحم لازم ہے مغموم پہ — پڑے ہیں ترے در پہ ایدھر اُدھر
جو دے بھر کے وہ کاہرائی شراب — تو تجھکو ملے اسمیں بیحد ثواب
ہماری طرف دیکھ بہر خدا — پڑے ہیں ترے در پہ دھونی رما
نہ دینے میں مے کے تو کر دیبس — نہ جائے کسیکو کہیں سانپ ڈس
تہی ہے رہے پھر دھری کی دھری — نشہ زہر کا آکرے بیہشی
غرض جوگی اُس باغ میں جا رہا — گیا شوق سے بیٹھ دھونی رما
عبادت کرے تھا وہ حق کی وہاں — مناجات کرتا تھا روز و شباں

مناجات رانجھا

الہی بحق رسول کریم — ملا ہیر سے مجھکو بخوف و بیم

توہی تو ہے از بسکہ بندہ نواز — ترے آگے کرتے ہیں عجز و نیاز

حمایت تری ہم کو درکار ہے — تو حامی ہمارا مددگار ہے

غریبوں کی سنتا ہے فریاد تو — کرے خانہ ویراں کو آباد تو

توہی سب کو دیتا ہے عزت سدا — ذلیلوں کو ہے تجھ سے ذلت سدا

ہمارا ہمیشہ ہے تو کارساز — ہیں بندے ترے رند اور پاکباز

معاون ہے سب کا تو ہر کام میں — تو ظاہر ہے جوں صبح ہر شام میں

مرے حال پر رحم فرما کریم — تری شان ہے بس غفور الرحیم

یقیں ہے یقیں ہے یقیں ہے مجھے — مراد وست لاکر ملادے مجھے

تو ہے قادر و خالق و ذوالجلال — ملا مجھ سے اب جلد ہیر سیال

تو کردے کوئی ایسا پیدا سبب — مری ہیر مجھکو ملے جس سے اب

دعا اُسکی خالق نے کی مستجاب — اثر اسکا ظاہر ہوا بیشتاب

بھرا تھا جو سہتی کے دل میں عناد — کیا اُسنے جوگی سے آکر فساد

بہت لڑکیاں اُسکے ہمراہ تھیں — سبھی نے غرض اُسکو تکلیف دی

اُنھیں میں تھی اک دختر باصفا — لیا اُسنے جوگی کو اُس سے بچا

کہیں ہیں کہ نام اُسکا کولاں تھا یاد — سہیلی تھی وہ ہیر کی باوقار

اسیواسطے رحم آیا اُسے — جو اُن لڑکیوں سے چھڑایا اُسے

یہی جھنگ میں لے گئی تھی پیام — اسی نے دیا آج بھی خوب کام

جوگی کا پیام ہیر کو بمعرفت کولاں

جو دیکھا کہ روتا ہے جوگی غریب — لگی کہنے کولاں کہ اے بے نصیب

تو کر صبر گھبرا نہ دل میں ذرا
ابھی ہیر کو بھیجتی ہوں میں جا

جو پیغام دیتا ہے دے مجھ کو تو
کسی سے نہ ظاہر ہو یہ گفتگو

کہا پھر یہ جوگی نے اے کامگار
کروں شکر یہ میں ترا لاکھ بار

یہ کر دیجیو ہیر سے اطلاع
ہوا عشق میں یہ ترے انقطاع

کہ سردار تھا ہائے پالی بنا
پھرا پھر میں گھر گھر سوالی بنا

تجھے میرے دل کی خبر ہی نہیں
کہ مرنے میں میرے کسر ہی نہیں

گئی بھول تو اپنے قول و قرار
دیا جھوٹے وعدوں میں یوں مجھکو مار

یہ وعدہ کیا تھا ملوں گی میں آ
نہ آئی یہاں ایک عرصہ ہوا

مجھے تنگ کرتی ہے سہتی مدام
چلا جاؤنگا اب میں دیگر مقام

اگر تو نہ اب بھی یہاں آئیگی
تو منہ کیا قیامت کو دکھلائیگی

کہا کیا نہیں ہیر میں تجھ سے تھا
کہ عورت کی ہے ذات بس بیوفا

گیا دل ترا اب تو سیدے سے مل
مجھے کر رہی ہے تو کیوں منفعل

تجھے تیرا سیدا مبارک رہے
مجھے میرا صحرا مبارک رہے

اگر یہی دنیا میں اندھیر ہے
قیامت کے آنے میں کیا دیر ہے

سلامت ترے سر کا سوہاگ ہے
ہمیں مفت یہ تیرا بیراگ ہے

تجھے جھوٹے وعدو میں رکھا سدا
لیا آہ سیدے کو چھاتی لگا

تجھے میرا دشمن پیارا ہوا
مجھے میرا مرنا گوارا ہوا

لیا خوب تو نے میرا امتحاں
یہ نکلی نہ سیدے کے آگے زباں

لگی چلنے کولاں تو آ کے کہا
کہ ٹھیری رہو اور کہتا رہا

یہ کہہ دینا بس عشق اب ہو چکا
تو کر فکر بس اپنے گھر بار کا

یہ کہہ دینا سیدے کی دیگر قسم
کہ اب کچھ ہے اسکا سوئے عدم

یہ کہہ کر پھر اتنا سنا دیجیو
وفا یاد اس کی نہ تم کیجیو

وہ بن بن میں پھرنا بھی دیکھو بھلا
وہ بنسی کا لٹکا بھی دیکھو بھلا

لگی چلنے کولاں تو بولا ٹھہر
رہی ہے صرف بات اک مختصر

یہ کہنا کہ مجھ سے کیا سو کیا
مگر میرے دشمن سے اچھی نبھا

کہا پھر کہ اتنی بھی کہنا ضرور
تو ہی تو نہیں ایک جنت کی حور

ترے جیسی کیا تجھ سے اچھی کہیں
ہیں کئی جہاں میں بہت نازنیں

کیا حسن کا تو نے اپنے غرور
جبھی تو کیا آپ سے مجھ کو دور

لگی جانے کولاں تو کہنے لگا
ستا دیا اتنی بھی اسکو ذرا

ہوا غم میں تیرے وہ سینہ فگار
نہ آیا تجھے رحم اسے گلعذار

اگر ہجر میں وہ ترے مر گیا
تو گردن پہ خوں تیری ہوگا بیرا

یہی کہتے کہتے گرا خاک پر
نہ قائم رہے ہوش اس کے مگر

تو کولاں اسیوقت دوڑی گئی
کہاں ان پہ سب ہیبت جا لگی

کہا پھر ابھی اور کہنے کو تھا
مگر وہ بچارا نہ کچھ کہہ سکا

کھڑے ہی کھڑے گر پڑا خاک پر
ہوا بیہوشی میں وہ شوریدہ سر

ہیر کا سہتی کو منانا

گئی ہیر فی الفور سہتی کے پاس
لگی کہنے مت ہو تو دل میں اداس

میری بات سن میری اچھی ننند
فقیروں سے اچھا نہیں ہے حسد

اگر چاہتی ہے تو اپنی مراد
تو جوگی سے رکھ دل میں تو اعتقاد

پھرا لئے میں کولاں نے بھی کہا
وہ جوگی بہت خوب ہے ای بوا

بلاشک ہے وہ بس خدا کا ولی
کسی سے نہیں بولتا وہ اری

عبادت سے اپنی وہ رکھتا ہے کام
پڑا اپنے لیتا ہے خالق کا نام

اگر اسکی خدمت میں تو بھی چلے
سعادت تجھے دو جہاں کی ملے

دعا گر ترے حق میں کر دے گا وہ
گل چین دامن میں بھر دے گا وہ

بہم تیرا پہنچے گا سب مدعا
ترا یار بھی تجھ کو مل جائے گا

کہا ہیر نے پھر اسے ہاتھ جوڑ　　کہ اچھی ذرا منھ میری طرف موڑ
مری پیاری بیوی میں قربان تیرے　　میں یوں گدگدا کر منالوں تجھے
تو جانے دے جو کچھ ہوا سو ہوا　　خدا کیلئے مجھ پہ اب ترس کھا
پرے تھوک غصہ کو جانے بھی دے　　جو ہے تیرے دل میں سو کہہ لے مجھے
کروں ہوں میں منت چرو دی ترے　　مرے ساتھ ہنسکر ذرا بول لے
نہیں تو وہ جوگی چلا جائیگا　　تو مطلب ترا ہاتھ کب آئے گا
غرض سہتی فی الفور بس بن گئی　　کوئی بات جو دل پہ آ ٹھن گئی
دیا پھر یہ سہتی نے اسکو جواب　　نہ کھا ہیر اب دلمیں کچھ پیچ و تاب
تجھے ساتھ لیکر میں کل جاؤنگی　　زیارت میں جوگی کی کر آؤنگی
کرامات گر اسمیں دیکھوں گی لال　　تو ڈالونگی کچھ اس سے اپنا سوال

جوگی کا سہتی کو کرامات دکھانا

پہ سہتی اسیوقت ہو کر تیار　　گئی لیکے اک طشت جوگی پہ یار
تھا اس طشت میں بسکہ شیر برنج　　کہ تا کھا کے جوگی کا ہو دور رنج
روپے سات بھی اسکی مٹھی میں تھے　　یہ جوگی سے جا کر لگی پوچھنے
جو تجھ میں کرامات ہے ای گدا　　بتا میری مٹھی میں ہے چیز کیا
کہا پھر یہ جوگی نے سن کر فساد　　فقیروں سے تجھکو نہیں اعتقاد
تو کیوں میرے پیچھے پڑی بنکے جھاڑ　　فقیروں سے اچھی نہیں چھیڑ چھاڑ
روپے سات ہیں تیری مٹھی میں ہاں　　طبق دودھ چاول کا بھی ہے نہاں
یہ سنتے ہی سہتی گئی پھر ٹھٹھک　　کہا اب نہیں تیری عظمت میں شک
گری پھر وہ جوگی کے چرنوں میں آ　　کہا بخشدو آپ میری خطا
سمجھ تو مجھے اپنی ادنیٰ کنیز　　تو رکھ اپنی خدمت میں بس مجھ کو نیز
دل و جان سے تیری خدمت کروں　　ترے حکم سے میں نہ ہرگز پھروں

کہا پھر یہ جوگی نے اسے سینہ صاف
خطا تو تری میں نے کر دی معاف

مگر مجھ کو اس بات کا ہے عجب
کہ کل تو ہوئی میرے اوپر غضب

مگر آج ایسی ہوئی مہرباں
کنیزک کا دعویٰ کیا تو نے ہاں

دیا پھر یہ سہتی نے اسکو جواب
سبب اسکا سن مجھ سے اے فیضیاب

میں سمجھوں تھی کل اپنا دیور تجھے
یقیں آج آیا ہے لیکن مجھے

کہ تو جوت لے کر ہے آیا یہاں
کرامات بھی تیری دیکھی عیاں

اسی واسطے معذرت میں نے کی
کہ دو بخش میری خطائیں سبھی

کہا پھر یہ جوگی نے یہ بھی بتا
مرے سے ہے مطلب ترا کیا بھلا

کہا چاہتی ہوں میں تجھ سے مراد
جو مل جائے مجھکو تو فہو المراد

کہا پھر یہ جوگی نے مل جائیگا
ترا غنچۂ دل یہ کھل جائے گا

دعا تیرے حق میں کرونگا ضرور
ملا دونگا محبوب تیرا ضرور

مگر تو بھی کر اب میرا ایک کام
حقیقت میں ہے وہ بہت نیک کام

مرا کام جس وقت کر دے گی تو
گویا مجھ پہ احسان دھر دے گی تو

کہا پھر یہ سہتی نے جلدی بتا
کہ ہے تیرے کرنے کا وہ کام کیا

کہا گر کرے تب تو بتلاؤں میں
نہیں تو یہاں سے چلا جاؤں میں

کہا پھر یہ سہتی نے ہو شاد کام
مجھے کیجئے جلد ارشاد کام

نہ ہرگز کروں اس میں پہلو تہی
کروں گی ترا کام میں با سعی

کہا پھر یہ جوگی نے اک آہ بھر
مری ہیر مجھکو دلا زود تر

تو میں بھی کروں پھر ترے دلکو شاد
بحکم الٰہی ملادوں مراد

جو مجھ پاس حاضر دلآرام ہو
ترا بھی اسی کام میں کام ہو

کہا پھر یہ سہتی نے جاتی ہوں میں
کوئی دم میں اب لا ملاتی ہوں میں

غرض سہتی گھر آکے کہنے لگی
کہ اے ہیر چل باغ میں کر خوشی

جمع کر کے پھر گھر میں بھینیا لیا
لگی کہنے سہتی کہ آؤ ہمارا [illegible]

پڑے کھیت میں رولی چننے چلیں
وہیں باغ میں سیا وہ سے بھی ملیں

خطا وہ جو اُس روز ہم سے ہوئی
کرادیں معاف اُس سے چالکڑی

کہا ہیر نے پھر یہ سہتی سے آ
کوئی نکر تو کھیت میں گا ننھا

گیا بیچھوا اپنی اُنگلی میں خار
میں کہدونگی اسکو ڈسا سیاہ مار

کہا پھر نہ کر اب تو چلتے ہیں دیر
اسی بات میں وہ دلو نکی سے پھیر

غرض ہیر کو ساتھ لیکر وہ سب
گئیں پاس جوگی کے ہو خندہ لب

وہاں جا کے جوگی کو کر نمشکار
گئیں رولی چننے بحکمت ہزار

لگی رولی چننے وہ جا کر وہاں
اک انداز سے باندھ کر گاتیاں

کشیدہ سے کی سوزن سے پھر ہیر نے
دیا چیر کا انگلی پہ بس دیکھنے

گری خاک پر پھر وہ ہو کر نڈھال
لگی رونے وہ اشک آنکھوں سے ڈال

گئی پھر وہ یک لخت بیہوش ہو
کہ جیسے پڑا کوئی مے نوش ہو

کہا پھر یہ سہتی نے ایں کیا ہوا
کھڑے ہی کھڑے اسکو غش آگیا

کہیں ناگ نے ہو نہ اس کو ڈسا
کہ ہے خون انگلی سے اسکے بہا

سبھی لڑکیاں پاس آنے لگیں
زمیں پر اُسے سب اُٹھانے لگیں

نظر آیا جیسا اُسکی انگلی پہ خون
چپک ساری گئیں سب کی سب جوں کی توں

لگی کہنے ہر ایک پھر چیخ مار
کہ دوڑو ڈسا ہیر کو سیاہ مار

اکٹھے ہوئے سب وہاں مرد و زن
گیا دوڑ سیدا ابھی ہو پر حزن

جو دیکھے تو اسکو گیا ناگ ڈس
نہیں زندگی کی بھی کچھ آس بس

پڑی ہے وہ بیہوش آیا ہے غش
کوئی ہے کہ لاوے ابھی زہر کش

غرض ہیر کو چارپائی پہ ڈال
مکاں پر وہ لے آئے اے نیکفال

اطبائے حاذق بلانے لگے
علاج گزیدہ کو کرانے لگے

پلانے لگے طبیب اسکو لسن کا عرق
نہیں اسکا اُٹھتا تھا زنہار فرق

کسی نے دیا زخم پر اُس کے داغ
نہ روشن ہوئی اُسکی چشم چراغ

کھلاتا کوئی برگ چیتل و قند
مگر اُسکے لب کا تھا گلقند بند

کوئی زخم میں آکے بھرتا ہلاس
بڑھا اور بھی جس سے دونا ہراس

لگاتا نوشادر کوئی زخم پہ
نہ تدبیر یہ بھی ہوئی کارگر

منگا پھر تو تریاق بھی ای فتا
بہت جلد اُس زخم پر رکھ دیے

دیا زہر کا لیک اُسنے بھی کام
کہ ہونے لگا کام اُس کا تمام

غرض پھر تو گاڑو بلائے گئے
بہت دیر تھالی بجائے گئے

پڑھے خوب پٹن بھی پرچاؤ کے
عجب کھیل کے اور عجب داؤ کے

نہ بولا مگر چڑھ کے سرناگ وہ
گئے آخرش تھکے سب بھاگ وہ

لگے منتری آنے پھر بے شمار
پڑھے پھر اُنھوں نے بھی افسون ہزار

مگر کچھ نہ ظاہر ہوا فائدہ
ہوا مغز بالوقت پھر زائدہ

نہ ظاہر ہوا جب کہ اُن کا اثر
تو آنے لگے جنتری پیشتر

لگے دینے لکھ لکھ کے جنتر تمام
ہوا پر نہ آراستہ اُن کا کام

ہوئے جبکہ مجبور سب جنتری
تو آنے لگے پھر وہاں تنتری

اُنھوں نے بھی تنتر کئے بیشمار
مگر کچھ بھی نکلا نہ بس اُن سے کار

گئی کانپ پھر پھیر اور کف کفا
گمان ہو گیا سب کو سکرات کا

یہاں تک کہ آنکھیں بھی پتھرا گئیں
گویا خواب غفلت کو وہ کھا گئیں

سہتی کا اپنے باپ سے جوگی کو بلوانا

کہا پھر یہ سہتی نے جا باپ سے
کہ اک عرض کرتی ہوں میں آپ سے

ہے بھاوج کا میری بہت حال تنگ
تغیّر ہوا اُسکے چہرے کا رنگ

اگر زیست ہے اُس کی مدِّ نظر
تو لے آؤ جوگی کو تم دیکھ کر

کہ ہے باغ کالے میں اُسکا مقام
اُسے یاد ہیں ایسی باتیں تمام

یقیں ہے یہاں گر وہ آجائے گا
تو اِس مُردہ تن کو جِلا جائے گا

سنی جبکہ اچھو نے یہ اُس کی بات
گیا پاس جوگی کے وہ بدصفات

اچھو کا کلام جوگی سے

کہا پھر یہ تعظیم جوگی سے جا
کرو حال پر بھی ہمارے دیا

دیا پھر یہ جوگی نے اسکو جواب
کہ فرصت نہیں مجھکو اسدم جناب

عبادت کا کچھ مجھکو اب کار ہے
ترے ساتھ جانے سی یوں عار ہے

خدا کا ترے دلمیں کچھ ڈر نہیں
تو شیطان ہے پر ترے پر نہیں

عبادت سے مجھکو تو ہے روکتا
بدی پر تو غالب ہے اونا سزا

مرے سامنے کچھ نہ تو بول اب
دفع ہو کہ پڑھتا ہوں لاحول اب

نہ پوری ہوئی اُسکی جو آرزو
تو ہو کر گیا واں سے وہ زرد رو

بنا چار پھر وہ گیا اپنے گھر
دیا بھیج جوگی پہ سیدا مگر

جوگی کا سیدو کو پیٹنا

گیا پاس جوگی کے سیدا جو یار
تو کرنے لگا اُسکو وہ نمشکار

جو آواز جوگی کو دی اُسنے واں
تو جوگی اُٹھا مثل بیل دماں

لگا شور کرنے وہ جوں شیر نر
مقابل ہوا اُسکے وہ آن کر

سمجھ لیکہ سیدے کو وہ گوسفند
لگائیں وہیں اُسپہ گرز چند

اسے دیکھ غصہ میں چیں بر جبیں
گرا ہو کے بیہوش وہ بر زمیں

دیا پھر تو جوگی نے آ اُسکو پیٹ
لگا بھاگنے پاؤں اپنے گھسیٹ

کہا پھر یہ جوگی نے چل دور ہو
مرے سامنے سے تو کافور ہو

میں کرتا تھا بیٹھا یہاں یاد حق
لگا کرنے ناحق میں تو زق وبق

کہا کیا نہیں باپ سے تیرے تھا
کہ لینا ہے کچھ مجھکو نام خدا

مگر تو نے پھر آکے ڈالا فتور
نہ کرنا کبھی پھر تو ایسا قصور

ترا باپ شیطان تو خناس ہے — عبادت میں ڈالا جو وسواس سے
فراغت عبادت سے جب پاؤنگا — جو آیا بلانے چلا جاؤں گا
یہ سن اُسنے جوگی کی سب گفتگو — گیا پاس اُس کے وہ زشت رو
کہا جوگی آتا نہیں ہے ابھی — کہے سے ہے کہ کرنی ہے کچھ بندگی
مجھے کہہ دیا چل پرے دور ہو — مرے سامنے سے تو کافور ہو
کہا پھر فراغت جو میں پاؤں گا — جو آیا بلانے چلا جاؤں گا
کہا پھر یہ سہتی نے بہر خدا — اے بھائی بلا کر اُسے جلد لا
نہیں تیری بیوی یہ مر جائیگی — کہاں ایسی دُلہن تجھے پائیگی
فقیروں کی ہے بات کا کیا گلہ — ارے دل ہے اُنکا خدا سے ملا

جوگی کا تشریف لانا پانچ پیروں کی مدد سے مقفل مکان سے سہتی و ہیر و جوگی کا فرار ہو جانا

گیا پھر بنا چار سیدا وہاں — مگر دل میں ڈرتا تھا وہ بے گماں
مبادا کہ شامت نہ آ جائے پھر — مجھی پر قیامت نہ آ جائے پھر
مگر دیکھ جوگی اُسے ہنس پڑا — تو اسوا سطے کچھ وہ آگے بڑھا
لگا کرنے جوگی کو سیدا سلام — کیا پھر یہ جوگی نے اُس سے کلام
بتا مجھ سے کیا اب ترا کام ہے — بہت ہی تو اک مردنا کام ہے
بتا جلد کیا مجھ سے رکھتا ہے کام — کرے کون یوں بے غرض کے سلام
تو کہہ مدعا اپنا اب بے خطر — نہ غصّہ سے میرے تو زنہار ڈر
لگا کہنے سیدا یہ ہے مدعا — کہ بیوی کا سنئے میری اب دم چلا
کوئی روہی چننے کو تھی وہ گئی — ڈسا اُسکو بس سانپ نے وہ سو گئی
پڑی دیر سے اب وہ بیہوش ہے — گویا موت ہی اُسکے ہمدوش ہے

معالج ہزاروں ہوئے اُس سے تنگ
تمھارا کسی سے سُنا ہم نے حال
یہی باغ مدت کا سوکھا ہوا
اسیواسطے آکے یہ عرض کی
خدا کیلئے اُس کا کیجیے علاج
اگر اُس کو آرام ہو جائیگا
کہا پھر یہ جوگی نے مت ہو اُداس
لے اب میں ترے ساتھ چلتا ہوں واں
وہیں اُس مریضہ کو دیجو لٹا
کہ جو شوق سے اُسکی خدمت کری
کہا پھر یہ سید نے جلدی چلو
رہے اُسکی خدمت میں سہتی ضرور
غرض ساتھ جوگی گیا اُن کے وا
مکاں ایک خلوت میں خالی کیا
بنی سہتی پھر اُسکی خدمت گزار
وہیں پھر تو جوگی بھی داخل ہوا
لگا کہنے سید سے چل دور ہو
الگ ہو یہاں سے تو او بیخبر
نکل آیا خلوت سے سید بفور
مقفل کیا گھر کا سید نے در
ہوئی رات آدھی تو جوگی اٹھا
کیا عرض جوگی نے تعظیم سے
کہ یہ ہیر لِلّٰہ مجھے دیجیے

تغیر ہوا اُس کے چہرہ کا رنگ
کہ ہر فن میں ہیں آپ صاحب کمال
تمھاری دعا سے ہوا ہے ہرا
تمھاری قدمبوسی بس فرض کی
مری دور کر دیجیے احتیاج
تمھارا بھی پھر نام ہو جائیگا
گروکی دیا سے ہوں سب کام راس
پہ خالی ہو اُسکے لیے اک مکاں
اور اک خادمہ کو بھی دیجو بٹھا
تو جوگی بھی کچھ اپنی حکمت کرے
کسیطرح سے اُسکو آرام ہو
مکاں بھی ہے خالی وہاں بےقصور
پڑی تھی وہ مارگزیدہ جہاں
دیا ہیر کو اُس کے اندر لٹا
اُسی گھر میں داخل ہوئی وہ بھی یا
جو منشار دل اُسکا حاصل ہوا
مرے سامنے سے تو مہجور رہو
علاج اسکا تا میں کروں رات بھر
جو گفتار جوگی پہ کی اسنے غور
وہ سمجھا نہ ہو جاسے نوع دگر
لیا پانچ پیروں کو اُسنے بلا
بڑے عجز سے اور تسلیم سے
بہت عجز سے اسکی [illegible]

کہا یہ تو بخشش ہوئی ہے تجھے ‌ ‌ کوئی غیر کب اس پہ قبضہ کرے
جہاں چاہے لیجا اسے اے فقیر ‌ ‌ نہ لا اپنے دل میں تو ہرگز ظہیر
کہا اُن سے جوگی نے پھر ہاتھ جوڑ ‌ ‌ بھلا جاؤں میں کس طرح در کو توڑ
تمہاری مدد سے جو کھلجائے در ‌ ‌ تو لیکر اسے ساتھ جاؤں گذر
جو کی پانچ پیروں نے ملکر دعا ‌ ‌ مکاں کا اُسیوقت در کھل گیا
بہت جلد سہتی و جوگی و ہیر ‌ ‌ مکاں سے نکلکر ہوئے راہ گیر

سہتی کا مراد بلوچ سے ملنا

لگے رنگ پور سے جو وہ دور یار ‌ ‌ نظر آیا اک سانڈنی کا سوار
عزیز و یہ سہتی کا تھا آشنا ‌ ‌ شتربان مراد اسکا بس نام تھا
غم ہجر سہتی میں یہ روز و شب ‌ ‌ پھری تھا یوں ہی وشت میں جاں بلب
لیا سانڈنی کو پھر اُسنے بٹھا ‌ ‌ بغلگیر سہتی ہوئی اُس سے جا
وہ دو چشم نمناک یوں آملے ‌ ‌ کہ جسطرح گنگا سے جمنا ملے
گھٹا غم کی دل پر جو کچھ چھا گئی ‌ ‌ مصیبت جدائی کی یاد آ گئی
وہ احوال فرقت سنانے لگے ‌ ‌ محبت دلوں کی جتانے لگے
کہا میں ترے غم میں تھا بیقرار ‌ ‌ کہا میں بھی رہتی تھی زار و نزار
ہوا جب سے تو یار مجھ سے جدا ‌ ‌ پس پردہ روتی رہوں تھی سدا
یہ جوگی سا ہے جو کھڑا روبرو ‌ ‌ دیا ہے اسی کی ملا مجھکو تو
کہا میں بھی پھرتا رہا سر بدست ‌ ‌ پیے بادۂ عشق صحرا میں مست
کیا اُسکو پھر سانڈنی پر سوار ‌ ‌ گریزاں ہوا جانب کوہسار
بہت طول سہتی کی تھی داستاں ‌ ‌ لکھا مختصر میں نے لیکن یہاں
رقم کرتا گر اُسکا احوال سب ‌ ‌ تو یہ مثنوی ختم ہوتی تھی کب
کبھی وقت فرصت جو پاؤنگا میں ‌ ‌ تو پھر نظم میں اُسکو لاؤں گا میں

صبح شام میں گر کہیں جلد یا
پڑھو فاتحہ ختم قصہ ہوا
مجھے ہیر ورانجھے کی لکھنی ہے بات
گذرتی ہے کیا آن پہ اب واردات

ہیر ورانجھے کا صحرائے پرخار میں ایک ڈھاک کے درخت کے نیچے آرام کرنا پھر رانجھے کا ایک شیر کو ہلاک کرنا اجو اور سیدے کا آنکر دونوں کو گرفتار کر کے عدلی راجہ صاحب کے دربار میں پیش کرنا

ادھر آتو اے ساقی نیک نام
پلا دے کوئی وصل کا بھر کے جام
پلا دے پلا دے پلا دے مجھے
خدارا نشے میں جھکا دے مجھے
سدا مست رہے یہ ترا میکدہ
رہے تو بھی دنیا میں جیتا سدا
نشہ کی دکھا مجھکو ایسی ترنگ
کہ ہو جائیں سالک مجھے دیکھ دنگ
زباں میں بھی میری پیدا اثر
رہے میرے پہلو میں وہ سیمبر
سناتا ہوں اب حال رانجھا و ہیر
چلے پھر وہاں سے وہ دونوں فقیر
گئے ایک صحرائے پرخار میں
مگر نیند کے تھے وہ خمار میں
نظر ڈھاک کا ایک آیا درخت
لگایا وہیں بستر ایک لخت
وہاں بیٹھ دکھ سکھ سنانے لگے
دُرِ اشک سفتہ بنانے لگے
بغلگیر ہو ہو کے ملنے لگے
گل آرزو ان کے کھلنے لگے
تو ہونے لگی خوش وہ اکبارگی
لگے گفتگو کرنے پھر پیار کی
تو رانجھے کو غلبہ ہوا نیند کا
ذرا بستر پہ وہ سیدھا ہوا
کہا ہیر نے دیکھ سوتا نہیں
یہاں نیند میں لیک ہوتا نہیں
خطر ہے مسافر کو سونے سے یار
مبادا کہ دشمن کوئی تا اکار
پکڑ لیوے ہم کو یہیں آن کر
ہو قصہ یہیں ختم المختصر
قضارا اسی دشت میں شیر نر
لگا کرنے یک تخت بس شور و شر

کیا شیر نے جبکہ واں شور و غل — گئی آنکھ رانجھے کی فی الفور کھل
پکڑ شیر کو بسکہ رانجھے نے یار — کیا اُسکو اک آن میں بس شکار
بدن سے اُتارا اسکی پھر جلد کھال — بنا لی اُسیوقت بس مرگ چھال
جو تھا گوشت چربی اُسے تو چکر — لیا ڈال جھولی میں اسے باخبر
وہی شیرنی پھر وہاں آگئی — تو رانجھے سے رو رو کے کہنے لگی
کہ افسوس تو میرا دشمن ہوا — کئے مجھ سے دو شیر تو نے جدا
خدا تجھکو سمجھے ارے مدّعی — فقیری میں بھی کی یہ گردن کشی
یہ کہکے وہ شیرنی چل پڑی — ہوئی ہیر کے دل میں دہشت بڑی
یہ رانجھے نے سمجھا نہ کچھ مدعا — کہا ہیر سے آؤ سو لیں ذرا
یہانتک کہ پھر نیند میں ہو گئے — لپٹکر وہ دونوں وہیں سو گئے
گئے لیٹ باہم بیابان میں — ہوئے خواب عشرت کے سامان میں
انہیں تو یہیں اب سلاتا ہوں میں — وہ سیدے کو جاکر جگاتا ہوں میں

اُجّو اور سیدے کا جاگ کر جوگی اور ہیر کو اسی جنگل میں جا پکڑنا

درخشاں ہوا جبکہ شمس جہاں — تو سیدا گیا سوئے خلوت گراں
جو دیکھے تو جوگی نہ سہتی نہ ہیر — لگا آہ بھر نے گریباں کو چیر
گیا باپ کے پاس روتا ہوا — سیہ رو کو اشکوں سے دھوتا ہوا
لگا کہنے اُجّو سے یا درد و غم — ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
کہ دیکھا جو خلوت میں جاکر میں اب — غضب ہو گیا ہے غضب ہے غضب
قفل ہے اسیطرح در پہ لگا — نہیں آہ تینوں کا لیکن پتا
نہ واں ہیر ہے اور نہ جوگی ہے واں — گریزاں ہوئے ہائے جانے کہاں
خبر کیا تھی جوگی ہے یہ جادوگر — نہیں تو میں رہتا وہیں رات بھر
سنی جبکہ اُجّو نے یہ غم کی بات — لگا مارنے اپنے زانو پہ ہاتھ

غرض پھر وہ گھوڑوں پہ ہو کر سوار
لگے ڈھونڈتے پھرنے شہر و دیار

تلاش انکی ہر طرف کرتے ہوئے
ہر اک دشت اور بن میں پھرتے ہوئے

اُسی دشت میں آخرش آ گئے
کہیں نقش پا آ کے جو پا گئے

یکایک ہوئی ہیر بیدار پھر
کیا اپنے رانجھے کو ہوشیار پھر

کہا دیکھو آتے ہیں وہ دو سوار
یقیں ہے کہ ڈالیں گے وہ ہم کو مار

سُنا جبکہ رانجھے نے یہ ہیر سے
وہاں سے وہ اُٹھ کر لگے بھاگنے

پیادہ سے اسوار کی ہمسری
ہوئی ہے نہ زنہار ہوگی کبھی

اُنھوں نے بھی گھوڑوں کو جولاں کیا
لگا کر کے مہمیز کا واد یا

گرفتار دونوں کو کر کے شتاب
غرض پیچھے کھا کے سو پیچ و تاب

گئے عدلی راجہ کے دربار میں
گذارش یہ کی جا کے سرکار میں

کہ یہ شخص ظاہر میں ہے جو فقیر
شرارت میں اپنی ہے لیکن بے نظیر

بہو کو ہماری یہ لایا نکال
ہمیں کر دیا آہ یوں پائمال

کہا پھر یہ جوگی نے سب جھوٹ ہے
اس عورت کا شوہر یہ ابدھوت ہے

قاضی صاحب کا فریقین سے اظہار لینا

اظہار جوگی

کیا پھر یہ قاضی نے اُنسے خطاب
کہ دو اپنے اظہار مجھ کو شتاب

کہو کیا ہوئی تم پہ بیداد ہے
یہ کیا بات ہے کیسی فریاد ہے

دیا پھر یہ جوگی نے اظہار زود
خدا دے تجھے فضل و برکت فزود

کہ یہ زن جو اسدم مرے ساتھ ہے
اسی کی تو قاضی جی یہ بات ہے

میں جوگی ہوں اور میری جوگن ہے یہ
یہ روگی کی اپنی یہ روگن ہے یہ

کھڑا ہے جو یہ سامنے ایک جٹ	اسے دیکھ شیدا ہوا ہے نپٹ
غضب ہے کہ مجھ سے ہے یہ چھینتا	میں جوگن اسے کیسے دیدوں بھلا

اظہارِ ہیر (رنج)

کہا ہیر نے اسے شرافت مآب	بہت طول ہے میرے غم کی کتاب
بلاشک ہوا ظلم جوگی پہ آج	گیا لٹ ترے ملک میں اسکا راج
اسی جوگی صاحب کی جوگن ہوں میں	بروگی کی اپنے بروگن ہوں میں
کچہریاں اسنے بہت دیکھ لیں	ہوئی سب جگہ سے یہی منصفی
کہ جوگی کی جوگن ہے یہ بالضرور	سراسر ہے سیدے کا اسمیں قصور
کچہری سے اسکو نکالو کہیں	نہ آوے کبھی پھر یہاں یہ لعین
اسی واسطے ہے یہ آیا یہاں	لیا ڈھونڈ جب اسنے سارا جہاں

اظہارِ سیدا (شناس)

کہا پھر یہ سیدے نے رو اور بسور	کہ یہ زن ہے میری ہی بیوی حضور
یہ جوگی کھڑا ہے جو یاں بدمعاش	اسی نے کیا ہے مرا دل خراش
گیا جھنگ لیکر کے بارات میں	بیاہ کرکے لایا اسے ساتھ میں
وہ چوچک ہے اسکا جو باپ ہے	مجھے اسنے بیٹی یہ دی آپ ہے
کیا ظلم جوگی نے مجھ پر بڑا	بھگا کر اسے رات کو چل پڑا
بہت مشکلوں سے یہ پکڑا گیا	رہے تھک شبا شب جو گھوڑے [illegible]
کیا میں نے سچ سچ وہ سارا بیاں	یہ گذرا ہے مجھ پر قضیات نشاں
اسیواسطے ہوں میں امیدوار	ملے زن مری مجھکو دلا اعتبار

حکم قاضی (بطبیعت رنجور)

دیا حکم قاضی نے تب ہی انکو بولا	کیا کام جوگی نے ہے یہ زبوں

کہی ہے جو سیدے نے یہ بات ہو ۔ یہ جوگی نہایت ہی بدذات ہے
کرو قید جوگی کو راجہ ضرور ۔ نہیں اسمیں سیدے کا بالکل قصور
یہ عورت کہو اسکو لے جائے اب ۔ نہ کچھ اپنے دل بیچ گھبرائے اب
ملی ہیر سیدے کو جب ای اخی ۔ تو سیدا ہوا اپنے دل میں خوشی
مگر ہیر کو رنج دونا ہوا ۔ کہ پہلو بچاری کا سونا ہوا
چلا لے کے ہمراہ وہ ہیر کو ۔ نہ سمجھا مگر حرف تقدیر کو

ہیر کا بددعا کرنا

ناراضگی روح

تری ذات ہے منتقم یا خدا ۔ نہیں کیا ہے اس ظلم کی کچھ سزا
کیا کیا نہیں ہم پہ قاضی نے قہر ۔ بھسم کیوں نہیں ہوتا جلکر یہ شہر
ابھی اسکے منہ سے یہ نکلا ہی تھا ۔ گئی آگ لگ شہر میں جا بجا

بددعائے جوگی

ناراضگی جسیم عشق پرست

الٰہی تجھے کیا نہیں ہے خبر ۔ ہوا قہر ہم پر ہے یہ کسقدر
ابھی دے تو قاضی کو یارب سزا ۔ کہ ہو درد قولنج میں وہ مبتلا
اسی طرح راجہ بھی بیمار ہو ۔ بہ شدّت کوئی درد آزار ہو
اُسی وقت راجہ گرا خاک پر ۔ تڑپتا تھا اک طرف قاضی اُدھر
ادھر آگ بھڑکی شہر بھر میں آہ ۔ ہوئے لوگ بستی کے بالکل تباہ
لگا کہنے قاضی بحال خراب ۔ نہیں درد قولنج سے مجھکو تاب
ادھر راجا کہتا تھا ہیہات ہے ۔ یہ جوگی جتی کی کرامات ہے
کہیں کی ہے جوگی نے یہ بددعا ۔ نہیں عدل اسکا ہے شاید ہوا
کہ حاضر کچہری میں وہ زن جو تھی ۔ اسی جوگی صاحب کی جوگن وہ تھی
ضرور اسنے کی ہوگی یہ بددعا ۔ ہوئے جاں بتنگ ہم یہ درد و بلا

ادھر شہر میں آگ بھی لگ گئی
دیا حکم راجہ نے با درد و تاب
بہت ہی ہمیں اسنے دھوکا دیا
ہراول سپاہی گئے ہر طرف
کہا پھر یہ راجہ نے با سوز و درد
اُسے قید سے جلد لاؤ نکال
تھا داروغہ جو قید خانہ کا واں
کہی پھر یہ راجہ نے جوگی سے بات
یہ سنتے ہی جوگی ہوا شاد کام
خوشی سے وہ کرنے لگی یوں دعا
بجھا دے جو بھڑکی یہاں آگ ہے
جو کی اُن بچاروں نے دل سے دعا
ہوا راجہ دل بیچ فرحان و شاد
تو جوگی و جوگن کو خلعت دے
لگا گو بہت سا کہ ٹھیرو یہیں
لگا سیر کرنے وہ دریہر بھات
پھر اک روز دل میں جو کچھ آگیا
بیٹھا ہیر کو بستر ے پہ وہ یار

یہ ہے ظلم کی آگ بھڑکی ہوئی
پکڑ لاؤ سیدے کو اب تم شتاب
جو جوگی کی جوگن کو وہ لے گیا
پکڑ لائے سیدے کو قیدی صنف
بلا لاؤ جوگی کو بھی یاں پہ جلد
ٹلے تا کہیں اپنے سر سے وبال
وہ لے آیا جوگی کو مجلس سے یاں
خوشی سے پکڑا اپنی جوگن کا ہاتھ
وہ جوگن بھی فرحاں ہوئی خوشخرام
الٰہی تو اس شہر کو لے بچا
رہے راجہ آباد آرام سے
تو راجہ نے فی الفور پائی شفا
اُٹھایا جو جوگی سے یہ استفاد
زر و لعل دے ان کو رخصت کیو
مگر وہ ہی کہتا رہا بس نہیں
پری ہیر کو اپنے لیکر کے ساتھ
گیا جھنگ سیالے میں جا بسترا
گیا آپ جنگل میں بہر شکار

رانجھے جوگی اور اُس کی جوگن ہیر کا جھنگ سیالے میں بستر لگانا اور جوگی کا شکار کو جانا۔ کیدو کا چھوچھک کو بتانا۔ ہیر کا گھر لیجانا اور اُسکو زہر آمیز شربت پلانا۔ ہیر کا

وفات پانا ۔ رانجھے جوگی کا اسکی قبر پر گرکے ہیر بھی مرجانا

پلا ساقیا بادۂ سوگوار / کہ آئی خزاں اب بفصل بہار
گل تر بھی اب خشک ہو جاوینگے / وہ نرگس بچارے بھی سو جاوینگے
وہ سیب ذقن بھی تو جاوینگے سڑ / وہ نارنج پستاں بھی جاویں بگڑ
چلیگی یہاں ایسی بادِ خزاں / کہ ویران ہو جائیگا گلستاں
چلیگی یہاں ایسی بادِ سموم / کہ ہو خار در خار کا آ ہجوم
نہ سرو صنوبر کا پاوے پتا / نہ شمشاد و سنبل نہ زلف دوتا
نہ وہ غنچہ دہنی نہ پستان انار / نہ بلبل نہ گل اور نہ باغ و بہار
خودی خواب غفلت کی ہوکب بچا / ہوئے بیخودی میں ہزاروں فنا
یہاں اسوقت وہ اہل عرفاں کہاں / فنا ہوں بقا میں جو ایسی جاں
گئی جھنگ سیالے میں جسوقت ہیر / تو ہونے لگی اپنے دل میں ظہیر
خیال اسکے دل بیچ آیا یہی / کہ رانجھے نے یہ بات اچھی نہ کی
جو سرکے پھر وہ آیا یہاں / مرے خوں کا ہے باپ تشنہ وہاں
کبھی کہتا رانجھے کی ہے کیا خطا / مگر گھیر لائی ہے ہم کو قضا
مرے خواب میں رات آئی تھی موت / یقیناً کوئی آج ہووے گا فوت
یہی حرف وسوس اسکے دل میں رہی / نہیں بھاگ پھرتی ہے تقدیر کی
کہ آیا اچانک وہاں وہ شریر / جسے لوگ کہتے ہیں کیدو فقیر
وہاں ہیر کو اسنے پہچان کر / گیا پاس چھپ چھپ کے وہ بدسیر
خبر جاکے چھپ چھپ کے یہ اسکو دی / کہ بھائی تری ناک اب کٹ گئی
جو بیاہی تھی وہ ہیر کھیڑے میں تو / گنوادی تری اسنے سب آبرو
کہ رانجھا اسے واں سے لایا نکال / جو باور نہو چل کے لے دیکھ بھال
غرض ساتھ کیدو کے چھپ چھپ گیا / ملا اپنی بیٹی سے آنسو بہا

زمانہ کی یارو عجب چال ہے — بناوٹ کا رونا بھی جنجال ہے
بناوٹ کا ملنا بناوٹ کا پیار — بناوٹ کے سب ہیں یہاں کاروبار
دھرا پیار سے ہاتھ بالائے سر — لگا کہنے اسے ہیر دل میں نہ ڈر
ترے بدلے سیدے کو رشتہ دیا — کسی بات کا دل میں تو غم نہ کھا
تو رانجھے سے ملکر سدا شاد رہ — محل میں مرے چل کے آباد رہ
کرے گی تری ماں بھی تجھکو پیار — نہ لا کوئی خطرہ تو اب زینہار
خوشی سے تو بیٹی مرے ساتھ چل — کہ رونق ذرا پائے میرا محل
وہیں تیرے رانجھے کو لونگا بلا — مزے سے وہیں اپنے رہنا سدا
غرض ہیر کو اس نے پرچا لیا — محل میں شتم سے اسے لے گیا
بناوٹ سے ماں پیار کرنے لگی — مٹھائی سے گود اسکی بھرنے لگی

ہیر کی پرانی سہیلیوں کی ہیر سے آخری ملاقات

رنج — نقمات رنمائی

لگیں ملنے آ آکے سہیلیاں — لگیں کرنے ہنس ہنس کے اٹکھیلیاں
کہے کوئی آیا تو رانجھی ہی — کہے کوئی میں یاد کرتی ہی تھی
کہے کوئی واری گئی ہم کو بھول — ترا یاد کرنا بھی ہے سب فضول
کہے کوئی رانجھا ترا ہے کہاں — کہے کوئی رہنا سدا تو یہاں
کہے کوئی اسے تجھکو بیوی کی سول — ہوئی تھی کبھی ہیر سے ملنے کی گول
کہے کوئی اچھی رہی ہیر ہے — بہت ہیں نے ملکوں کی کی سیر ہے
مگر ہے تمھارا بھی اچھا مزاج — ملی ہو بہت ہی دنوں میں تم آج
بدولت میں رانجھے کی دیکھا تمھیں — نہیں تو یہاں آہ آتی نہیں
مرے خواب میں موت بس آئی ہو — یقیناً یہاں موت ہی لائی ہے
کہے کوئی ہوگی کہاں سے ہوا — گیا چھوڑ تمنا کہاں کیا ہوا

کہا وہ گیا تھا برائے شکار
ہوا صید خود وہ بجائے شکار

کہیں ڈھونڈھتا پھرتا ہوگا مجھے
یہاں دیکھنے آئے گا کیا مجھے

غرض خوب ہوتی رہی گفتگو
وہ بیٹھی رہیں ہیر کے روبرو

وفات ہیر معہ تجہیز و تکفین

روح فنا فی الذات

سنو آگے تقدیر کی داستاں
کہ ہے موت کا ہیر کی یہ بیاں

نہ کیوں اشک آنکھوں میں اب آئیں بھر
کہ وہ رشک مہتاب یوں جائے مر

اور اُسکا طلبگار رنجھا کا شکار
رہے پانچ فرسنگ حسرت پکار

کہا پھر یہ چھوچک نے ملکی سے جا
ہلاہل ابھی ہیر کو دو پلا

جو اب یہ یہاں سے چلی جائیگی
نہ ہرگز کبھی ہاتھ پھر آئے گی

کرے گی ہمارا یہ بس نام بد
یہانتک کہ اب ہو چکی ہے یہ حد

نکل کے یہ رانجھے کے ساتھ آئی ہے
مری ناک دنیا میں کٹوائی ہے

لگی کہنے ملکی بھی ہاں خوب ہے
اسی بات میں نیک اسلوب ہے

ادھر تو ہوا ان کا یہ مشورہ
قضا کا سنو اور ہے یہ تذکرہ

کہ آکر لگی ہیر کو جو پیاس
لگی کہنے اُنسے جو بیٹھی تھیں پاس

کوئی لاؤ پانی کا بھر ایک جام
ہوا پیاس سے کام میرا تمام

اُسیوقت ملکی نے شربت بنا
دیا زہر قاتل پھر اُس میں ملا

دیا ہیر کے پاس پھر بھیج اُسے
خوشی سے وہ تا موت پیالہ پیئے

بصد آرزو ہیر نے اسے پیا
لگا منہ سے وہ زہر پیالہ پیا

لگیں ہچکیاں آنے پھر بیشمار
بُلانے لگی وہ زبانِ حزار

کہا ہائے رانجھے میں اب مر گئی
میں اقرار پورے سبھی کر گئی

خبر پا مری قبر پر آئیو
بس اب یاد فاتح سے فرمائیو

مرے غم میں رونا نہ تم زینہار
اگرچہ غم موت ہو بے شمار

تمھیں یاد اتنی دلاتی ہوں میں
کہ یوں قول الفت نبھاتی ہوں میں

خدا اسکے لیئے صبر فرمائیو
غم موت دل پر نہ کچھ لائیو

اگرچہ جوانی کی اس موت کا
ہر اک شخص کو ہووے صدمہ بڑا

نظر جب نہ آؤنگی میں تجھ کو یار
نہ رونا مرے غم میں بے اختیار

یہاں کا تو ملنا ہوا سب تمام
ملوں گی تجھے اب بروز قیام

یہ کہکے پھر اسنے مارا نہ دم
روانہ ہوئی بس بملک عدم

اسیوقت پھر اسکو نہلا دھلا
لباس اخیری دیا سب پنہا

جنازہ اٹھا پھر کا لوگ سب
بناوٹ سے کرنے لگے سوگ سب

گئے اسکو شہر خموشاں میں لے
وضو کرکے پھر لوگ آنے لگے

وہ قاضی سے آکر پڑھائی نماز
نمازی تھے حاضر بہت پاک باز

فرشتے بھی آعرش سے یالیقیں
جماعت میں تھے بس صف اولیں

ہزاروں ولی اور مردان غیب
جنازہ میں داخل ہوئے شیخ و شیب

کیا دفن مدفن میں پھر پیر کو
گئی دس بجے رات جب دو بلو

زمیں کا ہوئی زیب مغفور یوں
ہوئی چشم عاشق سے مہجور یوں

قضا سے کسی کو بھی چارا نہیں
یہاں سانس بھرنا گوارا نہیں

سدا شکر اور صبر درکار ہے
کھچی سب کی خاطر یہ تلوار ہے

دیا آہ منصور سولی چڑھا
دیا سر پہ سرمد کے تیغا چلا

کسی کی اتاری گئی یاں پہ کھال
کسیکو چتا میں دیا آہ ڈال

کرامات ہے سب یہ عشق کی
کوئی جنتی ہے کوئی دوزخی

کوئی تشنہ لب آکے یہاں مر گیا
فدا جان شہ پر یونہی کر گیا

کوئی ذکر حق میں گیا ہے سدھار
کوئی اٹھ گیا یاں سے اک آہ مار

کرے اپنے لوگوں کو ہی یہ شہید
عجب حضرت عشق ہیں جاں کشید

یہی فکر ہے اور یہی غور ہے
سدا سے یہی اسکا بس طور ہے

بہت سے دیا نازنینوں کو غم
کھلایا بہت سے حسینوں کو سم

اگر قیس کو اسنے مارا تو کیا
ہوئے ہیں ہزاروں ہی عاشق فنا

کہاں تک کریں انکی تشریح ہم
کہ فرصت نہیں ہم کو دیتا ہے غم

پڑا ہے اسی غم سے سینہ پہ داغ
حرارت سے اسکی گیا پک دماغ

سنا ہیر کا جب کہ ذکر وفات
دھرے اہل ظاہر نے کانوں پہ ہاتھ

کہ جب ہیر سے روح ٹھیری مراد
تو کیوں موت آئی اسے استاد

یہیں تک ہے بس انکو فہم و ذکا
یہیں تک سمجھتی ہیں وہ مدعا

مگر اہل باطن کو مفہوم ہے
فنا اور بقا خوب معلوم ہے

نہ جبتک فنا ذات میں روح ہو
بقا کا نہ پھر نقش بر لوح ہو

سمجھتے ہیں وہ رمز عرفان کو
سمجھتے ہیں انسان و حیوان کو

بہت سے ہیں انساں بہائم کی شکل
بہت سے ہیں انسان آدم کی شکل

تناسخ نہ لے کوئی اس سے مراد
یہ مطلب ہے سمجھو اور یہی رکھو تو یاد

وفات رانجھا

سنو حال رانجھے کا اے دوستاں
کہ برباد ہوتا ہے یہ بوستاں

پھرا صید گاہ سے بیچارا غریب
نہ اسکو ہوا صید کوئی نصیب

اجل جسکے سر پہ ہوئی ہو سوار
ملے آب و دانہ کہاں اور شکار

سمجھ شکل من کی وہ رمز نہاں
چلا آیا واپس تھا بستر جہاں

مگر پھر اُسکو نہ پائی ستم — تو رویا کیا دیر تک دمبدم
لگا کرنے پھر اُسکی وہ جستجو — کہ در دشت و صحرا و در کو بکو
اسیطرح جنگل میں پھرتا ہوا — وہ گورِ غریباں میں پہنچا جو جا
نیا اک نظر اُسکو آیا مزار — اُسے دیکھکر وہ ہوا بیقرار
لگا کہنے دل کو نہیں صبر ہے — خدا جانے کس گل کی یہ قبر ہو
یہی جذبہ دل سے تقدیر کی — کہیں قبر ہووے نہ یہ ہیر کی
اچانک ہوا واں کسیکا گذار — لگا پوچھنے ہے یہ کس کا مزار
کھڑا ہوں بہت دیر سے روبرو — مجھے اس سے آتی ہے الفت کی بو
کہا اُسنے رو رو کہ یہ آہ و بکا — کیا ہیر نے کوچ ملکِ بقا
اُسی کی بنی ہے یہ آرامگاہ — یہیں سو رہی ہے وہ رشکِ ماہ
سُنا جب یہ رانجھے نے اک آہ بھر — گیا قبر پہ گر کے فی الفور مر
اُسیوقت نہلا دھلا دیکفن — سپرد لحد کیا دفن وہ خستہ تن
مگر دونوں قبریں گئیں ایک ہو — جسے شوق ہو جھنگ میں دیکھ لو
بہت شدت غم سے پامال ہو — ملا ہیر سے اپنی خوش حال ہو
رہی ہیر نے اُسکا رانجھا رہا — نہ جوڑا رہا اور نہ رانجھا رہا
مگر نام ہی نام ہے رہ گیا — کہ مشہور دنیا میں ہیں جابجا
کہا بعض نے ہو گئے دونوں گم — نہیں زندگی کا پھر اُن کے تھم
لگا ہی نہیں اُن کا اب تک پتا — کہاں چھپ رہے آہ وہ باوفا
مگر یہ روایت نہیں معتبر — روایت صحیح ہے یہی اے پسر
کہ وہ دار باقی کو ہیں چل بسے — کوئی دار فانی میں کب تک جئے
مجھے ہے سدا یاں پہ کوس رحیل — نہیں وقت پر ہوتی ایکدم کی ڈھیل

گیا جو وہاں پھر وہ آتا نہیں   خدا جانے یہ ملک بھاتا نہیں
جو مر دے بھی سمجھیں اسی یوں حقیر   تعجب ہے گر ہم کریں دلپذیر
یہ ہے ملک فانی فنا کا مقام   کہاں تک رہے کوئی یاں جی کو تھام
کہاں سے ہوا ایک قطرہ جدا   کہاں سے کہاں آ کے رانجھا بنا
کہاں سے چلی صورت دلپذیر   کہاں سی کہاں بنگئی آ کے ہیر
کہاں سے کہاں اُنکا جانا ہوا   کدھر سے کدھر کو روانہ ہوا
زمیں کیا ہے بلکہ مصالحہ کی سل   اور اس سل کا ازبسکہ بٹّا ہی دل
مصالحہ جو ہے اُسکے اوپر دھرا   کوئی دم میں سمجھو پسے کا پسا
یہ چکّی ہے کچھ آسماں کی چلے   کوئی جنس بھی یاں نہ باقی رہے
زمیں ہے مگر اسکے نیچے کا پاٹ   فلک ہے یہ اوپر کا چکّر سپاٹ
چلے ہے سدا چرخ کی آسیا   جو آیا یہاں مثل گندم پسا
پسے ہے یہاں غلّہ جنس و انس   گراں ہیں وہ خواہ ہو وے ارزاں جنس
اسیطرح ہم بھی تو پس جائینگے   اگر ہیچ سے پاؤں سرکائیں گے
جو ہے ہو تو اقبل انت موتوا کی ہیچ   لگے متصل اُسکے دانائے شیخ
جو مرنے سے پہلے کوئی مر گیا   پس مرگ بھی بس وہ جیتا رہا
پیئے ہے وہ اے قیس آب حیات   بھلا کیوں اُسے ہو وے خوف ممات

لب لباب کتاب ہذا

پلا ساقیا بادۂ معرفت   کہ نزدیک آنے کو ہے عاقبت
مرا آخری ہے یہ تجھ سے سوال   پلا کوئی فنجان اے نیک فال
جو وے میرے منہ سے لگا جام جم   تو ہو ختم یہ سانحہ درد و غم

کدھر ہیر ہے اور رانجھا کہاں
ہزارہ کہاں اور کہاں جھنگ ہے
سنو جھنگ ہیگا یہ ملک فنا
جو کھیڑا ہے تو ہے وہ عالم مثال
سمجھ ہیر ہے روح رانجھا ہی جسم
بلاشک فریبی ہے یہ نابکار
تو را نجھے کی ماں جانئے خاک کو
ہیں رانجھے کے ماں باپ یہ یوں اگر
ہیں چھو چیک ملکی مگر نار و باد
حرارت سی اور سانس ہی جان بحال
ہیں لذات نفسانیہ بھاوجیں
تو لے ہل چلانا مشقت کو گن
ہے دل مسجد و گوش ہی مدرسہ
کہیں پر ہے یہ عشق دریا بنا
مسافر ہے دم زندگی ناخدا
مجاز و حقیقت سے گر ہو خبر
ہے مالن تو رکھ یاد غفلت کا نام
وہ ہے گریہ زاری تری بانسلی
چغلخور عورت ہے بس حرص یار
چچا ہیر کا خوف دختر رجا
یہ ہے شیر غصہ ترا بد بلا

کیا جسم اور روح کا یہ بیاں
کہاں عود ہے اور کہاں چنگ ہے
ہے تخت ہزارہ وہ ملک بقا
تجھی میں ہیں سب کچھ یہ ای خوشخصال
ہے کیدو اسی نفس ظالم کا اسم
ہزاروں کو اسنے کیا ہے شکار
کہ ہے آب باپ اسکا اے تیکخو
کہ تپلہ انہیں سے بنے غور کر
یہ اربع عناصر ہوئے رکھ تو یاد
نہوں جسم میں یہ تو ہو انتقال
یہ اعصاب و اعضا سبھی بھائی ہیں
ہے کار شبانی ریاضت کا سن
معلم ہے ادراک و طلبا ذکا
کہیں آگ کی دی ہے دھولی ہار
ہے کشتی تری عمر بے بقا
ہوئیں چور بیں ناخدا کی مگر
ہے قیچی تری بس جہالت کا نام
کہ ظاہر ہے بس اس سے درد دلی
مگر میٹھی نائن طبع زشت کار
کہ فرحت کا ہے تو یہ سن یاد پا
تو چوروں کے لے نام سن تو ذرا

تکبر غرور اور حمق اور جہل / دگر بخل اور کذب مت گن تو سہل
یہ ان سات بھینسوں کو تھے لیگئے / تو رکھ یاد نام اُنکے ای نیک پے
یکے عاجزی خاکساری دوم / محبت قناعت و شفقت بہم
تواضع و دانائی ساتوں ہیں یہ / تری گریہ زاری پہ مفتوں ہیں یہ
تواضع کی جب بھینس تجھکو ملی / تو وہ چھیوں بھینسیں بھی پھر آگئیں
ہیں پانچ اولیا تیرے خمسہ حواس / جو ظاہر میں رہتے ہیں یہ تیری پاس
حواس خمس ہیں جو وہ باطنی / تحائف ہیں وہ اولیا سے سبھی
جو تھے لڑکے اور لڑکیاں وہ تمام / سمجھ اُن کو کثرت تو اے نیکنام
جو ہے ایلچن ہے وہ دل کی صدا / یہ ہے رمز وحدت کی لے باوفا
ہے شیطان آنجو تو نالی حسد / ہے خناس سیدا وہ بدکار و بد
ہے سہتی یہ شہوت تری پُرغضب / ہے فسق و فجوری پھر اُسکے عقب
ہے شہوت پہ دل بسکہ اُن کا فدا / انہیں سے ہے شہوت کو آتا مزا
جتی اور ستی کے ہیں لیکن غلام / مگر ابتدا میں کریں دق مدام
ہے قاضی طبیعت تری بالیقیں / کردے پھینک تجھکو کہیں سے کہیں
طبیعت کو تو نے لیا گر سنوار / تو کانا نہ پھر عقل کا ہوشیار
نہیں کم ترا فقر اُس ناتھ سے / گرو ہے تجھے بس جسکے چیلے بڑے
شریعت رہ راست ہے یار کا / طریقت بیاں پنتھ زار کا
جو ہے باغ وہ باغ عرفان ہے / ادھر غور کرلے کہ ہر دھیان ہے
ہے اخلاص بکری و وسواس گرگ / یقیں ہیگا جیدوا اہا ہر دو بزرگ
کہ ہے ہیر لے یار چاہت کا نام / جھگڑے ہیں دنیا کے وہ اُس مقام
کہ دنیا طرح طرح کے بھر سنگار / کیا چاہتی ہے تجھے بس شکار

سمجھ بھیالی کو تو اسے بیل | بہت یاد ہیں اسکو شہوت کی کھیل
سے ہے چھپنا وہ باریکیاں اور نکات | سمجھنا نہیں جنکا آسان بات
سے ہے خلوت مگر وصل اور خار ہجر | خوشی گل سے ہے اے یار چل چھوڑ فکر
جو ہے بھید ظاہر وہ ناسوت ہی | جو ہے بات خفیہ وہ ملکوت ہے
سمجھ سے جلالت کو جبروت تو | فنا در بقا جان لاہوت تو
جو ہے عالم خلق اے نیکنام | احاطہ میں ناسوت کے ہے تمام
ہے ناسوت حلقہ میں ملکوت کی | ہے ملکوت حلقہ میں جبروت کے
ہے جبروت مخلوق لاہوت کا | اسی میں ہے پنہاں فنا و بقا
شرافت ہے بس مرگ بھالی کا نام | یہ ہیں زیر و بم آمد دم تمام
سمجھ بسکہ رنڈی تو دنیا کو یار | ہے بہروپیا اسکا طالب گنوار
جو طولِ عمل ہے وہ نقال ہی | کہ دنیا کے پیچھے وہ جنجال ہے
جو ناچے ہے رڈکا تو ہی وہ فریب | کہ دیتا ہے وہ سانظ رنڈی کی زیب
جو حسرت ہے پونگی تو حیرت ہی نار | چرن سکھ ہے آرام گنگ ہے فساد
ہے تسبیح عقد انامل کی یار | بھسم خاکساری ہے ای لفگار
سمجھ کارِ تقویٰ کو تو گل صفا | حذر کا ہے وہ ہاتھ میں دسپنا
ہے تلساں کی مالا وہ اسرار غیب | بیاں گر کروں اسکو ہو مجھ سے عجیب
پو ڈھلمل یقینی ہے بس بالنا تجھ | کہاں تک میں دوں تجھکو عرفا نہیں ساتھ
جو ہیں سیلیاں فوق بالفنا بقہ | تو کنٹھا ہے کشف سر لا یقہ
بیراگن سہارا جو ہولی سے ملے | پیالہ جو امید ٹوٹے وہ ہے
سمجھ اپنی آنکھوں کو کچکول تو | اگر بند ہیں دیکھ لے کھول تو
مگر علم باطن کا سرمہ لگا | کہ سینہ ہے انسان انسان کا

جو ہے زعفرانی وہ عاشق کا رنگ | لطیفہ ہے یہ قلب کا بیدرنگ
جو ہیں ہیرے بس وہ زیور بیاس | تو ہے زینت روح کا وہ اساس
ہنرمندیاں ہیں جڑی بوٹیاں | ترا دل ہے جھولی بغلی سدا
جو ہے شہر خاموشگاں کا وہ شہر | تو ہے اسمیں محبوس در گور قہر
وہاں پھر اگر کے تجھ سے ملی | لکھا ہے کہ مردہ قبر میں سے جیئے
غضب کا وہاں پر ہے اک شہریار | کہ لیتا ہے ہر اک سے اظہار یار
وہ پرسش کرے تیرے اعمال کی | جزا اور سزا دیوے ہر حال کی
ہے داروغہ جس میں صدق و صفا | اراکیں سعادت کے ہیں رہنما
جو تیری طبیعت میں ہے کچھ خطا | تو ڈر ہے کہیں آگ بھی لگ بجا
ہراول ہیں دونوں وہ منکر نکیر | پکڑ اسکو لیتے ہیں جو ہو شریر
ڈرو دوستو قہر شاہی سے اب | کہ باز آؤ اس روسیاہی سے اب
سمجھ لو کہ ہے موت سر پر کھڑی | گناہوں سے بچتے رہو ہر گھڑی
بچے ہے یہاں کون حالت مدام | کرے کیا کوئی ایک دم جو مقام
بہت سے حسینان نازک بدن | اڑا لے گیا یاں سے چرخ کہن
بہت مل گئے خاک میں نامور | نشاں بھی نہ جنکا رہا خاک پر
سبھی کا یہی حال ہو جائے گا | لحد میں ہر اک اپنی سو جائیگا
کرو عشق اپنے خدا پاک سے | بچو دوستو عشق ناپاک سے
مجازی تعشق بھی گو ٹھیک ہے | جو سچ پوچھو بندہ کی یہ بھیک ہے
ذرا بھی اسے پائداری نہیں | سدا کی اسے سازگاری نہیں
خدا کا مگر عشق ہے پائدار | وہ معشوق ہے نیز آمرزگار
نہیں ایسا معشوق دیکھا کوئی | خطا جو کہ عاشق کی بخشے سبھی

ہماری خطاؤں کو وہ دیکھکر ۔ چھپاتا ہی رہتا ہے آنکھوں پر
محبت ہے ہم سے اُسی اسقدر ۔ کہ رہتا ہے ہر وقت دلمیں مگر
تعجب ہے گر ایسے دلبر کو چھوڑ ۔ چلیں پتلۂ خاک پر دوڑ دوڑ
سمجھ لو کہ دنیا ہے جائے فنا ۔ یہاں کے حسینوں کو کب ہے بقا
اور اوّل تو ایسے حسیں ہیں کہاں ۔ قباحت نہو جنمیں اے میری جاں
وہ معشوق ہرگز نہیں ہیں یہاں ۔ جو عاشق کو اپنے رکھیں شادماں
نبھاتے رہیں اپنے قول و قرار ۔ چڑھاتے رہیں اپنے عاشق سے پیار
جو ہیں بھی تو زر کے طلبگار ہیں ۔ وہ مفلس فقیروں سے بیزار ہیں
نہیں آئے لئے عشق مجازی روا ۔ کہ ہے فسق کا دام اُسے جا بچھا
وہ رسمِ محبت سے ہیں بے خبر ۔ طلب ہے فقط اُنکی بس سیم و زر
کریں ہیں ہزاروں یہاں پر زنا ۔ محبت کہیں پاک پھر بے حیا
زنا اور لواطت سے باز آئیے ۔ خدا سے ذرا کچھ تو شرمائیے
کہ وہ ہر جگہ سے تمھیں دیکھتا ۔ بھلا کام کرتے ہو تم یا بُرا
نہ زنہار تم حد سے آگے بڑھو ۔ ڈرو تم ڈرو تم ڈرو تم ڈرو!
کرو توبہ پچھلے گناہوں سے اب ۔ اور آگے کو بچتے رہو از غضب
نہ دوزخ کا شعلہ کہیں لے لپک ۔ بلاتے ہو کسکو یہ پلکیں جھپک
کرو تم مناجات حق سے مدام ۔ ملے تاکہ عقبیٰ میں دارالسلام
شب و روز میری یہی ہے دعا ۔ کہ بخشے خدا اُمتِ مصطفیٰ
طفیلِ ہمہ انبیا اولیا ۔ طفیلِ ہمہ اتقیا اصفیا
الٰہی مرے ہیں جو وہ دوستدار ۔ عزیز و اقارب محبانِ یار
انہیں دونوں عالم میں دلشاد رکھ ۔ سدا ملک معنی میں آباد رکھ

جو اندھے ہیں دشمن مرے باخدا ۔ انہیں کر تو چشم بصیرت عطا
الٰہی مرے ہیں جو وہ چار یار ۔ رہیں دو جہاں میں بعز و وقار
قلندر فقیج عبد اور فتح دیں ۔ رہیں خوش بحق رسولِ امیں
ببرکت انہیں نیک لوگوں کی رب ۔ عطا ہو مجھے بھی تو میری طلب
شگفتہ رہے باغ عرفان کا ۔ ملے باغ فردوس روزِ جزا

التجاء

تحببا ہی یہ جو کچھ ہے میں نے لکھا ۔ پڑھو اور سنو خوب ہی دل لگا
مری مثنوی سب پڑھو غور سے ۔ عزیزو پھر پھر بڑے طور سے
مگر شعر پڑھنا تو آسان ہے ۔ پہ مطلب سمجھنے میں خلجان ہے
لکھا ہے جبھی تو یہ لب لباب ۔ کہ مطلب نکل آئے اسکا شتاب
ہوئے استعارات جو انمیں بیاں ۔ انہیں میں ہے پنہاں یہ راز نہاں
کہیں حسن ظاہر پہ ہو کر فدا ۔ نہ دو چھوڑ اصلی میرا مدعا
کہیں عشقیہ حال پر کر نظر ۔ نہ ہو جاؤ غفلت سے تم کور و کر
لگو کہنے کیا خوب مضمون ہے ۔ پڑھو پھر پڑھو تم اسے شوق سے
اگر ظاہری بات پر ہے خیال ۔ تو مردود لوگوں کا سمجھو یہ حال
جو ہے غور معنی و عرفان پر ۔ تو صدقہ ہیں ہم ایسے انسان پر
بلا شبہ حق کا وہ مقبول ہو ۔ جسے مغز اشعار معقول ہو
جو عارف ہیں درویش اہل کمال ۔ وہ لیوینگے سب اس سے روغن نکال
کہ ہر شعر ہے اسکا مانند شیر ۔ توجہ کا ضامن جو دیں گے فقیر
اسی وقت جبرات بن جائیگی ۔ مزا عارفوں کو وہ دکھلائیگی

رلی سے حقیقت کی گردیں ہلا
سبھی اہل محفل تو بستی ہیں
سمجھ آپ اوروں کو سمجھائینگے
جو عاشق ہیں صادق نہیں اُنسے دور
جو عاشق ہیں فاسق وہ مجبور ہیں
نہیں مثنوی ہے یہ باغِ مراد
مواشی میں آئی اگر ہو وبا
اگر مرد و زن میں ہو اتفاق
جو ہو کوئی محروم اولاد سے
نہیں مثنوی ہے یہ بستانِ راز
لڑی موتیوں کی ہے یہ مثنوی
اگر ایک موتی کی دیکھے جھلک
یہ ہے آبلہ از حرارت عشق
مرا ایک محبوب مغفور تھا
دعا اُسکے حق میں کرو مشفقیں
اُسی کی حیات خوش ایام ہیں
اُسی کا تقاضا تھا شام و سحر
نہیں زندگانی کا کچھ اعتبار
اُسی کے تقاضے سے شعبان میں
بتائید غیبی دُرِ شاہوار
صلہ اسکا کچھ میں نہیں چاہتا

خاتمہ

تو فی الفور روغن نکل آئے گا
جو عارف ہیں وہ کھاکے مسکہ چکیں
مراد مدعا اصل بتلائیں گے
کہ حاصل کریں معرفت سے وہ نور
کہ وہ راہ عرفان سے دور ہیں
پڑھے جو اسے دو جہاں میں ہو شاد
مجرب ہے پڑھ اسکو ہو گی شفا
تو ہو دور پڑھنے سے اسکے نفاق
پڑھے دیگا فرزند خالق اُسے
گُلِ معرفت اسمیں ہیں بیشمار
پروئے ہیں اسمیں دُرِ معنوی
تو چشمِ خرد تیری جائیگی تھک
ہوا نظم یہ اسکی ہیں خوب [illegible]
جو آپ اس جہاں سے سفر کر گیا
کہ بخشے خدا اُسکو خلدِ بریں
لگا ایک ماہ تک میں اس کام پر
کہ اسے قیس جلدی اسی نظم پر
رہے گی یہ میری تری یادگار
جو غوطہ لگا بحرِ عرفان میں
مرے ہاتھ آیا تھا یہ خوشگوار
مگر ہاں کرو میرے حق میں دعا

کہ یارب یہ کی نظم جس نے کتاب — اُسے بخشیو حشر میں بےحساب
اسی پر کرو قیس اسکو تمام — بحقِ محمد علیہ السلام
ہے حاصل یہی اس کہانی سے بس — کہ اللہ باقی و باقی ہوس

تاریخ ہائے تصنیف کتاب از یادگار احباب

ہیں مشفق مرے شاہ عبدالحمید — کہ ہیں فضل حق سے نہایت سعید
اُنھوں نے سنی جبکہ یہ مثنوی — نہایت ہوئے اپنے دل میں خوشی
لگے کہنے یہ ارمغانِ گدا — مجھے کاش ہو جائے قلمی عطا
گئے آخرش نقل اسکی وہ لے — جنھوں نے سنا وہ بہت خوش ہوئے
یہ کہنے لگے سب کہ ہاں واقعی — نیا ڈھنگ رکھتی ہے یہ مثنوی
سنی مثنویاں ہیں یوں بے شمار — مگر بے خزاں ہے تو اسکی بہار
یہ گلزار ہے اک نئی شان کا — کھلایا ہے کیا باغ عرفان کا
معطر ہوئے آسمان و زمیں — نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کہیں
قلندر نے جبوقت اسکو سنا — تو بولے کہ صد مرحبا مرحبا
بہت خوب ہے اور بہت دلپذیر — رقم ہے جو یہ عشق رانجھا و ہیر
یہ ہے عشق صادق کی سچی کتاب — کھلا ہے زبس اسمیں عرفاں کا باب
حقیقت ہے سب اسمیں انسان کی — کہانی ہے یہ جسم اور جان کی
جو ہیں شاہ نورِ محمد مگر — کہا حسن تاریخ میں زود تر
صبا ایں بگو رمز در گوشِ شاں — کہ شیدا شدہ قیس لیلےٰ بجاں
ہمیں قیس ثانی تمنا کند — کہ جام مئے عشق اللہ چشد
چو بشنید ہاتف رسید ایں ندا — بگوشم زہے مرحبا مرحبا

زہے ہمت قیس این مثنوی
بصورت رسیداست در معنوی

بگو نور تاریخ ہجری بزود
شوند سامعین عاشق آب جود

کہا عبد نے ہے یہ باغ قدیر
پڑھے جو اسے ہو وہ روشن ضمیر

دنیچ نے کہا زیر چرخ کہن
یہی ہے وہ گلستان سخن

کرے سیر جو اسکی ہو باغ باغ
بفضل خدا ہو معطر دماغ

اگر ہو گدا ہوئے فوراً غنی
مگر چھوڑ دے جبکہ کبر و منی

سلام علیکم ہے یہ ناظرین
و یا سامعین و یا حاضرین

مرقع اعمال

نقش نسبت کا اجازت نامہ جو مجرب اور دست غیب اوراد اسے قرض و ترقی رزق زیارت حضرت خواجہ خضر علیہ السلام - مطیع جنات - دافع طاعون - آیۃ کریمہ - سورہ مزمل شریف معہ موکلات وغیرہ بار بار آزما کر لکھے ہیں قیمت ۸ مصنف کتاب ہذا سے مل سکتی ہے -

قطعہ تاریخ تصنیف از نتیجہ افکار طبع مضمون آگاہ شاعر بادستگاہ منشی والا جاہ جناب مولوی صوفی محمد عبد اللہ شاہ صاحب عبد بوڑلوی تلمیذ مصنف کتاب ہذا

ہوئی کیا ہی تصنیف یہ مثنوی
نہیں جو کہ رکھتی ہے اپنا نظیر

ہے گلزار یہ قیس کا ہی خلیل
کھلے جسمیں گلہائے معنی کثیر

ہے پر سوز یہ خوب تفسیر عشق
گھٹی حسن سے اسکے بدر منیر

حکایت ہے جسم اور جان کی	بظاہر ہے گو عشق رانجھا و ہیر
درِ گنجِ عرفاں کی ہے یہ کلید	دلِ عارفاں کی ہے یہ دلپذیر
بلا ریب یہ جانِ عشاق ہے	بلا شبہ معشوق خرد و کبیر
ہر اک حرف ہے اسکا دُرِ یتیم	ہر اک لفظ ہے گوہرِ بے نظیر
بھری ہیں اسمیں رخشاں لعل	جنھیں جانچ سکتی ہے چشم بصیر
پئے فکرِ تاریخ تھا سرنگوں	ہوا ہاتفِ غیب سے راہ الخبیر
کہا کیا لگا غنچۂ معرفت	شگفتہ ہوا عبد باغِ قدیر

دیگر تاریخ طبع

یہ کتاب اور نسخۂ عرفاں	جان واحد ہیں اور قالب دو
بحسابِ تاریخ سے نکلا عبد	ایک تاریخ طبع لکھ بھی دو

دیگر تاریخ طبع بکرمی

زور و تپ گھٹا گھر آئی ہے	گر فضل و کرم ہو یزداں کا
ہر دہن صدف پہ گوہر ہو	پڑ جائے جو قطرہ نیساں کا
ہر بات میں رنگ لطافت ہو	ہر ورق بھی دفتر حکمت ہے
گر شنو ہی ایسی لکھے کوئی	کیا زہرہ ہے یہ انساں کا
ہے فضل خدا جو کتاب چھپا	یہ طبع ہوئی با آب و تاب
ہر حرف مثالِ عقیق یمن	ہر لفظ لعل بدخشاں کا
کیا تازہ خبر دیتی ہے ہمیں یہ	غریق بحر ۱۹۶۰ وحدت کی

لاریب مصنف ماہر ہے — اسرار و رموز سبحاں کا
غواص بحر تفکر ہیں — تاگوہر سنت پاؤں عیاں
ملہم بولا بجا وہ کھلا ہے غنچہ گلشن عرفاں کا ۱۳۲۸

تقریظ و تاریخ من نتائج طبع شریف محب الجمیل جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح تلمیذ مصنف کتاب ہذا

ز کنز مخفی و گنج نہفتہ — بسلک عشق ایں ہا ہست سفتہ
چہ دُر افشاند ایں مولائی صاحب — کہ ہر دانائے عارف برد و رفتہ
محمد یا شریف و خاں نوشتش — بہ حسن خلق باروئے شگفتہ
بمعنی اہل باطن را گذار است — بہ بیند ظاہر آں مرد نہفتہ
بہ اسمٰعیل گو تاریخ طبعش — تجلی با بہ سر بار گفتہ ۹۴۳۲
چہ جوئی اے ذبیح تاریخ تصنیف — گل از گلزار معنی گو شگفتہ ۱۳۱۷

سبب طبع کتاب ہذا

محمد یا ہیں شیخ عالی نسب — سہارنپوری ہیں جو تاجر کتب
شہنشاہی بازار میں اے عزیز — کتبخانے انکے ہیں دو کرتمیز
بفضل خدا ہیں وہ تاجر کلاں — بڑا کارخانہ ہے انکا وہاں
رعایت سے ہیں بیچتے مال وہ — بالطاف ربی ہیں خوشحال وہ
انھوں نے جو دیکھی یہی مثنوی — تو بولے بہت خوب ہے واقعی

نئی طرز پر ہے یہ نادر کتاب ۔ یہ قصہ بلاشبہ ہے لاجواب

قدیمی زباں اسکی تھی فارسی ۔ اور پنجابی میں لکھے گئے ہیں کئی

مگر اسکا اردو ہوا ہی نہ تھا ۔ مفصل تو ایسا لکھا ہی نہ تھا

جو دو حق تصنیف اسکا مجھے ۔ طبع کر کے شائع کرو نہیں اسے

مجھے انکی خاطر جو منظور تھی ۔ اسیواسطے انکو یہ دی گئی

الٰہی ہمیشہ انھیں شاد رکھ ۔ خوشی عیش و عشرت سے آباد رکھ

تجارت کو انکی ہو دائم فروغ ۔ ہر اک کام میں انکے قائم فروغ

ترقی کریں ان کی بس نیکیاں ۔ زمانہ میں مشہور ہوں خوبیاں

الٰہی بحق رسول انام ۔ نہ دیکھیں وہ دنیا میں رنج والام

الٰہی بحق ہمہ اولیا ۔ مقاصد سب انکے انھیں کر عطا

کہیں اس دعا پر مری قدسیاں
کہ آمین ہو ایسا ہی رب جہاں

تمت

اشتہار

کتب مفصلہ ذیل مصنفہ جناب سید شاہ ولایت صاحب

ظہر العجائب - چھوٹی تقطیع کے ۴۲ صفحہ کی کتاب ہے ہر ایک مشہور لفظ کی وجہ تسمیہ
اصلیت بیان کی گئی ہے مڈل و انٹرنس کے امتحانوں میں کار آمد ہے قیمت ۱/
وعہ خطب محمودیہ - جسمیں عجیب طرز سے جمعہ اور عیدین اور جمعۃ الوداع کے
ے قرآن شریف کی آیات سے مناسب مقام جمع کئے گئے ہیں اور ہر خطبہ کے ساتھ
ار اُردو پُر اثر شامل ہیں جو پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں پر رقت طاری کرتے
قیمت

ین محمود کلاں - جو خاص مسلمانوں کیواسطے اسمیں ایک آئین ختم قرآن شریف کے
ایک آئین شادی عقیقہ ہے اور مناجاتیں اور غزل واعظانہ بھی شامل ہے قیمت ا/
ض شاہ ولایت - یہ ایک عجیب مجموعہ نظم کا ہے جس میں حمد و ثنا مناجاتیں نعتیں
لیات واعظانہ و عاشقانہ سلام و مرثیہ و تعریفات اولیا کرام درج ہیں - ۴/

راب کے چھےص عجیب دلچسپ طرز سے شراب کی برائیاں نظم میں
ان ہوئی ہیں قیمت /

وہ کی فریاد - نہایت پُر درد مضمون بیوگان ہند کی مصیبت کا گویا فوٹو ہے

نجال نامہ - ۱۹۰۵ء کے حادثات یعنی طاعون اور سردی اور ۴ - اپریل کے
لزلہ کا بیان ہے قیمت مجلد /

ملنے کا پتا

شیخ محمد یامین تاجر کتب سہارن پور